نام کتاب	:	بشرا کمل
مصنف	:	سکندر احمد کمال
		محلہ شاہ چندن، قصبہ چاند پور ضلع بجنور
		پن۔ 246725
مقیم حال	:	نگلہ پٹواری، بروِلی روڈ علی گڑھ
		پن۔ 202002
		M.: 9319593020
سن طباعت	:	۲۰۱۵ء
صفحات	:	۱۹۶
قیمت	:	۱۰۰/روپے
کمپیوٹر کمپوزنگ	:	نفیس کمپیوٹرس، چاند پور ضلع بجنور
ملنے کا پتہ	:	سکندر احمد کمال
		نگلہ پٹواری، بروِلی روڈ علی گڑھ
		پن۔ 202002
دیگر تصانیف	:	(۱) کیا حسین خواب ہے یہ مگر تعبیر؟
		(۲) قانون الٰہی یا انسانی؟
		(۳) اطیعواللہ واطیعوا الرسول؟
		(۴) ذکر انبیاء
		(۵) ناموس رسول ﷺ
		(۶) منظّم مفہوم القرآن اُردو ہندی
		(۷) علم الغیب فی القرآن
		(۸) صلوٰۃ رسول یعنی صلوٰۃ فی قرآن اُردو ہندی
		(۹) تلاش رسول اُردو ہندی
		(۱۰) قرآن بنام روایات اُردو ہندی
انتساب	:	تمام مومنین کے نام

فہرست مضامین

(۱)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اہم پیغام

قرآن نے جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار، سیرت، اسوہ اور سنت کو پیش کیا ہے، سیرت نگاروں نے تقریباً اس سے صرف نظر کیا ہے اور بشر اکمل کی سیرت کو روایات، تاریخ اور تفاسیر سے پیش کیا ہے جو کافی داغ دار نظر آتی ہے جس کو پڑھ کر اپنے بدظن ہوتے ہیں اور غیر اعتراض کرتے ہیں اور مسلم قوم کو اور نبی کریم کو بدنام کرتے ہیں، ان کے اس لکھے پر ہم ناراض ہوتے ہیں جو ایک غلط بات ہے، قوم کا یہ فرض ہوتا ہے کہ پہلے یہ دیکھ لیں کہ انہوں نے یہ اعتراض کہاں سے کیا ہے اگر ایسا ہم کریں تو یقیناً ہمارے سامنے یہ آجائے کہ انہوں نے جو لکھا ہے وہ تقریباً ہمارے یہاں سے لکھا ہے جس کو ہم نے سینے سے لگا رکھا اور اس کے خلاف سننے کو تیار نہیں۔

ہونا تو یہ تھا کہ جب کسی نے میرے چہرے کے داغ دکھائے تو مجھے اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیے اور اپنے چہرے کے داغ صاف کر دینے چاہیے مگر میں یہ نہیں کرتا بلکہ اس داغ دکھانے والے پر ناراض ہوتا ہوں، مجھے ان پر ناراض نہیں ہونا چاہیے بلکہ ان پر ناراض ہونا چاہیے جنہوں نے یہ مواد ان لوگوں کو فراہم کیا ہے، جس کی تصدیق قرآن نہیں کر رہا ہے۔

میں نے ایک کوشش کی ہے کہ بشر اکمل کی جو تصویر قرآن پیش کر رہا ہے اس کو پیش کروں، پوری آیات تو یہاں نہیں لکھی جا رہی ہیں وہ سب قرآن میں دیکھنے کی مہربانی کریں، میں نے کچھ آیات پیش کی ہیں اس امید پر کہ دانشور انسان ان کو دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ حقیقت کیا ہے، جن آیات کو میں نے پہلے حصہ میں پیش کیا جس کو قارئین ملاحظہ فرمائیں گے، ان آیات میں کہیں ذرا سی بھی گنجائش نظر نہیں آتی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کچھ کیا، صدق صدوق کی پابندی کی اور انسانوں کو اپنے قول اور عمل سے بتایا جس کی پابندی خود کی اور آپ کے پیروکاروں نے کی۔ جس سے خوش ہو کر اللہ نے ان کی مدد کی اور بہت کم عرصے میں معلوم دنیا کے بہت بڑے رقبہ پر جو تین براعظموں میں پھیلا ہوا ہے پر حاکم بنا دیا، مگر بعد کو قوم نے اس ضابطہ حیات سے انحراف کیا اور اپنے نفس کے مطابق ضابطہ ترتیب دے کر عمل کیا اور الزام محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر لگا دیا کہ انہوں نے اس قانون کو اس طرح کیا اور بتایا ہے۔

پیش لفظ

بشر اکمل صلی اللہ علیہ وسلم

سُبۡحٰنَ رَبِّکَ رَبِّ الۡعِزَّۃِ عَمَّا یَصِفُوۡنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَالۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ.

اللہ نے اس کائنات میں بہت سی مخلوقات پیدا کیں۔ان ہی مخلوقات میں سے انسان اور جن بھی ہیں۔
اس کائنات میں جتنی بھی مخلوقات ہیں،ان سب کے لیے اللہ کے قانون مقرر ہیں اور یہ اللہ کے قانون کی فرمانبرداری میں سرگرم عمل ہیں،کبھی کوئی خلاف ورزی نہیں کرتیں اور اس قانون کی فرمانبرداری میں سرگرم عمل رہنا ہی ان کی صلوٰۃ ہے،تاہم اس فرمانبرداری کے کرتے ہوئے ان مخلوقات سے آخرت میں کوئی حساب کتاب نہیں،لیکن جن وانس سے آخرت میں حساب کتاب ہوگا مگر جن وانس اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کرتے ہیں،آیت پیش ہے:

سورۃ احزاب ۳۳:۷۲۔ہم نے اس امانت قانون الٰہی کو زمین وآسمان اور پہاڑوں کے یعنی جن وانسان کے علاوہ مخلوقات کے سامنے پیش کیا تو انہوں نے اس کو قبول کیا اس میں خیانت نہیں کی،انکار کرنے سے ڈر گئے اور اللہ کے قانون کے مطابق فرمانبرداری میں سرگرم عمل ہیں لیکن جب یہی ضابطہ حیات انسان کے سامنے پیش کیا تو انسان قبول کے ساتھ اس میں خیانت کرتا ہے۔اس لیے کہ یہ بڑا ہی ظالم نادان،جھگڑالو اور جلدباز ہے۔

انسان اور جنات کو راہ راست پر چلنے کے لیے کسی ضابطہ حیات کی ضرورت ہے،جس ضابطہ حیات کی پابندی کرتے ہوئے یہ آخرت میں کامیاب ہوں اور نافرمانی سے بچیں،مگر یہ ضابطہ حیات ہر انسان کو براہ راست نہیں دیا جاسکتا تھا۔اس ضابطہ حیات کو انسانوں تک پہنچانے کے لیے اللہ نے اپنے بندوں میں سے کچھ بہترین،اکمل بندوں کو چنا اور ان کے سپرد یہ ضابطہ کیا اور ان کو ہدایت کردی کہ یہ ضابطہ حیات جوں کا توں انسانوں تک پہنچادو اور خود بھی اس کی پابندی کرتے ہوئے عمل کرو۔ان چنے ہوئے تربیت یافتہ اللہ کے بندوں نے اس حکم کی پابندی کی،ان چنے ہوئے بندوں کو اللہ نے نبی،رسول،ہادی اور پیغمبر وغیرہ کے ناموں سے پکارا،ان کی تعداد کافی ہے لیکن پورے رسولوں کے ناموں سے دنیا ناواقف ہے۔کچھ ناموں کو اللہ نے اپنی آخری کتاب قرآن میں بتادیا ہے اور کچھ پہلی کتابوں میں بھی بتایا تھا لیکن ان کو پہلوں نے صحیح طور پر محفوظ نہیں رکھا۔

اور کچھ ایسے بھی نام دنیا میں جانے جاتے ہیں جن کے کارناموں سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بھی رسول ہوسکتے ہیں لیکن یقین کے ساتھ نہیں کہا جاسکتا تاہم ان کا انکار بھی نہیں کیا جاسکتا بس ان کی عزت کرنی ہے،اس یقین کے ساتھ کہ ہوسکتا ہے کہ وہ رسول ہوں،ان رسولوں کے سلسلے کی آخری کڑی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ان کے بعد کوئی نبی مبعوث نہیں ہوگا۔آیت پیش ہے:

سورۃ احزاب ۳۳: ۴۰ ۔(لوگو!) محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین یعنی نبوت کے سلسلے کو ختم کر دینے والے ہیں (جیسے کسی ڈاک پر آخر میں مہر لگا دی جاتی ہے کہ یہ چٹھی مکمل ہو گئی اب اس میں کچھ نہیں لکھا جائے گا، ایسے ہی نبوت کے سلسلے پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری مہر لگ گئی، اب کوئی نبی نہ ہوگا) اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اب اس دنیا میں کوئی نبی نہیں آئے گا۔ دین جس کو اللہ نے پسند کیا ہے جس کی پیروی کرنے پر انسان کامیاب ہوگا، اس کو مکمل اور غالب کر دیا اور اس کتاب قرآن میں محفوظ کر دیا اور اس کی پیروی کرنے والوں کا نام مسلم رکھا۔ دنیا میں جتنے بھی رسول اور نیک آدمی گزرے ہیں ان کے ماننے والوں نے ان کی زندگی کے حالات قلم بند کیے ہیں لیکن ان حالات کو پڑھ کر ایسا محسوس ہوتا ہے اس عبارت سے کہ اندھی تقلید کی وجہ سے ان کی کردار کشی کی گئی ہے اور بزرگوں کے بارے میں کیا لکھا ہے وہ اپنی جگہ پر ہے، مجھے اس کتاب میں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھنا ہے جن کے بارے میں سابق سیرت نگاروں نے کچھ اس طرح سے ان کی سیرت پیش کی ہے جو بہت حد تک قرآن سے متصادم نظر آتی ہے۔ سیرت نگاروں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھتے وقت غالباً قرآن سے کچھ لکھا ہی نہیں بلکہ روایات اور تاریخ سے لکھا جس کو پڑھنے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کے بارے میں قرآن کے اندر کچھ خاص نہیں ہے اگر ہوتا تو سیرت نگار ضرور قرآن کا حوالہ دیتے مگر بات یہ نہیں ہے بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت قرآن میں پوری آب وتاب کے ساتھ چمک رہی ہے جو اس کتاب میں درج ہے اس طرح گویا دو کردار سامنے آتے ہیں، ایک قرآن کا کردار اور دوسرا روایات کا کردار، میں پہلے قرآن کا کردار پیش کروں گا قرآن نے اس بشر اکمل کو کس اوج ثریا پر قائم کیا ہے اور بعد میں کچھ وہ کردار لکھوں گا جو سیرت نگاروں نے روایات کی روشنی میں پیش کیا ہے جس کو پڑھنے کے بعد غیر تو غیر خود اپنے بھی سوالات کر رہے ہیں کیا یہ کردار اس بشر اکمل کا ہو سکتا ہے۔

قرآن کا کردار لکھنے میں صرف قرآن کی آیات ہی اہم ہوں گی وہ آیات جن میں اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ آپ ان پر پورا عمل کرو اور دوسری وہ آیات جن کے ذریعہ اللہ نے نبی سے کہا ہے کہ فرما دو، اے لوگو! تم ان پر عمل کرو کامیاب ہو جاؤ گے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی میں نے قرآن سے ہی اس کتاب کو لکھا ہے، اپنی بات بہت ہی کم لکھی ہے وہ اس جگہ لکھی ہے جہاں ضرورت سمجھی اور دوسرے حصہ میں آیات اور روایات دونوں لکھی ہیں۔ اس حصہ میں بھی اپنی بات بہت ہی کم لکھی ہے۔ میری قارئین کرام سے درخواست ہے کہ غور و تدبر کے ساتھ مطالعہ کریں اور فیصلہ کریں کہ صحیح کیا ہے۔

سابق میں جس نے بھی سیرت پر قلم اٹھایا ہے ان میں ہر ایک نے محمد صلی اللہ علیہ کا حسب نسب اور شجرہ لکھا ہے۔ حسب نسب میں یہاں تک لکھا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس خاندان میں پیدا ہوئے جو سب سے

افضل ہے گویا دوسرے ارزل ہیں کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایسا فرما سکتے تھے؟ ان کا فرمان قرآن کے مطابق ہے وہ یہ کہ جو اپنے حسب نسب پر فخر کرے گا وہ ہم میں سے نہیں ہے اور حجۃ الوداع میں کیا فرمایا ہے وہ بھی قابل غور ہے۔ رہا سوال قرآن کا تو قرآن نے بھی حسب نسب پر فخر کو منع کیا ہے۔ آیت پیش ہے:

سورۃ الحجرات ۴۹:۱۳۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہارے شعبہ اور قبیلے بنائے اس لیے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو (تم سب آدم کی اولاد ہو جو مٹی سے بنا تھا، اس لیے نسلی اعتبار سے سب بھائی بھائی ہو۔ کسی دوسرے پر برتری نہیں ہے) اللہ کے نزدیک تم میں سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی نافرمانی کرنے سے ڈرنے والا ہے، یعنی ہر معاملہ میں اللہ کے حکموں کو ماننے والا ہے اللہ سب کچھ جانتا ہے اسے خبر ہے۔ یہ رہا حسب نسب کے بارے میں۔

دوسری بات شجرے کی ہے تقریباً سیرت نگار نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرہ حضرت آدم علیہ السلام سے ملا دیا ہے تو وہ بھی محل نظر ہے۔ حالانکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم کی اولاد ہیں، اس لیے کہ ابھی دنیا یہ بھی نہیں جان سکی کہ حضرت آدمؑ کو کتنا عرصہ ہو گیا اور کیا ان کے زمانہ سے اب تک کے حالات کو قلم بند کیا گیا تھا یا نہیں کیا گیا۔ اس لیے ایسی حالت میں جو بھی شجرہ لکھا جائے گا وہ قیاسی ہوگا۔ اصل نہ ہوگا اس لیے بھی قیاسی بات کو لکھنا درست نہیں ہے۔ میں اس کتاب میں شجرہ اور حسب نسب پر کچھ نہیں لکھ رہا جن حضرات کو یہ باتیں دیکھنی ہوں وہ سابق سیرت کی کتابوں میں دیکھ لیں اور غور کریں، حقیقت کیا ہے۔

نبوت ملنے سے پہلے بشر اکمل کے دو اہم کارنامے: بشر اکمل کے بارے میں ان کے دو اہم کارنامے جو نبوت ملنے سے پہلے کے ہیں ان کو لکھ رہا ہوں، ان کے علاوہ بھی بہت ہیں مگر میں ان پر ہی اکتفا کرتا ہوں۔ ان سے یہ مترشح ہوتا ہے کہ اس بشر اکمل کا مقام فہم، دانش مندی کس اوج کمال پر تھی، ایسے بشر کے بارے میں کسی کے دماغ میں کوئی گھٹیا بات نہیں آنی چاہیے مگر اس کے خلاف لکھا ملتا ہے۔ ان واقعات کو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے۔

(۱) تجدید حلف الفضول: کسی پرانے زمانہ میں ملک عرب کے بعض شخصوں نے مل کر آپس میں یہ عہد کیا تھا کہ ہم ہمیشہ مظلوم کی طرف داری اور ظالم کا مقابلہ کریں گے، اس جماعت میں جس قدر اشخاص شامل تھے اتفاقاً ان سب کے ناموں میں فضل کا لفظ آتا ہے۔ اس لیے ان کے اس عہد کو حلف الفضول کے نام سے تعبیر کرنے لگے یہ جماعت اب ملک عرب میں باقی نہ رہی تھی مگر اس کا تذکرہ لوگوں کی زبان پر آ جاتا تھا۔ حرب فجار کے بعد آنحضرت کے چچا زبیر بن عبدالمطلب کے دل میں یہ تحریک پیدا ہوئی کہ اس تحریک کو پھر از سر نو تازہ کیا جائے، چنانچہ بعض اشخاص نے عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جمع ہو کر قسم کھائی کہ ہم ہمیشہ ظالم کا مقابلہ اور مظلوم کی مدد کریں گے۔ اس قسم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی جو اس زمانہ میں لڑکے ہی تھے شریک تھے۔ اب جب کہ

آپ جوان ہو گئے تو آپ نے اکثر قبیلوں کے سرداروں اور سمجھداروں کو ملک کی بدامنی، مسافروں کے لیے، ضعیفوں اور غریبوں پر زبردستوں اور امیروں کے ظلم کرنے کا حال بیان فرما کر ان سب باتوں کی اصلاح کے لیے آمادہ کیا، بالآخر ایک انجمن قائم ہو گئی جس میں بنو ہاشم، بنو عبدالمطلب، بنو اسد، بنو زہرہ، بنو تیم شامل ہوئے، مگر اس انجمن کے ہر ایک ممبر کو یہ اقرار کرنا پڑتا تھا کہ (۱) ہم ملک سے بدامنی دور کریں گے (۲) مسافروں کی حفاظت کیا کریں گے (۳) غریبوں کی امداد کریں گے (۴) زبردستوں کو ظلم کرنے سے روکیں گے۔ اس انجمن کے ذریعہ مخلوق خدا کو بہت نفع پہنچنے لگا تھا۔ زمانہ نبوت میں بھی آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی کوئی اس معاہدہ کے نام سے مجھے بلائے اور مدد طلب کرے تو میں اس کو جواب دوں گا۔ ان چاروں باتوں پر ایمان داری سے عمل کیا جائے تو کسی کو ظلم، ناانصافی اور کوئی بھی گناہ کرنے کی ہمت نہ ہوگی۔

(۲) قبائل قریش میں آپ کا حکم مقرر ہونا: خانہ کعبہ میں کسی بداحتیاطی کے سبب آگ لگ گئی تھی جس کے صدمہ سے دیواریں جابجا شق ہو گئی تھیں۔ قریش نے ارادہ کیا کہ اس عمارت کو منہدم کر کے پھر از سر نو تعمیر کیا جائے۔ اس رائے پر تو سب کا اتفاق ہو گیا لیکن کھڑی ہوئی عمارت کو منہدم کرنے پر کوئی آمادہ نہ ہوتا تھا اور سب ڈرتے تھے۔ آخر سرداران قریش میں سے ولید بن مغیرہ نے اس کام کو شروع کر دیا۔ پھر رفتہ رفتہ تمام قبائل اس انہدام کے کام میں شریک ہو گئے۔ اسی زمانہ میں بندرگاہ جدہ کے قریب ایک جہاز ٹوٹ کر ناکارہ ہو گیا تھا۔ اس کا حال معلوم ہوا تو قریش نے اپنے معتمد آدمیوں کو بھیج کر اس جہاز کی لکڑی خرید لی اور کارآمد لکڑیوں کو اونٹوں پر لاد کر مکہ میں لے آئے۔ یہ لکڑی خانہ کعبہ کی چھت کے لیے خریدی گئی تھی۔ کعبہ کی دیواروں کو منہدم کرتے ہوئے جب تعمیر ابراہیمی کی بنیادوں تک پہنچے تو پھر تعمیر شروع کر دی۔ چوں کہ چھت کے لیے پوری لکڑی نہ تھی اس لیے خانہ کعبہ کو ابراہیمی بنیادوں پر پورا تعمیر نہیں کیا بلکہ ایک طرف تھوڑی جگہ چھوڑ دی۔ اب تعمیر بلند ہوتے ہوتے اس مقام تک پہنچ گئی کہ حجر اسود رکھا جائے، قبائل قریش میں ایک سخت فساد اور جنگ عظیم کے حالات پیدا ہو گئے، یہ جھگڑا اس بات پر ہوا کہ ہر ایک قبیلہ کا سردار یہ چاہتا تھا کہ حجر اسود کو میں اپنے ہاتھ سے رکھوں۔ قبائل میں ایک دوسرے کے خلاف ضد پیدا ہو گئی اور ہر طرف سے تلواریں کھینچ گئیں۔ بنو عبداللہ مرنے اور مارنے پر قسم کھا بیٹھے۔ اس جھگڑے میں پانچ روز تک تعمیر کا کام بند رہا۔ آخر قبائل قریش خانہ کعبہ میں جمع ہوئے اور ایک مجلس منعقد کی گئی۔ اس مجلس میں ابوامیہ بن مغیرہ نے تجویز پیش کی کہ جو شخص سب سے پہلے خانہ کعبہ میں داخل ہوتا ہوا نظر آئے اسی کو حکم مقرر کیا جائے۔ وہ جو فیصلہ کرے سب اس پر رضامند ہو جائیں۔ لوگوں نے نگاہ اٹھا کر جو دیکھا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم داخل ہو رہے تھے۔ سب نے آپ کو دیکھتے ہی "الامین الامین" پکارا اور کہا کہ آپ کے فیصلہ پر ہم رضامند ہیں۔ آپ اس مجلس میں داخل ہوئے تو سب نے معاملہ کو آپ کی طرف رجوع کیا اور کہا کہ آپ جس کے حق میں چاہیں فیصلہ کر دیں ہم آپ کے فیصلہ پر رضامند ہیں۔ یہ سوچنے اور غور کرنے کا موقعہ ہے کہ جس عزت اور شرف

کو ہر قبیلہ حاصل کرنا چاہتا تھا اور خون سے بھرے ہوئے پیالے میں انگلیاں ڈال ڈال کر اس زمانہ کی رسم کے موافق مرنے اور مارنے پر شدید و غلیظ قسمیں کھا چکے تھے، اس عزت اور شرف کے معاملہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کرنے میں سب مطمئن ہیں جو دلیل اس امر کی ہے کہ آپ کی دیانت اور منصف مزاجی پر سب ایمان لائے ہوئے تھے۔ آپ نے معاملہ سے آگاہ ہو کر اسی وقت ذرا سی دیر میں جھگڑے کو ختم کر دیا اور تمام بوڑھے اور تجربہ کار سرداران قریش آپ کی ذہانت، قوت فیصلہ اور منصف مزاج کو دیکھ کر حیران رہ گئے اور سب نے بالاتفاق احسنت و مرحبا کی صدائیں بلند کیں۔

آپ نے اس طرح فیصلہ کیا کہ ایک چادر بچھائی اس پر حجر اسود اپنے ہاتھ سے رکھ دیا پھر ہر ایک قبیلہ کے سردار سے کہا کہ چادر کے کنارے پکڑ لو، چنانچہ تمام سرداران قریش نے مل کر اس چادر کے کنارے چاروں طرف سے پکڑ کر پتھر کو اٹھایا۔ جب پتھر اس مقام پر پہنچ گیا جہاں اس کو نصب کرنا تھا تو آپ نے چادر سے اٹھا کر وہاں نصب کر دیا۔ کسی کو کوئی شکایت باقی نہ رہی اور سب آپس میں رضامند رہے۔ اس مسئلہ میں عتبہ بن ربیعہ بن عبد شمس اسود بن مطلب بن اسد بن عبدالعزی، ابو حذیفہ بن مغیرہ بن عمر بن مخزوم اور قیس بن عدی اسہمی چار اشخاص بہت پیش پیش تھے اور کسی طرح دوسرے کے حق میں معاملہ کو چھوڑنا نہ چاہتے تھے۔ اس فیصلہ سے یہ چاروں بہت خوش اور مسرور تھے۔ اگر ملک عرب میں یہ جنگ چھڑ جاتی تو یقیناً یہ تمام ان لڑائیوں سے زیادہ ہیبت ناک اور تباہ کن جنگ ثابت ہوتی جو اب تک زمانہ جاہلیت میں ہو چکی تھیں، جس زمانہ میں آپ نے اس حجر اسود والے جھگڑے کا فیصلہ کیا ہے آپ کی عمر ۲۵ سال کی تھی۔

نوٹ: حجر اسود کا ایک مسئلہ ایسا تھا کہ اس کی وجہ سے بہت بڑی جنگ شروع ہو سکتی تھی کیونکہ ہر قبیلہ نے اس کو عزت کا مسئلہ بنا لیا تھا اور قسمیں کھائی تھیں۔ یہ مقدمہ محمدؐ کے سپرد کیا، اتفاق رائے سے سب خوش ہو گئے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تو خود اکیلے ہی اپنے ہاتھ سے اٹھا کر اس کی جگہ پر رکھ سکتے تھے اور کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوتا مگر واہ رے بشر اکمل کی فراست، فہم اور دانشمندی کہ ایک ایسا فیصلہ کیا جس میں سب کو یہ احساس ہو گیا کہ حجر اسود کو میں نے ہی رکھا ہے۔ اس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہمارے سامنے ہونا چاہیے تھا جس کی نشان دہی قرآن کر رہا ہے۔ یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اخلاق، برتاؤ سب سے اعلیٰ ہے اگر یہ مقام قوم کی نظر میں ہوتا تو محمدؐ کی کردار کشی نہ ہوتی اور نہ ہی دشمن دین محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف کچھ لکھتا مگر افسوس صد افسوس قوم نے کچھ ایسا ہی لکھا ہے جس کو پڑھ کر غیر شتم کر رہے ہیں اور اپنے بیزار ہو رہے ہیں۔ اللہ رحم کرے۔

سکندر احمد کمال
نگلہ پٹواری، بروولی روڈ، علی گڑھ
9319593020

بشر اکمل

سُبحٰنَ رَبّکَ رَبِّ الْعِزّۃِ عَمّاَیَصِفُوْنَ وَسَلامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ.

اللہ کے ان چنے ہوئے رسولوں نے جب اللہ کا پیغام بندوں کو پہنچایا تو ان بندوں نے ان پر طرح طرح کے الزام لگائے جیسے جھوٹا سحر زدہ، شاعر، مکار، لالچی اور اقتدار کا بھوکا وغیرہ وغیرہ اور ان کو ہر طرح سے پریشان کیا، زدوکوب کیا، بائی کاٹ کیا، قتل کرنے کی دھمکی دی اور اپنے شہر سے خارج کرنے کو کہا اور کر بھی دیا۔ مگر وہ اللہ کے بندے اپنے کام میں مشغول رہے اور اپنا کام پورا کرتے رہے۔ ان نیک بندوں نے لوگوں کے ذہن اس لائق کیے کہ وہ آگے آنے والے آخری نبی کا پیغام سن کر اس کو مان لیں اور ایسا ہی ہوا جو دنیا نے دیکھ لیا۔ اگر سابق نبی عوام کا ذہن نہ بناتے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام اتنا آسان نہ ہوتا جتنا ہو گیا۔ یعنی ۲۳ سال کے عرصے میں مطلع الفجر ہو گیا اور دین غالب اور کامل ہو گیا۔ اس کی آسان ترین مثال یہ دی جاتی ہے جیسے اسکول میں ایک استاذ شروع کے بچے کو اب ت وغیرہ پڑھاتا ہے پھر آگے دوسرا استاذ اس کے آگے کی تعلیم دیتا ہے اور آخر کار وہ بچہ ان استادوں کی تربیت سے اس لائق ہو جاتا ہے کہ وہ .Ph.D کر لیتا ہے ایسے ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ۲۳ سال میں ہی انسانوں نے دین اسلام کو قبول لیا۔

جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے مبعوث کیا اور انہوں نے میدان عمل میں کام شروع کیا تو ان پر طرح طرح کے الزام عائد کیے گئے اور ہر طرح سے پریشان کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی پوری زندگی ان کے سامنے پیش کی، جس کی شہادت قرآن سے پیش ہے اور اللہ نے بھی ان الزام تراشیوں کو غلط بتاتے ہوئے بشارت دی کہ الزام لگانے والے خود شرمندہ ہوں گے آپ تو ان سے بری ہیں۔

قُل لَّوْ شَاءَ اللّٰہُ مَاتَلَوْتُہٗ عَلَیْکُمْ وَلَاأَدْرَاکُم بِہِ فَقَدْ لَبِثْتُ فِیْکُمْ عُمُراً مِّن قَبْلِہِ أَفَلاتَعْقِلُون. (سورۃ یونس ۱۶)

ترجمہ: یہ بھی کہہ دو کہ اگر اللہ چاہتا تو (نہ تو) میں ہی یہ (کتاب) تم کو پڑھ کر سناتا اور نہ وہی تمہیں اس سے واقف کراتا، میں اس سے پہلے تم میں ایک عمر رہا ہوں (اور کبھی ایک کلمہ بھی غلط نہ کہا اور نہ کوئی غلط کام کیا تم نے مجھے امین اور صادق کہا) بھلا تم سمجھتے نہیں۔

فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا أَوْ کَذَّبَ بِآیَاتِہِ إِنَّہُ لَایُفْلِحُ الْمُجْرِمُونَ (سورۃ یونس: ۱۷)

ترجمہ: اچھا تو بتاؤ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اپنی طرف سے جھوٹ گڑھ کر اللہ پر افترا کرے یا

جواللہ کی آیات کو جھٹلائے، بے شک گنہگار فلاح نہیں پائیں گے۔

ان آیات سے یہ ثابت ہورہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی کو پیش کیا اور کسی بھی گوشے سے اس چیلنج (تحدی) کو غلط نہیں بتایا گیا، نہ اس کا جواب دیا گیا اور وہ سب خاموش ہوگئے، کیونکہ ان لوگوں کے سامنے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار تھا جو بالکل شفاف نصف النہار سورج کی طرح سے چمک رہا تھا، کسی کو زبان سے کچھ کہنا تو دور رہا اس سے آنکھ بھی نہ ملا سکے اس طرح جیسے نصف النار سورج سے آنکھ نہیں ملائی جاسکتی تاہم اس شفافیت کے باوجود بھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار کچھ ایسا سامنے آتا ہے جو ان آیات کے منافی نظر آتا ہے، جس کو قارئین ملاحظہ فرمائیں گے۔اب میں محمدؐ سے متعلق قرآنی آیات پیش کررہا ہوں جن میں اللہ کا حکم ہے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان آیات کے مطابق کام کرو، کسی کے الزام تراشی کے اثر کو محسوس نہ کرو، الزام لگانے والے خود ہی مجبور ہوکر اسلام قبول کرلیں گے یا جہنم رسید ہوں گے اور آپ پر جو الزام لگائے جارہے ہیں ان سے بھی آپ کو بری کیا جائے گا، وہ خود ہی اقرار کریں گے کہ یہ الزام غلط لگائے گئے تھے، آیات کا جو ترجمہ کیا گیا ہے کہ تمہارے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کیے جاتے ہیں، یہ ترجمہ غلط ہے۔ نبی معصوم ہوتے ہیں، گناہ نہیں کرتے، اس لیے ان آیات کا مفہوم یہ ہے کہ ابتدائی کے زمانہ میں تبلیغ دین کے کام میں جو کوتاہی ہوگئیں ہیں یا جو یہ لوگ الزام لگا رہے ہے (ذنب) سب سے درگزر کیا جاتا ہے اور ان الزامات سے بھی آپ بری ہیں جو ان لوگوں نے آپ سے چسپاں کردیے ہیں۔(۴۰:۵۵، ۱۹:۴۷، ۴:۴۸) آپ تو ہماری حفاظت میں ہو، میں ہر وقت آپ کو دیکھ رہا ہوں، گھبرانا نہیں، کامیابی آپ کی ہے۔

سورہ انبیاء۲۱:۲۶، وہ لوگ کہتے ہیں کہ اللہ نے اپنے لیے اولاد بنائی ہے وہ پاک ہے اس بات سے (جن کو وہ لوگ اس کے بیٹے بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ تو اس کے عزت والے بندے ہیں۔

۲۱:۲۷۔اس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔

سورہ احزاب۳۳:۲۔اور یہ بھی کہہ دو کہ جو کتاب تم کو تمہارے رب کی طرف سے وحی کی جاتی ہے اس کی پیروی کرنا بے شک اللہ تمہارے سب عملوں سے خبردار ہے۔

۳۳:۲۱۔(مسلمانو!) درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول (کے عادات واخلاق) میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہو یعنی اس کے قانون پر عمل کرتا ہو۔

سورۃ الممتحنہ۶۰:۷۔عجب نہیں کہ اللہ تم میں اور ان لوگوں میں جو تم سے دشمنی رکھتے ہیں دوستی پیدا کردے (اگر تم ان کے ساتھ نرم اور اچھا برتاؤ کروگے) اور اللہ ہر چیز کے اندازے بنانے والا ہے اور بخشنے والا مہربان ہے۔

قرآن کی شہادت کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔

سورہ یٰسین:۳۶، ۱ تا ۳، (اے سید محمد) حکمت سے بھرا یہ قرآن شاہد ہے کہ یقیناً آپ رسولوں میں سے ہو۔

اتَّبِعْ مَاأُوحِيَ إِلَيْكَ مِن رَّبِّكَ لا إِلَٰهَ إِلَّاهُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِينَ (الانعام:۱۰۶)

تمہارے رب کی طرف سے تمہارے لیے جو احکام نازل کیے جاتے ہیں ان کی پیروی کرو۔

قَدْجَاءَكُم بَصَائِرُ مِن رَّبِّكُمْ فَمَنْ أَبْصَرَ فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا وَمَاأَنَاعَلَيْكُم بِحَفِيظٍ (الانعام:۱۰۴)

لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بصیرت آموز (کتاب) آچکی ہے اب جو کوئی اس سے دل و دماغ کو روشن کرے تو اس کا فائدہ اس کو ہوگا اور جو اس سے اندھا ہو جائے تو اس کا وبال بھی اسی کے سر ہوگا اور میں تم پر کوئی نگراں اور محافظ نہیں ہوں۔

وَاتَّبِعْ مَايُوحَى إِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتَّىٰ يَحْكُمَاللَّهُ وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ (یونس:۱۰۹)

اور (اے رسول) تمہیں وحی کے ذریعہ جو حکم دیا جا رہا ہے اس کی پیروی کرو اور (تکلیفوں کا) ہمت کے ساتھ مقابلہ کرو یعنی صبر کے ساتھ یہاں تک کہ اللہ (تمہارے اور کافروں کے درمیان) فیصلہ کرے اور وہی سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

اللہ نے عام انسانوں کو ہی وحی کی پیروی کا پابند نہیں کیا بلکہ رسول کو بھی اس وحی کی پیروی کا حکم دیا۔ آیات پیش ہیں:

قُل لَّا أَقُولُ لَكُمْ عِندِي خَزَائِنُ اللَّهِ وَلَا أَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَا أَقُولُ لَكُمْ إِنِّي مَلَكٌ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّامَايُوحَى إِلَيَّ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْأَعْمَىٰ وَالْبَصِيرُ أَفَلَاتَتَفَكَّرُونَ (یونس:انعام)

کہدو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھ پر اللہ کی طرف سے حکم آتا ہے (إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّامَايُوحَى إِلَيَّ) اور کہدو بھلا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوتا ہے؟ تو پھر غور نہیں کرتے؟

وَإِذَالَمْ تَأْتِهِم بِآيَةٍ قَالُوا لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَاقُلْ إِنَّمَاأَتَّبِعُ مَايُوحَى إِلَيَّ مِن رَّبِّي هَٰذَابَصَائِرُمِن رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌلِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ (الاعراف:۲۰۳)

اور جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے کیوں نہیں بنالی، کہدو میں تو اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس آتا ہے (انما اتبع مایوحیٰ الی من ربی) قرآن تمہارے رب کی جانب سے دانش و بصیرت اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

وَإِذَاتُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَابَيِّنَاتٍ قَالَ الَّذِينَ لَايَرْجُونَ لِقَاءَنَاائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَاأَوْبَدِّلْهُ قُلْ مَايَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّامَايُوحَى إِلَيَّ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي

عَذَابَ یَوْمٍ عَظِیْمٍ (یونس:۱۵)

جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں گی تو وہ لوگ جن کو (مرنے کے بعد) ہمارے سامنے آنے کی امید نہیں (رسول سے) کہیں گے (چوں کہ اس قرآن میں ہمارے بتوں) کی برائی ہے (اس لیے) تم اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ (جس میں ہمارے بتوں کی برائی نہ ہو) کہہ دینا کہ مجھ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں میں تو اس حکم کا پابند ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے، اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں (اور اس قرآن کا ایک حرف بھی بدل دوں) تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ کہیں مجھ پر عذاب کا بہت بڑا دن نہ آ جائے۔

قُلْ مَا کُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَمَا أَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَلَا بِکُمْ إِنْ أَتَّبِعُ إِلَّا مَا یُوحٰی إِلَیَّ وَمَا أَنَا إِلَّا نَذِیْرٌ مُّبِیْنٌ (الاحقاف:۹)

کہہ دو کہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیو سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو کھلا ڈرانا ہے۔

إِنَّا أَنْزَلْنَا إِلَیْکَ الْکِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْکُمَ بَیْنَ النَّاسِ بِمَا أَرَاکَ اللّٰهُ وَلَا تَکُنْ لِّلْخَائِنِیْنَ خَصِیْمًا (النساء:۱۰۵)

ہم نے یہ کتاب (قرآن) تم پر سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تا کہ تم اللہ کے نازل کیے ہوئے فرمان کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والے بے ایمانوں کی طرف سے بحث نہ کرنا۔

اتَّبِعْ مَا أُوحِیَ إِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ لَا إِلٰهَ إِلَّا هُوَ وَأَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (الانعام:۱۰۶)

تمہارے رب کی طرف سے تم پر جو احکام نازل کیے جاتے ہیں ان کی پیروی کرو۔

اتَّبِعُوْا مَا أُنْزِلَ إِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖ أَوْلِیَاءَ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ (الاعراف:۳)

لوگو! جو کتاب تمہارے لیے تمہارے رب کے یہاں سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو مگر تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

وَأَنِ احْکُمْ بَیْنَهُمْ بِمَا أَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ أَنْ یَّفْتِنُوْکَ عَنْ بَعْضِ مَا أَنْزَلَ اللّٰهُ إِلَیْکَ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ أَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ أَنْ یُّصِیْبَهُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ وَإِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفَاسِقُوْنَ (مائدہ:۴۹)

اور جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے، اس کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے ہوشیار رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل کیا ہے اس سے وہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔

استدلال: نبی کریم قرآن کو نہیں بدل سکتے تھے اور نہ ہی اس کے خلاف خود عمل کر سکتے تھے اور نہ دوسروں کو بتا سکتے تھے نبی اس حکم کے پابند تھے جو آیات سے ظاہر ہو رہا ہے اور نبی خود اپنی زبان سے اقرار کر رہے

ہیں کہ میں اس وحی کا پابند ہوں جو مجھ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے یعنی قرآن، پھر قوم نے کیسے تسلیم کرلیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم فرمایا ہے اور یہی سنت ہے مگر وہ قرآن کے خلاف ہے کیا یہ تسلیم کرنا درست ہے؟ ہرگز نہیں، قرآن شاہد ہے پھر زنا کی سزا، طلاق کا طریقہ، نماز کا طریقہ، یہاں تک کہ بہت معاملات ایسے ہیں جو قرآن سے متصادم ہیں، کیا نبی ایسا فرما سکتے تھے؟

جیسے زنا کی سزا میں ۱۰۰ کوڑے ہیں مگر نبی کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ شادی شدہ کی سزا سنگسار کرنا ہے، قرآن میں تو اس کا ذکر نہیں پھر نبی نے کیسے فرما دیا؟ ہرگز نہیں نبی نے وہ فرمایا اور عمل کیا جو قرآن میں ہے یعنی ۱۰۰ کوڑے، مگر نفس پرستوں نے اپنی طرف سے سزا بدل دی اور الزام نبی پر لگا دیا، جو ستم ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مایوحیٰ ماانزل اللہ کی اتباع کا حکم فرمایا ہے۔

اب قرآنی رہنمائی میں یہ دیکھنا ہے کہ اللہ نے کس چیز کو **مایوحیٰ، ماواوحیٰ اور ماانزل اللّٰہ** فرمایا ہے۔ اللہ نے رسول پر کیا نازل کیا اور کس کا حکم دیا ہے۔

سورہ انعام ۶: ۱۹۔ اور میری طرف یہ قرآن وحی فرمایا ہے **واوحی الی ھذاالقرآن**

سورہ یوسف ۱۲: ۲۔ **اوحینا الیک ھذاالقرآن** ہم نے آپ کی طرف یہ قرآن وحی فرمایا ہے۔

سورہ شوریٰ ۴۲: ۷۔ **وکذلک اوحینا الیک قرآنا عربیا** اور اسی طرح ہم نے آپ پر عربی زبان میں قرآن نازل کیا ہے۔

سورہ القصص ۲۸: ۸۵۔ بے شک وہ ذات جس نے آپ پر قرآن فرض کیا ہے آپ کو لوٹنے کی جگہ پر (کامیاب و کامران) لوٹا لے جائے گا۔

سورہ فرقان ۲۵: ۳۱۔ اور رسول کہے گا کہ اے رب میری قوم نے اس قرآن کو اپنے غلط عقیدوں کا پابند بنا رکھا تھا۔ چھوڑ رکھا تھا اور ایک طرح سے جھاڑ پھونک کا منتر بنا رکھا تھا۔

نوٹ:۔ اس آیت میں رسول سے مراد کون ہے۔ اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مانا جائے تو ان کا انتقال ہو چکا ہے اور قرآن کی شہادت کے مطابق وہ آخری نبی ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا لیکن آیت میں رسول کو اللہ سے شکایت کرتے بتایا گیا ہے اور یہ شکایت رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے تب ہی ہو سکتی ہے جب کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک ہر انسان کو دیکھتے رہیں لیکن یہ ناممکن ہے اور اگر ممکن مانا جائے تو رسالت جاری ماننی پڑے گی مگر قرآن کے مطابق یہ بھی غلط ہے اس لیے یہ شکایت رسول بشر کی طرف سے نہیں ہوگی بلکہ قرآن جو رسول ہے وہ شکایت کرے گا کیوں کہ قوم نے حقیقت میں قرآن کو چھوڑ رکھا ہے۔ اللہ رحم کرے۔

قرآن کی فریاد: حقیقت میں میں ہوں ایک ضابطہ حیات، قوم پڑھ رہی ہے ایک جادو کی طرح میں نے آواز دی ایک حق راہ کی لوگ چل رہے ہیں اندھوں کی طرح میں نے کہا حقیقت میرے پاس ہے پیر کہتا ہے یہ سب بکواس ہے۔

سورہ حم السجدہ ۴۱:۲۶۔اور کافر (آپس میں ایک دوسرے کو) کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنو اور شوروغل مچایا کرو تا کہ تم غالب آجاؤ۔

قرآن کافی ہے

سورہ عنکبوت ۲۹:۵۱۔کیا لوگوں کے لیے کافی نہیں (یقیناً کافی ہے) کہ ہم نے آپ پر اپنی کتاب نازل کردی جو ان پر پڑھی جاتی ہے۔ بے شک اس میں رحمت اور نصیحت ہے اس قوم کے لیے جو ماننے والی ہے۔

اللہ کافی ہے

سورہ الزمر ۳۹:۳۶۔کیا اللہ اپنے بندوں کے لیے کافی نہیں؟ (کافی ہے)

جس طرح بحیثیت الہٰ ہونے کے کفایت اللہ میں کسی قسم کی کمی تک کی گنجائش نہیں اسی طرح انسانوں کے لیے مکمل ضابطہ حیات ہونے کی حیثیت سے قرآن کافی ہے۔اس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش تک موجود نہیں۔

سورہ الزمر ۳۹:۴۱۔ہم نے انسان کی ہدایت کے لیے یہ کتاب سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو جو کوئی اس سے ہدایت حاصل کرے گا اس کا فائدہ اس کو ہوگا اور جو کوئی (اس کو چھوڑ کر) گمراہ ہوگا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔

جبراً مسلمان نہیں بنایا جائے گا قرآن کے ذریعہ نصیحت کرنا ہے

سورہ ق ۵۰:۴۵۔وہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور آپ کا کام جبراً (مسلمان بنانا) نہیں ہے لہٰذا جو شخص ہمارے عذاب کی سختی سے ڈرتا ہو اسے قرآن کے ذریعہ نصیحت کرتے رہو۔

قرآن اپنی تفسیر خود کرتا ہے اور ہر چیز کا بیان

سورہ فرقان ۲۵:۳۳۔اور لوگ آپ کے پاس اس کتاب کا مثل نہیں لائیں گے یقیناً ہم ہی ہیں جو آپ کے پاس اپنا حق (قرآن) بھی لاتے ہیں اور اس کی احسن تفسیر بھی لاتے ہیں۔

سورہ نحل ۱۶:۸۹۔ہم نے تم پر (ایسی) کتاب نازل کی ہے کہ (اس میں) ہر چیز کا بیان (مفصل) ہے اور مسلمانوں کے لیے ہدایت رحمت اور بشارت ہے۔

سورہ یوسف ۱۲:۱۱۱۔ان کے قصے میں عقلمندوں کے لیے عبرت ہے یہ (قرآن) ایسی بات نہیں ہے جو بنائی گئی ہو بلکہ جو (کتابیں) اس سے پہلے حفاظت کے درمیان ہیں ان کی تصدیق کرنے والا ہے اور ہر چیز کی تفصیل کرنے والا ہے اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے۔

سورہ نحل ۱۶:۶۴۔(اے رسول) ہم نے تجھ پر کتاب اس لیے نازل کی ہے کہ جن باتوں میں وہ

لوگ اختلاف کر رہے ہیں ان کی حقیقت ان پر واضح کر دے اور ان لوگوں کے لیے ہدایت اور رحمت ہے جو ایمان لائے۔

سورہ شوریٰ ۴۲:۱۰۔ اور تم جن باتوں میں اختلاف کرتے ہو اس کا فیصلہ اللہ کے اختیار میں ہے وہی میرا رب ہے اسی پر میرا بھروسہ ہے، میں اس کا فرمانبردار ہو چکا ہوں۔

سورہ انعام ۶:۱۵۴۔ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی تا کہ ان لوگوں پر جو نیک ہیں نعمت پوری کر دیں اور ہر چیز کا بیان ہے۔ ہدایت اور رحمت ہے تا کہ لوگ اپنے رب کے روبرو حاضر ہونے کا یقین کریں۔

۶:۱۵۵۔ اور یہ کتاب (قرآن) بھی اسی طرح ہے جسے ہم نے نازل کیا ہے بابرکت ہے لہٰذا اس پر عمل کرو اور اللہ کی نافرمانی سے بچو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

۶:۱۵۵۔ اور تم یوں نہ کہو کہ ہم سے پہلے دو ہی گروہوں پر کتابیں اتری ہیں اور ہم ان کے پڑھنے سمجھنے سے بے خبر تھے۔

سورہ یونس ۱۰:۳۸۔ کیا وہ لوگ کہتے ہیں کہ رسول نے اس کو اپنی طرف سے بنالیا ہے کہہ دو کہ اگر تم سچے ہو (اپنے قول میں) تو تم بھی اسی طرح ایک سورت یعنی ایک "قانون جو ضابطہ حیات ہے بنالاؤ اور اللہ کے سوا جن کو تم بلاسکو بلالو۔

قرآن چھپانے پر عذاب

سورہ بقرہ ۲:۱۵۹۔ جو لوگ ہماری نازل کی ہوئی روشن تعلیمات اور ہدایت کو چھپاتے ہیں (درآں حالیکہ) ہم انہیں سب انسانوں کی رہنمائی کے لیے اپنی کتاب میں بیان کر چکے ہیں۔ یقین جانو کہ اللہ بھی ان پر لعنت کرتا ہے اور تمام لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں۔

نازل شدہ وحی کے خلاف عمل کرنے پر رسول کے لیے اللہ نے کیا فرمایا:

سورہ الحاقہ ۶۹:۳۸۔ پس ان کی شہادت کافی نہیں جو تمہیں نظر آتی ہیں۔

۶۹:۳۹۔ اور ان میں بھی غور کرو جو تم کو نظر نہیں آتیں۔

۶۹:۴۰۔ (یعنی کائنات کی ہر شئے گواہی دیتی ہے کہ) یہ قرآن اللہ کا کلام ہے ایک معزز فرشتہ کا (لایا ہوا)

۶۹:۴۱۔ یہ کسی شاعر کا کلام نہیں ہے مگر تم لوگ بہت کم یقین لاتے ہو۔

۶۹:۴۲۔ اور نہ کسی کاہن کا قول ہے مگر تم لوگ بہت کم غور کرتے ہو۔

۶۹:۴۳۔ یہ قول پروردگار عالم کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

۶۹:۴۴۔ اگر یہ (رسول) ہمارے بارے میں اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ کر لاتا۔

۶۹:۴۵۔تو ہم اس کو دا ہنے ہاتھ یعنی پوری قوت سے پکڑ لیتے۔

۶۹:۴۶۔پھران کی رگ گردن کاٹ ڈالتے۔

۶۹:۴۷۔پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوتا۔

۶۹:۴۸۔حقیقت یہ ہے کہ یہ قرآن پرہیزگاروں کے لیے نصیحت ہے۔

سورہ تکویر ۸۱:۱۹۔کہ یہ قرآن ایک عالی مقام فرشتے کے ذریعہ لایا ہوا (اللہ کا قول ہے)

۸۱:۲۰۔جو بڑی قوت والا عرش والے کے نزدیک بڑے مرتبہ والا ہے۔

۸۱:۲۱۔مانا ہوا سردار اور امانت دار ہے۔

۸۱:۲۲۔اور تمہارا ساتھی (محمد) دیوانہ نہیں ہے۔

۸۱:۲۳۔بے شک انہوں نے اس فرشتے کو روشن افق پر دیکھا ہے۔

۸۱:۲۴۔اور نبی پوشیدہ باتوں کے (جو ان کو بتائی جاتی ہیں بتانے) میں بخیل نہیں ہیں۔

۸۱:۲۵۔اور وہ شیطان مردود کا قول نہیں ہے۔

۸۱:۲۶۔پھر تم (قرآن) کو چھوڑ کر کدھر بھکے جا رہے ہو۔

۸۱:۲۷۔وہ ذکر جہاں کے لوگوں کے لیے رہنما ہے۔

۸۱:۲۸۔تم میں سے ہر اس شخص کے لیے جسے (زندگی کے) سیدھے رستے کی تلاش ہو۔

سورہ الشعرا ۲۶:۱۹۲۔اور یہ قرآن رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔

۲۶:۱۹۳۔اس کو امانت دار فرشتہ لے کر اترا ہے۔

۲۶:۱۹۴۔(یعنی اس فرشتے نے) آپ کے دل پر (القا کیا ہے) تا کہ آپ لوگوں کو ڈرائیں۔

۲۶:۱۹۵۔(اور القا کا بھی) صاف عربی زبان میں کیا ہے۔

۲۶:۱۹۶۔اور یہ قرآن اگلی کتابوں میں بھی لکھا ہوا ہے۔

سورہ النجم ۵۳:۱۔شاہد ہے روشن ستارہ (یعنی محمد) جب وہ خواہش کرتے ہیں (یعنی قوم کے راہ راست پر آنے کی)۔

۵۳:۲۔(ان کی خواہش سیدھی راہ کی ہے) یعنی تمہارا رفیق نہ بھٹکا ہے نہ بہکا ہے۔

۵۳:۳۔وہ اپنی خواہش نفس سے نہیں بولتے۔

۵۳:۴۔(اور کیا ہے ان کی خواہش) یہ تو ایک وحی ہے جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۹۴۔کہ جب کبھی اللہ کی ہدایت (دنیا میں) آئی تو صرف اس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیا کہ (حیرت زدہ ہو کر) بولے کیا اللہ نے (ہماری طرح کا) ایک انسان رسول بنا کر بھیجا ہے۔

۱۷:۹۵ ۔ کہدواگر زمین پر فرشتے بسے ہوئے ہوتے اوراطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم یقیناً آسمان سے ایک فرشتہ رسول بنا کرا تار دیتے ۔

سورہ الحجر ۱۵:۶ ۔اور (کفار) کہتے ہیں کہ اس شخص جس پر یہ نصیحت کی کتاب نازل ہوئی ہے تو تو دیوانہ ہے ۔

۱۵:۷ ۔اگر تو سچا ہےتو ہمارے پاس فرشتوں کو کیوں نہیں لے آتا ۔

۱۵:۸ ۔(کہدو) ہم فرشتوں کو نازل نہیں کرتے مگر حق کے ساتھ اور (جب فرشتے نازل کرتے ہیں تو)اس وقت انہیں مہلت نہیں ملتی (یعنی وہ قیامت کی نشانی ہوگی) ۔

نوٹ: ۔لیکن علماء کرام نے اس فرشتوں والی نشانی کو ۴۳:۶۱ میں حضرت عیسیٰ سے منسوب کر دیا ہے یعنی عیسیٰ کا آنا قیامت کی نشانی ہے جب کہ یہ غلط ہےاس لیے کہ اللہ کہتا ہے کہ قیامت اچانک آئے گی اور علماء فرماتے ہیں کہ عیسیٰ آئیں گےاور وہ قیامت کی نشانی ہوگی گویا عیسیٰ کے آنے کے کافی دنوں بعد قیامت کا آنا لکھا ہےاس لیےاتنے دنوں پہلے انسانوں کوقیامت کا علم ہو جائے گا کہ اب آنے والی ہے ۔پھر اللہ کی بات کہ قیامت اچانک آئے گی غلط ثابت ہورہی ہے (نعوذ) کیا اللہ کی بات غلط ہوسکتی ہے؟ ہرگز نہیں اس لیے علماء کی بات ہی غلط ہےاور درست یہ ہے جو اللہ نے فرمادی ہے کہ جب فرشتے زمین پر آئیں گے وہ تو قیامت کی نشانی ہے ۔ ویسے ہروقت اس کائنات میں فرشتے اپنی صلوٰۃ یعنی جوان کے سپرد خدمات ہیں،اس میں سرگرم عمل رہتے ہیں ۔ یہ ہے حقیقت مگر ہمارے یہاں یہود ونصاریٰ کے عقائد کو اسلامی عقائد بنا کر پیش کیا گیا ہے جب کہ غلط ہےاور اس غلط عقیدے کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کر دیا گیا ہے کہ نبی نے ہی فرمایا ہے کہ عیسیٰ آسمان پر زندہ ہے اور وہ قرب قیامت مسلمانوں کی خراب حالت درست کرنے کے لیے دوبارہ اس زمین پر آئیں گے ۔وہ قیامت کی نشانی ہوں گے ،کیا نبی قرآن کے خلاف فرما سکتے تھے جب کہ قرآن قیامت کی نشانی فرشتوں کا آنا بتا رہا ہے ۔ قوم ان باتوں پر غور کرے اور نبی سے جن غلط باتوں کو منسوب کر رکھا ہےان کو دور کرے ۔اس میں خیر ہے ۔ قرآن پر عمل کرنا اوراس کو عوام کو بتانا ہی نبی کی سیرت پاک ہے ۔

سورہ المومنون ۲۳:۲۳ ۔اور ہم نے نوح کوان کی قوم کی طرف بھیجا تو انہوں نے ان سے کہا کہ اے قوم اللہ کی ہی عبادت کرواس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں کیا تم ڈرتے نہیں ۔

۲۳:۲۴ ۔تو ان کی قوم کے سردار جو کافر تھے، کہنے لگے کہ یہ تو تم ہی جیسا آدمی ہےتم پر بڑائی حاصل کرنا چاہتا ہےاور اگر اللہ چاہتا تو فرشتے اتار دیتا ۔ہم نے اپنے اگلے باپ دادا کے زمانے میں تو یہ بات کبھی نہیں سنی ۔

۲۳:۲۵ ۔کچھ نہیں وہ شخص پاگل ہو گیا ہے (اس کی باتوں پر کان نہ دھرو کچھ دنوں تک اور دیکھ لو (شاید آرام ہو جائے) (۲۳:۳۱ تا ۳۶)

ادنیٰ درجے کے لوگوں نکالو

ہود ۱۱: ۲۷

اس پر اس کی قوم کے سرداروں نے جو کفر پر اڑے تھے کہا ہمیں تو اس کے سوا کوئی بات نظر نہیں آتی کہ تم یقیناً ہماری طرح کے آدمی ہو اور جو کوئی تمہاری پیروی کر رہے ہیں ان میں وہی لوگ نظر آتے ہیں جو ادنیٰ درجے کے ہیں اور بے سوچے سمجھے تمہارے پیچھے ہو لیے ہیں اور ہم نہیں سمجھتے کہ تم لوگ ہم سے بہتر اور افضل ہو بلکہ ہمارا تو خیال ہے کہ تم جھوٹے ہو۔

الزخرف ۴۳: ۳۶۔ اور جو شخص اللہ کے ذکر قرآن کی طرف سے آنکھیں بند کر لیتا ہے ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں تو وہ اس کا ساتھی بن جاتا ہے۔

نبی کا جواب

سورہ ہود ۱۱: ۳۰۔ اے میری قوم! اگر میں ان (ایماندار غریبوں) کو اپنے پاس سے نکال دوں تو اللہ کے عذاب سے بچانے کے لیے کون میری مدد کر سکتا ہے بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔

۱۱: ۳۱۔ اور میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں نہ یہ کہتا ہوں کہ میں غیب کی باتیں جانتا ہوں اور یہ نہیں کہتا کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ ان لوگوں کی نسبت جن کو تم حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو کہتا ہوں کہ اللہ ان کو بھلائی (یعنی نیک عمل کی جزا) نہیں دے گا۔ جو ان کے دلوں میں ہے اسے اللہ خوب جانتا ہے۔ اگر میں ایسا کہوں تو میں ظالموں سے ہو جاؤں گا۔

سورہ الانعام ۶: ۵۳۔ بات یہ ہے کہ ہم بعض کو بعض سے آزماتے ہیں اور کہتے ہیں کیا یہی لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہمارے درمیان سے انعام کے لیے چن لیا ہے۔ کیا اللہ فرمانبرداروں کو نہیں جانتا۔

۶: ۵۴۔ اور جب آپ کے پاس وہ لوگ جو ایمان لائیں ہماری آیتوں پر تو آپ ان سے کہو تم پر سلامتی ہو اللہ کی۔ اللہ نے اپنے لیے یہ طے کر لیا ہے کہ ایسے ایمان داروں پر رحمت کرے جو نادانی سے گناہ کرتے ہیں اور جلدی ہی سچے دل سے توبہ کر کے اپنی اصلاح کر لیتے ہیں تو اللہ بخشنے والا اور بڑا غفور رحیم ہے۔

ہود ۱۱: ۲۹۔ اور اے قوم! میں تو اس نصیحت کے بدلے تم سے مال و زر کا خواہاں نہیں ہوں۔ میرا صلہ تو اللہ کے ذمہ ہے اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ان کو نکالنے والا نہیں ہوں، وہ تو اپنے رب سے ملنے والے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ تم لوگ نادانی کر رہے ہو۔

الشعراء ۲۶: ۱۱۱۔ قوم نے جواب دیا کہ ہم تجھ کو رسول مان لیں؟ جب کہ تیری پیروی کرنے والے رذیل لوگ ہیں۔

۲۶: ۱۱۲۔ نوح نے کہا مجھے کیا خبر کہ وہ پہلے کیا کرتے تھے۔

۲۶:۱۱۳۔ان کے اعمال کا حساب تو میرے رب کے ذمہ ہے اگر تمہیں شعور ہو تو۔
۲۶:۱۱۴۔اور میں ایمان والوں کو دھکے دے کر نکال دینے والا نہیں ہوں۔
۱۵:۸۸۔اور ہم نے کفار کی کئی جماعتوں کو جو فائدہ دیا ہے تم ان کی طرف (رغبت سے) آنکھ اٹھا کر نہ دیکھنا اور نہ ان کے حال پر افسوس کرنا اور مومنوں سے تواضع سے پیش آؤ۔سورہ عبس میں بھی حکم ہے۔
سورہ عبس: ۸۰:۱۔وہ ترش رو ہوا اور بے رخی برتی
۸۰:۲۔اس بات پر کہ ایک نابینا اس کے (یعنی محمد کے) پاس آیا۔
۸۰:۳۔آپ کو اللہ سے بڑھ کر اور کون بتا سکتا ہے؟ شاید وہ نابینا (جس کو وہ جھڑک رہا ہے) سدھر جائے۔
۸۰:۴۔یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے مفید ہو جائے۔
۸۰:۵۔اور جو پروا نہیں کرتا۔
۸۰:۶۔کیا آپ اس کی طرف توجہ کریں گے (مومن کو چھوڑ کر)۔
۸۰:۷۔حالانکہ آپ پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ نہ سنورے۔
۸۰:۸۔(آپ پوری توجہ اس کی طرف دیں) جو خود تمہارے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے۔
۸۰:۹۔اور ڈر رہا ہوتا ہے اللہ کے خوف سے۔
۸۰:۱۰۔کیا آپ اس سے بے رخی برتیں گے؟ ہرگز نہیں آپ اس سے بے رخی نہیں برتیں گے۔
۸۰:۱۱۔تو سنو! یہ تو ایک نصیحت ہے۔
۸۰:۱۲۔جس کا دل چاہے اسے قبول کرے۔

نوٹ:۔ان آیات کا ترجمہ اور تفسیر عالموں نے ایسا کیا ہے گویا نبی نے اس نابینا کو جھڑک دیا اور ترش رو ہوئے۔ جب کہ نبی کو اللہ کا جو حکم ہے وہ بالا آیات میں درج ہے پھر بھی ان آیات سے صرف نظر کیا ہے اور ایسا لکھا ہے گویا نبی نے نابینا کو جھڑک دیا جو ناممکن ہے ان آیات کے بارے میں دوسرے حصہ میں لکھا جائے گا۔

نبی اور مومنوں کو غالب ہونے کی بشارت

اللہ نے ہر مرحلہ اور اہم کام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور مومنین کے لیے خوشخبریاں دیں جن پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان اصحاب نے عمل کیا اور کامیاب ہوئے اور یہی ہدایات قیامت تک آنے والے مومنین کے لیے رہنما ہدایات ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے مگر آج کل قوم نے ان راہوں کو چھوڑ دیا اور دوسری راہیں اختیار کر لیں جن کی وجہ سے مغلوب ہو گئے۔ذیل میں آیات پیش ہیں۔

سورہ روم ۳۰:۱۔اے محمد!
۳۰:۲۔آپ نے جو چاہا ہے یعنی جو آپ کی خواہش ہے غالب ہونے کی، آپ کو اور جو مسلمان آپ

پر ایمان لائے ہیں ان کو مغلوب کر دیا کمزور کر دیا ہے۔

۳:۳۰۔کم زمین میں یعنی مکہ اور طائف کی زمین میں گھر گئے ہیں۔مغلوب ہو گئے ہیں لیکن گھبرانے کی بات نہیں ہے۔عنقریب مغلوب ہونے کے بعد غالب آجائیں گے۔

۴:۳۰۔چند ہی سال میں اور پہلے بھی اللہ کے حکم سے مومن غالب ہوئے ہیں اور بعد میں بھی اللہ کے حکم سے غالب ہوں گے اور اس دن مومن خوش ہو جائیں گے (دین بھی غالب ہو جائے گا)۔

۵:۳۰۔یعنی اللہ کی مدد سے اللہ کی مدد مومنوں کے ساتھ ہے اس کے ساتھ جو اپنے نیک عمل سے لینا چاہے اللہ اس کو مدد دیتا ہے اور وہ غالب اور مہربان ہے۔

۶:۳۰۔یہ اللہ کا وعدہ ہے اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

غالب ہونے کی شرط

سورہ آل عمران ۱۳۹:۳۔اور (ایمان کے دعویدارو! ہر کام کو اس کے وقت پر کیا کرو اس میں) نہ تم سستی کیا کرو اور نہ (اپنی سستی کے بدلے میں اگر کبھی ہو جائے) اس میں غم نہ کیا کرو تم ہی غالب ہو گے اگر تم (ہمارے ہر حکم کو) ماننے والے یعنی مومن ہو۔

نوٹ:۔غالب ہونے کے لیے مومن ہونا شرط ہے۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب جب مومن بنے تو اللہ نے ان کو غالب کیا اور جب بعد والے مشرک ہوئے فرقوں میں تقسیم ہو کر تو مغلوب ہو گئے اور آج ذلت کے اس مقام پر پہنچ گئے جہاں غالباً کسی زمانہ میں کوئی قوم نہیں پہنچی۔ہر آدمی کے سامنے ہے اس لیے ضروری ہے کہ یہ قوم جلد از جلد مومن ہو جائے اسی میں خیر ہے اور یہی رسول کی سنت ہے۔

سب رسول برابر ہیں ان میں فرق کرنا غلط ہے
نبی نے کبھی یہ نہیں کہا کہ میں سب سے بڑا ہوں

سورہ بنی اسرائیل ۱۰۱:۱۷۔اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے موسیٰ کو نو کھلی نشانیاں (معجزے) دیں تو بنی اسرائیل سے دریافت کر لو جب وہ ان کے پاس آیا تو فرعون نے اس سے کہا اے موسیٰ میں خیال کرتا ہوں کہ ضرور کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے۔

۵۵:۱۷۔جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں تیرا رب ان سب سے اچھی طرح واقف ہے (سب کے حالات ایک سے نہیں ہیں چنانچہ) ہم نے بعض رسولوں کو (ان کی صلاحیت وہمت کے مطابق) بعض پر برتری بخشی ہے (مگر یہ اللہ کا نظام ہے انسانوں کو یہ حق نہیں کہ رسولوں میں فرق کرے) ہم نے داؤد کو زبور دی تھی۔

سورہ بقرہ ۲۵۳:۲۔وہ رسول! ان کو ہم نے یعنی مجھ اللہ نے ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر مرتبے عطا کئے۔ان میں سے بعض ایسے ہیں جن سے اللہ ہم کلام ہوا، کسی کو اس یعنی مجھ اللہ نے دوسری حیثیتوں سے بلند

درجے کیےاور عیسیٰ بن مریم کو روشن نشانیاں عطا کیں اور روح پاک سے اس کی مدد کی اگر اللہ چاہتا تو ممکن نہ تھا کہ ان رسولوں کے بعد جو لوگ روشن نشانیاں دیکھ چکے تھے وہ آپس میں لڑتے (مگر اللہ کسی کو جبراً) نہیں روکتا اور نہ ہی کسی کام کو جبراً کراتا ہے، آدمی کو اختیار دیا ہے چاہے وہ اچھا کرے یا برا، انہوں نے باہم اختلاف کیا پھر کوئی ایمان لایا اور کسی نے کفر کی راہ اختیار کی ہاں اللہ چاہتا (زبردستی) تو وہ ہرگز نہ لڑتے مگر اللہ وہی کرتا ہے جس کا (اپنے مقرر کردہ قانون مشیت کے مطابق ہی وہ) ارادہ کرتا ہے۔

۲:۲۸۵۔ رسول اس ہدایت پر ایمان لایا ہے جو اس کے رب کی طرف سے اس پر نازل ہوئی ہے اور مومن جو رسول کے ماننے والے ہیں انہوں نے بھی اس ہدایت کو دل سے تسلیم کر لیا ہے، یہ سب اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں کو مانتے ہیں اور ان کا قول یہ ہے کہ ہم اللہ کے رسولوں کو ایک دوسرے سے الگ نہیں کرتے یعنی فرق نہیں کرتے، ہم نے سنا اور اطاعت کی، مالک ہم تجھ سے خطا بخشی کے طالب ہیں اور دنیا اور آخرت میں تیرے قانون کی طرف کو لوٹ کر جانا ہے۔

سورہ النساء ۴:۱۵۰۔ جو لوگ اللہ سے اور اس کے رسول سے کفر کر رہے ہیں اور اللہ اور اس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں یعنی عقیدہ بناتے ہیں کہ اللہ کا حکم یہ ہے اور رسول کا یہ ہے، یعنی قرآن کے اندر جو صاف حکم ہے اس پر عمل نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ اس کے بارے میں رسول نے یہ حکم دیا ہے وحی خفی کے ذریعہ اس پر عمل ضروری ہے اللہ کا حکم منسوخ ہو گیا تو یہ فرق ہوا اور بڑا ظلم اور کہتے ہیں کہ ہم بعض رسولوں کو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور چاہتے ہیں کہ اس کے درمیان یعنی ایمان اور کفر کے درمیان کوئی راستہ اختیار کریں۔

۴:۱۵۱۔ بلاشبہ وہ لوگ کافر ہیں اور کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۴:۱۵۲۔ اور جو لوگ کہ اللہ اور اس کے سب رسولوں پر ایمان لائے اور ایمان لانے میں انہوں نے ان میں سے کسی ایک کے درمیان فرق نہیں کیا اللہ ان کے کام کے مطابق ان کو اجر ضرور دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

رسولوں پر نگراں مقرر کرنا

سورہ الجن ۷۲:۲۶۔ وہی غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی کو اپنے غیب ظاہر نہیں کرتا۔

۷۲:۲۷۔ مگر اس رسول پر جسے اس نے اس کام کے لیے پسند فرمایا ہے (اتنا ہی نہیں بلکہ) اس کے ظاہر کاموں جو ظاہر ہاتھ (طاقت) کرتے ہیں اور جو چھپ کر کرتے ہیں ان کو دیکھنے کے لیے نگہبان مقرر کر دیتا ہے (اور بھیدوں کو خود بھی دیکھتا ہے)۔

۷۲:۲۸۔ تاکہ ظاہر ہو جائے کہ انہوں نے اپنے رب کے پیغام پہنچا دیے ہیں یا نہیں اور اس نے ان کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو میں کر رکھا ہے۔ یعنی ہر شی کو گنتی میں شمار کر رکھا ہے۔

نوٹ:۔ جب رسولوں کی نگرانی کے لیے نگراں مقرر کیے جاتے تھے اور نبی کے ہر عمل کو دیکھتے تھے کہ انہوں نے وحی کے مطابق عمل کیا ہے یا نہیں تو ایسی حالت میں رسول قرآن کی خلاف ورزی نہیں کر سکتے تھے لیکن لکھا ملتا ہے کہ یہ کام کیا یہ کہا جب کہ وہ قرآن کے خلاف ہے۔کیا کبھی قوم نے ان باتوں پر غور کیا ہے؟ اگر غور کیا ہوتا تو آج قوم قرآن کی خلاف ورزی کر کے ذلیل وخوار نہ ہوتی جو ہو رہی ہے۔

قرآن جادو کی کتاب نہیں

سورہ الرعد ۱۳:۳۱۔اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا (اس قرآن کے علاوہ) کہ اس کی تاثیر سے پہاڑ چلنے لگتے یا اس سے زمین ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے جلدی بڑی دوریاں طے ہو جائیں یا مردے بول اٹھیں (تب بھی کافر ایمان نہ لاتے)۔

انعام ۶:۱۱۱۔اور اگر ہم ان کے پاس فرشتوں کو بھیج دیتے اور ان سے مردے باتیں کرنے لگتے اور ہم تمام موجودات کو ان کی آنکھوں کے روبرو لاکر جمع کر دیتے تب بھی وہ لوگ ہرگز ایمان نہ لاتے۔

یونس ۱۰:۴۶۔اور اگر تمہیں دکھادیں کچھ اس میں سے جو انہیں وعدے دے رہے ہیں یا تمہیں پہلے ہی زندگی کے دن پورے کر کے وفات دے دیں، پھر ہماری طرف انہیں لوٹنا ہے، پھر ان کا کوئی عمل اللہ سے چھپا نہیں ہے۔

سورہ یونس ۱۰:۵۴۔اور اگر ہر ایک نافرمان شخص کے پاس روئے زمین کی تمام چیزیں ہوں اور بچنے کے لیے بدلے میں سب دے ڈالے اور جب عذاب کو دیکھیں گے تو ندامت کو چھپائیں گے اور ان میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر ظلم نہیں ہوگا۔

حٰم السجدہ ۴۱:۱۳۔(اے محمد! اتنا سمجھانے پر بھی) وہ لوگ نہیں مانتے تو کہہ دو کہ جیسی کڑک عاد وثمود پر ہوئی تھی اسی طرح کی کڑک سے تمہیں خبردار کر رہا ہوں۔

۴۱:۱۴۔اور جب رسول آئے ان کے سامنے اور جو گزر چکے ان سے پہلے سب نے یہی کہا کہ اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو تو کہنے لگے اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے اتار دیتا، سو جو تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کو نہیں مانتے۔

رسول کے اخلاق وعمل میں مومنوں کے لیے بہترین نمونہ

سورہ احزاب ۳۳:۲۱۔(مسلمانو!) درحقیقت تم لوگوں کے لیے اللہ کے رسول کے اخلاق وعادات میں ایک بہترین نمونہ ہے ہر اس شخص کے لیے جو اللہ اور یوم آخر کا امیدوار ہو اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہو۔

انک لعلی خلق عظیم: یعنی اے محمد! تم بلاشبہ حسن اخلاق کے بڑے مرتبہ پر فائز ہو، آپ اپنی تعلیم کا خود مکمل نمونہ تھے۔مجمع عام میں جو کچھ فرماتے، گھر کی تنہائی میں بھی اسی رنگ میں نظر آتے، اخلاق وعمل

اورطہارت وپاکیزگی کا جونکتہ دوسروں کوسکھاتے ، پہلے خوداس کا عملی نمونہ بن جاتے ،انسان کی حالت کا بیوی سے زیادہ کون اندازہ لگا سکتا ہے ۔لوگوں نے ام المومنین حضرت عائشہؓ سے پوچھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟انہوں نے کہا کہ کیاتم قرآن نہیں پڑھتے؟ جو کچھ قرآن میں ہے وہی حضور کے اخلاق وعمل تھے ،یعنی آپ کی ساری زندگی قرآن پاک کی عملی تفسیر تھی اورآپ کااخلاق ہمہ تن قرآن تھا،خودقرآن نے اس کی گواہی دی اوراعلان کیا۔

اس طرح جب رسول کااخلاق سامنے آیاتو انسانوں کا کیا حال ہوا آیات پیش ہیں اوریہی سنت ہے ۔

احزاب۳۳: ۲۲ ۔مسلمانوں کے ایمان کا یہ حال تھا کہ جب انہوں نے لشکر کو دیکھا تو بول اٹھے یہ وہی ہے جس کا وعدہ اللہ اور رسول نے دیا تھا اوراللہ اوراس کے رسول کی بات سچی نکلی اوراس حملے نے ان کے ایمان اوراطاعت کواور بڑھادیا۔

الرعد۱۳: ۷ ۔جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کررکھی ہے وہ کہتے ہیں کہ اس پراس کے رب کی طرف سے کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوتا ۔اے رسول تم تو صرف خبردار کرنے والے ہو،ہرقوم میں ایک رہنما ہوا ہے ۔

معجزے

الرعد۱۳: ۹ ۔وہ پوشیدہ اورظاہر ہر چیز کا جاننے والا ہے،وہ بزرگ ہےاور ہرحال میں بالاتر رہنے والا ہے۔

سورہ انعام ۱۶: ۳۵ ۔اوراگران کی روگردانی آپ پر شاق گزرتی ہےتو اگر طاقت ہوتو زمین میں کوئی سرنگ ڈھونڈ ھ نکالو یا آسمان میں سیڑھی بنالو پھران کے پاس کوئی معجزہ لاؤ اوراگر اللہ کا قانون چاہتا تو سب کو ہدایت پر جمع کردیتا بس آپ ہرگز نادانوں میں نہ ہونا ۔

۱۳: ۳۶ ۔بات یہ ہے کہ قبول وہی کرتے ہیں جو سنتے بھی ہوں اورمردوں کو اللہ (قیامت ہی کو) اٹھائے گا،پھراس کی طرف لوٹ کر جائیں گے ۔

۱۳: ۳۷ ۔اور کہتے ہیں کہ ان کے پاس پروردگار کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی کہہ دونشانی اتارنا اللہ کا اختیار ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۔

عنکبوت۲۹: ۵۲ ۔کیاان لوگوں کے لیے یہ کافی نہیں ہے کہ ہم نے آپ پر کتاب قرآن نازل کی جو ان پر پڑھ کر سنائی جاتی ہے (یہ بہت بڑامعجزہ ہے) بےشک اس میں ان لوگوں کے لیے جن کے دلوں میں ایمان ہے،رحمت اورنصیحت ہے ۔

سورہ بقرہ ۲: ۱۸ ۔نادان لوگ کہتے ہیں کہ اللہ خودہم سے بات کیوں نہیں کرتا یا کوئی نشانی ہمارے پاس کیوں نہیں آتی ،ایسی ہی باتیں ان سے پہلے لوگ بھی کیا کرتے تھے ۔ان سب کے دل ایک جیسے ہیں یقین لانے والوں کے لیےتو ہم نشانی صاف صاف نمایاں کرچکے ہیں ۔

۲:۱۱۹ اے رسول! بلاشبہ ہم نے تم کو حق (قرآن) دے کر اس کے احکام کی پابندی کرنے والوں کو بہتر جزا کی خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اہل جہنم کے بارے میں تم سے سوال نہیں کیا جائے گا۔

سورہ نساء ۴:۱۵۳۔ (اے رسول! اہل کتاب تم سے فرمائش کریں گے کہ تم ان پر آسمان سے لکھی لکھائی کتاب نازل کرادو) یہ کوئی نئی بات نہ ہوگی ان کے آباواجداد) موسیٰ سے اس سے بھی بڑی بڑی فرمائش کر چکے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا موسیٰ اللہ کو ہمارے سامنے لے آ تا کہ ہم اسے دیکھ لیں، ان کی اس سرکشی کے جرم میں ان پر بجلی گری، باوجود یہ کہ (دین حق کے) روشن دلیلیں ان کے پاس آ چکی تھیں پھر بھی وہ بچھڑے کی پوجا کرنے لگے۔ اس پر بھی ہم نے ان سے درگزر کیا اور موسیٰ کو کھلا غلبہ دیا۔

سورہ رعد ۱۳:۳۸۔ (اے رسول!) حقیقت یہ ہے کہ ہم نے تم سے پہلے رسول بھیجے ہیں (اور وہ سب انسان تھے) ہم نے انہیں بیویاں اور اولادیں بھی دی تھیں (کچھ کو چھوڑ کر) اور کسی رسول میں یہ طاقت نہ تھی کہ اللہ کے حکم کے بغیر معجزہ دکھا دیتا اور ہر موقع کے لیے ایک علاحدہ حکم اجل لکھا ہوا ہے۔

سورہ ہود ۱۱:۱۲۔ کافر لوگ کہیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے کہ اس پر نہ کوئی خزانہ اترا اور نہ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ آیا، وہ اس امید پر یہ کہیں گے کہ تم تنگ دل ہو کر شاید کچھ وحی سے چھوڑ دو اور کچھ بڑھا دو، تنگ دل کرنے سے وہ یہی امید لگائے بیٹھے ہیں (مگر تم ایسا نہیں کرو گے) تم تو صرف ڈرانے والے ہو، تو صبر کے ساتھ اپنا کام کرتے رہو اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔

سورہ ابراہیم ۱۴:۱۱۔ ان کے نبیوں نے کہا کہ ہم بشری لحاظ سے تو تمہاری ہی طرح کے انسان ہیں لیکن فرق ہے (اللہ نے ہم پر فضل کیا ہے، وہ یہ کہ) وہ اپنے بندوں میں سے جن کو چاہتا ہے اپنے احسان (نبوت) کے لیے چن لیتا ہے، ہم میں یہ طاقت نہیں کہ تمہیں کوئی معجزہ دکھا دیں۔ ہاں اگر اللہ کا حکم ہو تو ایسا بھی ہوسکتا ہے۔

سورہ الحجر ۱۵:۱۴۔ اگر ہم ان پر آسمان کا کوئی دروازہ کھول دیں اور وہ اس میں چڑھنے بھی لگیں تب بھی وہ یہی کہیں گے کہ ہماری آنکھوں کو دھوکہ ہو رہا ہے، بلکہ ہم پر جادو کر دیا گیا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۵۹۔ (دور محمد میں) کسی چیز نے ہمیں نشانیاں (یعنی معجزے) بھیجنے سے نہیں روکا، مگر اس بات نے کہ اگلی قوموں نے (جن کے پاس نشانیاں یعنی معجزے بھیجے گئے تھے) ان کو جھٹلایا (اور ان سے انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا) ہم نے قوم ثمود کو اونٹنی دی، ایک نشانی تو انہوں نے (عبرت حاصل کرنے کے بجائے) اس پر حملہ کیا اور ہم تو نشانیاں اس لیے بھیجتے تھے کہ لوگ گناہ کرنے سے ڈریں۔

۱۷:۸۹۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اس قرآن میں طرح طرح کی مثالیں بار بار بیان کی ہیں لیکن زیادہ تر لوگوں نے کفران نعمت کر کے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۱۷:۹۰۔ اور کہنے لگے کہ ہم تم پر اس وقت تک ایمان نہ لائیں گے جب تک تم عجیب و غریب باتیں

نہ دکھا دو تم ہماری، زمین میں چشمہ جاری کر دو۔

۹۱:۱۷۔ یا تمہارا کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ ہو اور اس کے بیچ میں نہریں بہا کر نکالو۔

۹۲:۱۷۔ یا جیسا تم کہا کرتے ہو، ہم پر آسمان کے ٹکڑے لا کر گراؤ، یا اللہ اور فرشتوں کو ہمارے سامنے لے آؤ۔

۹۳:۱۷۔ یا تمہارا سونے کا گھر ہو یا تم آسمان پر چڑھ جاؤ اور ہم تمہارے چڑھنے کو بھی نہیں مانیں گے جب تک کہ کوئی کتاب نہ لاؤ جسے ہم پڑھ بھی لیں، کہہ دو! میرا رب پاک ہے میں تو صرف ایک انسان ہوں جو رسول بنایا گیا ہوں۔

۹۴:۱۷۔ (انسان کا عجب عالم ہے) کہ جب کبھی اللہ کی طرف سے ہدایت آئی تو صرف اس بات نے لوگوں کو ایمان لانے سے روک دیا کہ وہ کہنے لگے کہ کیا اللہ نے ایک انسان کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟

۹۵:۱۷۔ کہہ دو! اگر زمین پر فرشتے بسے ہوتے اور اطمینان سے چلتے پھرتے تو ہم یقیناً آسمان سے ایک فرشتہ رسول بنا کر اتار دیتے۔

سورہ طٰہٰ ۱۳۳:۲۰۔ اور لوگ کہتے ہیں کہ یہ رسول اپنے رب کی طرف سے ہمارے پاس کوئی نشانی کیوں نہیں لاتا؟ (یہ کیسا رسول ہے؟) کیا ان کے پاس پہلی کتابوں کی واضح نشانیاں نہیں پہنچیں؟

القمر ۱:۵۴۔ قیامت کی گھڑی قریب آ گئی (وہ یہ کہ) جب چاند پھٹ جائے گا (قیامت کی نشانی)۔

۲:۵۴۔ اور کافر اگر کوئی نشانی دیکھ بھی لیں گے تب بھی منہ پھیر لیں گے اور کہیں گے کہ ہمیشہ کا جادو ہے۔

۳:۵۴۔ اور وہ لوگ آپ کو جھٹلا کر اپنی خواہشوں کے پیچھے چل رہے ہیں ہر کام کا ایک وقت مقرر ہے (چاند بھی اپنے وقت یعنی قیامت کے دن شق ہو جائے گا۔)

نوٹ:۔ قرآن کی آیات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن کے علاوہ اور کوئی معجزہ نہیں تھا اور اللہ صاف بتا رہا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی معجزہ نہیں دیا گیا اس لیے کہ پہلی قوموں کے لیے معجزہ دیے گئے تھے لیکن انہوں نے ان کا مذاق اڑایا اور مانے نہیں اور قوم بھی یہ کہتی رہی کہ یہ کیسا نبی ہے کہ اس کے لیے کوئی معجزہ نہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بغیر معجزوں کے ہی پورا ہو گیا تھا چوں کہ یہ آخری نبی تھے ان کے بعد کوئی نبی نہیں آنا تھا اس لیے بھی معجزہ نہیں دیا، اگر ان کو بھی معجزہ دیا جاتا تو یہ بھی آخری نبی نہ ہوتے۔ کوئی اور نبی آتا کیوں کہ قوم کا ذہن نہیں بنا تھا۔ اللہ نے پہلی قوموں کو معجزہ کے ذریعہ یہ بتایا تھا کہ یہ جو جادوگر چمتکار دکھاتے ہیں یہ جادو ہے اور اس کے مقابلہ میں اللہ نے معجزہ نبی کو دیا تو ان کو دیکھ کر قوموں کے ذہن بنے اور ایسے بنے کہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا کام بغیر معجزہ کے اچھے انجام کو پہنچا۔ یہ ہے معجزے نہ دینے کی وجہ۔ آخری نبی ہونے کی بھی یہ ایک مضبوط دلیل ہے۔

دوسری بات یہ کہ جب بقول قوم کے نبی نے بہت معجزے دکھائے جو کتابوں میں لکھے ہیں تو قوم

کے اس اعتراض پر کہ یہ کیسا نبی ہے اس پر کوئی معجزہ نہیں آتا تو نبی نے یہ کیوں کہا کہ میرا کام معجزہ دکھانا نہیں ہے، معجزہ تو اللہ کے حکم سے آتا ہے میرا کام تو یہ ہے کہ جو مجھ پر نازل ہوتا ہے اسی پر خود عمل کرو اور دوسروں تک پہنچا دو اگر بقول قوم کے نبی نے معجزے دکھائے تھے تو قوم کے اعتراض کے جواب میں یہ کیوں نہ کہا کہ تم غلط کہتے ہو میں نے بہت معجزے دکھائے، چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے کنکریوں نے شہادت دی، کھجور کا تنا رونے لگا، فلاح وقت پر تھوڑا کھانا اتنا کر دیا یا پانی کی قلت دور کر دی وغیرہ وغیرہ۔ کیا ان باتوں پر غور کرنے کی فرصت نہیں؟ صرف روایات کے اسیر ہی بننا پسند ہے۔ بشر اکمل کا کام اللہ کے حکم کے مطابق عمل کرنا اور بتانا تھا اور نہیں، اللہ ہمیں عقل دے، یہ ہے بشر اکمل کی سیرت یعنی آپ نے کوئی معجزہ نہیں دکھایا۔

قرآن کا نزول

طٰہٰ ۲۰:۱۱۴۔ پس بالا و برتر ہے اللہ بادشاہ حقیقی (اس قرآن کی تکمیل کا ایک وقت مقرر ہے) آپ لوگوں کے رد و قبول سے بے نیاز ہو کر جس ترتیب سے یہ اتر رہا ہے لوگوں کو سناتے رہو، اس لیے اس کے پورے ہونے سے پہلے آپ اس قرآن کے نازل ہونے کے بارے میں جلدی نہ کریں۔ یقیناً اس کی وحی آپ پر ہی پوری ہوگی۔ زمانہ نبوت میں اور دعا کرو اے رب مجھے مزید علم عطا کر۔

سورہ فرقان ۲۵:۳۲۔ منکرین کہتے ہیں اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتار دیا گیا۔ ہاں تھوڑا تھوڑا اس لیے اتارا جا رہا ہے کہ اس سے آپ کا دل مضبوط کریں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ کر سنایا۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۵۔ اس قرآن کو ہم نے حق کے ساتھ نازل کیا اور حق کے ساتھ یہ نازل ہوا اور اے نبی تمہیں ہم نے اس کے سوا اور کسی کام کے لیے نہیں بھیجا کہ خوشخبری دے دو اور متنبہ کرو۔

۱۷:۱۰۶۔ اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تاکہ تم ٹھہر ٹھہر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور اسے ہم نے بتدریج اتارا ہے۔

القلم ۶۸:۴۶۔ اچھا اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک صبر کرو اور مچھلی والے کی طرح (جلدی کرنے والے) نہ ہو جاؤ۔ جب اس نے پکارا تھا اور وہ غم کو ضبط کیے ہوئے تھا۔

سورہ الدہر ۷۶:۲۳۔ اے نبی! ہم نے ہی تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔

۷۶:۲۴۔ لہٰذا تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو اور ان میں سے کسی بدعمل منکر حق کی بات نہ مانو۔

سورہ مریم ۱۹:۶۴۔ ہم جو نازل ہوتے ہیں یقیناً تیرے رب کے حکم سے آتے ہیں اور جو کچھ ہم اپنے ہاتھوں سے لکھتے ہیں یا ہم سے پوشیدہ رہتا ہے ان دونوں کے درمیان جو ہے اس کو رب جانتا ہے اور آپ کا رب بھولنے والا نہیں۔

نوٹ:۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کی ۲۳ سالہ نبوت کی زندگی میں یہ قرآن تھوڑا تھوڑا ضرورت کے تحت نازل ہوتا رہا جس سے یاد کرنے اور عمل کرنے میں آسانی ہوا گر ایک ساتھ اتار دیا جاتا تو مشکل ہوتی جس کو اللہ نے بتایا ہے کہ تھوڑا تھوڑا اس لیے اتارا کہ تیرا دل مضبوط ہو اور عمل ہوتا رہے۔ جس کی تائید اسکول نظام تعلیم کررہا ہے کہ تھوڑا تھوڑا پڑھایا جاتا ہے، اس کو طالب علم یاد کرتا جاتا ہے اور پورے کمال کو پہنچ جاتا ہے، یہی طریقہ اللہ نے اپنا کر قرآن کا نزول کیا جو بہت ہی اچھا عمل ہے، مگر افسوس اہل قرآن فرقہ کہتا ہے کہ قرآن صرف دوبار نازل کیا گیا ہے یہ کہنا غلط ہے اور قرآن کا انکار ہے اس انکار پر اس فرقے کو اگر منکر قرآن کہا جائے تو غلط نہ ہوگا، اس لیے قرآن کی روشنی میں اہل قرآن فرقے کو اپنا عمل قرآن کے مطابق کرلینا چاہیے ویسے ہر مسلمان اہل قرآن یا اہل کتاب ہے اور مسلمانوں کے دوسرے فرقوں نے بھی کچھ عجیب لکھا ہے کہ وحی کے نزول کے وقت بھی نبی اپنی زبان چلاتے تھے اور جس کو اللہ نے منع کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس عمل کو کرتے رہے اس کے بارے میں دوسرے حصہ میں لکھا جائے گا۔

تہجد کا حکم اور نمازوں کے اوقات

سورہ مزمل ۷۳:۱۔اے امر عظیم یعنی قرآن کا بوجھ اٹھانے والے حامل قرآن؟

۷۳:۲۔رات کو تہجد میں نماز میں کھڑے رہا کرو مگر تھوڑی سی رات۔

۷۳:۳۔آدھی رات یا اس سے بھی کم۔

۷۳:۴۔یا اس سے کچھ زیادہ اور قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو۔

۷۳:۵۔ابھی جلد ہم آپ پر بھاری فرمان (یعنی مکمل قرآن) نازل کرنے والے ہیں۔

۷۳:۶۔اور نفس پر قابو پانے کے لیے رات کا اٹھنا بہت کارگر ہے اور یہ وقت قرآن پڑھنے کے لیے بھی زیادہ موزوں ہے۔

۷۳:۷۔دن کے وقت میں تو آپ کے لیے بہت مصروفیت ہے۔

۷۳:۸۔اپنے رب کے نام کا ذکر کرتے رہا کرو اور سب سے کٹ کر انہی کے ہو رہو۔

۷۳:۹۔کہہ دو وہ مشرق اور مغرب کا مالک ہے، کافر کہتا ہے اللہ نہیں، تو سنو! یقیناً اللہ ہے اس لیے اس کو اپنا کارساز بناؤ۔

۷۳:۱۰۔اور جیسی کچھ بکواس کررہے ہیں اس پر صبر کرو اور اچھے طریقے سے ان سے کنارہ کش رہو۔

۷۳:۱۱۔اور مجھے ان جھٹلانے والوں سے جو دولت مند ہیں سمجھ لینے دو، بس تھوڑی مہلت ان کو دو۔

سورہ طٰہٰ ۲۰:۱۳۰۔پس جو کچھ وہ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح وحمد اور پاکی بیان کیا کرو اور رات کے اوقات میں بھی اس کی تسبیح کیا کرو

اوردن کے کناروں میں ہوسکتا ہے کہ تم خوش ہو جاؤ۔

۱۳۲:۲۰۔اپنے گھر والوں (یعنی تمام مومنوں کو) نماز کا حکم کرو اور خود بھی اس کے پابند رہو ہم تم سے روزی نہیں مانگتے روزی تو ہم ہی تمہیں دے رہے ہیں اور نیک انجام تو اہل تقویٰ کا ہے۔

سورہ ہود ۱۱:۱۱۲۔سوائے نبی جس بات کا تمہیں حکم ہوتا ہے اس پر تم جمے رہو اور وہ لوگ بھی جو تائب ہو کر تمہارے ساتھ ہو گئے ہیں یعنی آپ کے دین پر آ گئے ہیں اور وہ حد سے آگے نہ بڑھیں بے شک وہ تمہارے سب اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

۱۱:۱۱۳۔اور جو لوگ ظلم کر رہے ہیں ان کی طرف مائل نہ ہونا، ایسا نہ ہو کہ کہیں آپ کو بھی آگ چھو جائے اور اللہ کے سوا تمہارا دوست نہیں ہے پھر کہیں سے مدد نہ پاؤ۔

سورہ نور ۲۴:۵۸۔مومنو! تمہارے ملازم اور جو بچے تم میں سے بلوغ کو نہیں پہنچے تین اوقات میں تم سے اجازت لے لیا کریں ایک تو نماز فجر سے پہلے اور دوسرے دوپہر کو جب تم کپڑے اتار دیتے ہو اور تیسرے عشاء کی نماز کے بعد۔

۱۱:۱۱۴۔اور دن کے دونوں کناروں اور رات کی چند ساعات میں نماز پڑھا کرو۔کچھ شک نہیں کہ نیکیاں یعنی نماز گناہوں سے روک دیتی ہیں، دور کر دیتی ہیں، یہ ان کے لیے نصیحت ہے جو نصیحت قبول کرتے ہیں۔

۱۱:۱۱۵۔اور پریشانیوں کا صبر و استقلال سے مقابلہ کرو اور اللہ نیک کرداروں کا اجر ضائع نہیں کرتا۔

پریشانی کے عالم میں رسول کو بشارت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو مکہ میں اتنا پریشان کیا گیا کہ یہ نظر آنے لگا کہ آپ کو اپنا وطن تک بھی ترک کرنا پڑے گا تو عین اس عسرت کے زمانہ میں آپ سے کہا گیا کہ آپ اطمینان رکھیں، نظام اللہ کی تشکیل کا ابتدائی دور عنقریب ختم ہوا چاہتا ہے (سورہ روم ۳۰:۱ سے ۲) اس کے بعد اس کے نتائج مرتب ہونے شروع ہو جائیں گے اور آپ کو زندگی کی خوشگواریاں بڑی افراط سے ملیں گی اور دے بھی دی ہیں۔سورہ روم میں بھی یہ بشارت ہے یعنی آپ کی چاہت خواہش کو کم زمین میں مغلوب کر دیا ہے۔عنقریب آپ غالب آ جائیں گے جن آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کامیابی کی بشارت ہے وہ درج کی جا رہی ہیں، ملاحظہ ہو:

سورہ اعراف ۷:۸۶۔اور دیکھو ایسا نہ کرو کہ ہر راستہ پر جا بیٹھو اور جو شخص ایمان لائے اسے ڈرا دھمکا کر اللہ کے دین سے روکو اور اس میں کجی ڈالنے کی کوشش کرتے ہو، یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے تمہاری تعداد بہت بڑھا دی اور دیکھ لو کہ خرابی کرنے والوں کا انجام کیسا ہوا۔

سورہ مومن ۴۰:۷۷۔تو (اے رسول!) صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

سورہ الزخرف ۴۳:۸۔تو جو ان میں سخت زور والے تھے ان کو ہم نے ہلاک کر دیا اور اگلے لوگوں کی

مثال گزر گئی۔

سورہ الفتح ۴۸: ۲۸۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت (کی کتاب) جو دین حق ہے دے کر بھیجا تا کہ اس کو تمام (فرضی) دینوں پر غالب کرے اور حق ظاہر کرنے کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔

سورہ الاحقاف ۴۶: ۳۵۔ پس (اے رسول!) تم ایسا صبر کرو (یعنی ہمت سے کام لو) جیسا صبر وہمت عالی ہمت رسولوں نے کیا اور ان کے لیے (عذاب طلب کرنے میں) جلدی نہ کرو۔

سورہ ق ۵۰: ۳۹۔ تو جو کچھ وہ (کفار) کہتے ہیں اس پر صبر کرو اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

سورہ القمر ۵۴: ۱۰۔ تو انہوں نے اپنے رب سے دعا کی کہ اللہ میں ان کے مقابلہ میں کمزور ہوں تو میری مدد کر۔

۵۴: ۱۱۔ پس ہم نے زور کے مینہ سے آسمان کے دہانے کھول دیے۔

۵۴: ۱۲۔ اور زمین سے چشموں کو جاری کر دیا، پس اس کام کے لیے جو مقدر کیا گیا تھا پانی جمع ہو گئے۔

۵۴: ۱۴۔ جو ہماری آنکھوں کے سامنے چل رہی تھی۔ بدلہ اس کی طرف سے جس کا کفر کیا گیا تھا۔

۵۴: ۴۴۔ یا وہ کہتے ہیں کہ ہم غلبہ پانے والی جماعت یعنی بڑی جماعت ہیں۔

۵۴: ۴۵۔ ابھی وہ جماعت شکست دی جائے گی اور پیٹھ دے کر بھاگے گی۔

سورہ المجادلہ ۵۸: ۲۰۔ بے شک اللہ اور اس کے رسول کی جو لوگ مخالفت کرتے ہیں وہی لوگ سب سے زیادہ ذلیلوں میں ہیں۔

۵۸: ۲۱۔ اللہ لکھ چکا ہے کہ بے شک میں اور میرے رسول غالب رہیں گے یقیناً اللہ زورآور اور غالب ہے۔

سورہ الصف ۶۱: ۱۳۔ اور تمہیں ایک دوسری (نعمت) بھی دے گا جسے تم چاہتے ہو وہ اللہ کی مدد اور جلد فتح یابی ہے۔ ایمان والوں کو خوشخبری دے دو۔

۶۱: ۱۴۔ پس بنی اسرائیل میں سے ایک جماعت تو ایمان لائی اور ایک جماعت نے کفر کیا تو ہم نے مومنوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلہ میں مدد کی پس وہ غالب آ گئے۔

سورہ طارق ۸۶: ۱۵۔ البتہ کافر داؤ گھات میں ہیں۔

۸۶: ۱۶۔ اور میں بھی ایک داؤ کر رہا ہوں۔

۸۶: ۱۷۔ تو کافروں کو ڈھیل دو، ڈھیل دو ان کو تھوڑے دنوں۔

سورہ الضحیٰ ۹۳: ۳۔ اے محمد آپ کے پروردگار نے نہ تو تم کو چھوڑا ہے اور نہ تم سے ناراض ہے۔

۹۳: ۴۔ یقیناً تمہارے لیے بعد کا دور پہلے دور سے بہتر ہے۔

۹۳: ۵۔اور آپ کو آپ کا رب عنقریب وہ کچھ عطا کرے گا کہ آپ خوش ہو جاؤ گے۔

سورہ الم نشرح ۹۴: ۴۔اور ہم نے آپ کا ذکر بلند کیا۔

سورہ القصص ۲۸: ۵۔اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ زمین میں کمزور کردیے گئے ہیں ان پر احسان کریں اور ان کو پیشوا بنائیں اور انہیں زمین کا وارث بنائیں۔

سورہ الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۷۱۔اور البتہ ہمارا وعدہ پہلے ہی اپنے رسولوں کے لیے صادر ہو چکا ہے

۳۷: ۱۷۲۔کہ یقیناً وہی مدد کیے جائیں گے۔

۳۷: ۱۷۳۔اور ہمارا ہی لشکر غالب اور برتر رہے گا۔

سورہ الصّٰفّٰت ۳۷: ۱۷۴۔اب آپ کچھ دنوں تک ان سے منہ پھیر لیجئے۔

نوٹ:۔ان آیات کے علاوہ قرآن میں اور بہت آیات ہیں جن میں نبی اور مسلمانوں کی مدد اور غلبہ کی خبر دی گئی ہے۔ان آیات کو پڑھنے کے بعد ہر ایمان والے کو یہ جان لینا چاہئے تھا کہ ایسا ہی ہوگا اور یہ غلبہ کی خوشخبری نبی اور مسلمانوں کے حق میں ہے مگر افسوس صد افسوس سورہ روم کی آیات کو عیسائی رومیوں سے منسلک کردیا جو نہیں ہونا چاہئے تھا سورہ روم کی آیات کا جو ترجمہ اور تفسیر کی گئی ہے وہ دوسرے حصہ میں درج کی جائے گی۔

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ کچھ آیتوں کا حوالہ لکھ رہا ہوں، ان کو قرآن میں دیکھ لیا جائے۔

۳۷: ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۲: ۱۲۰، ۵: ۱۴، ۴۸: ۱، ۲۴: ۵۵ وغیرہ وغیرہ

ان آیات کے ہوتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑی ہمت اور صبر کے ساتھ کام کیا کیوں کہ ان کو اللہ کا وعدہ یاد تھا جن پر پورا یقین تھا، اس لیے نبی بشر اکمل کی یہی سیرت اور سنت ہے، قوم کو بھی ان پر پورا عمل کرنا چاہیے تب ہی کامیابی ملے گی ورنہ نہیں، ۱۶: ۳۴

رسول کو نصیحت

سورہ القلم ۶۸: ۸۔پس آپ جھٹلانے والوں کی نہ ماننا۔

۶۸: ۹۔وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ذرا ڈھیلا ہو جائیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔

۶۸: ۱۰۔اور آپ کسی ایسے شخص کا کہنا نہ ماننا جو بہت قسمیں کھانے والا ذلیل اوقات ہو۔

۶۸: ۱۱۔اور طعنے دیتا ہے عیب گو چغل خور ہو۔

۶۸: ۱۱۔بھلائی کے کاموں سے لوگوں کو روکنے والا ہو، ظلم و زیادتی میں حد سے بڑھ جانے والا ہو، یہ کام بھی نبی کی سیرت میں شامل ہیں۔

رسول کا اعلان

سورہ کافرون ۱۰۹: ۱۔(اے رسول!) ان سے کہو اے نافرمانو!

۱۰۹: ۲۔ جن بتوں کو تم پوجتے ہو میں نے ان کو کبھی نہیں پوجا۔

۱۰۹: ۳۔ اور جس اللہ کی میں عبادت کرتا ہوں اس کی عبادت تم نہیں کرتے۔ دونوں کے راستے الگ الگ ہیں۔

۱۰۹: ۴۔ اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) میں ان بتوں کی عبادت کرنے والا نہیں ہوں جن کی تم پوجا کرتے ہو۔

۱۰۹: ۵۔ (اور اب آخری بار سن لو کہ) اگر تم نے اس اللہ کی بندگی نہ کی جس کی میں عبادت کرتا ہوں تو نقصان میں رہو گے۔

۱۰۹: ۶۔ (اتنے پر بھی اگر تم نہیں مانتے تو وقت اپنا فیصلہ کر دے گا کہ کون حق پر ہے، جھگڑا کس بات کا) میرا دین میرے لیے اور تمہارا دین تمہارے لیے۔

دوسری آیت میں حضرت ابراہیم کے واسطے سے کہا گیا ہے:

سورہ الممتحنہ ۶۰: ۴۔ (مسلمانو! کافروں کا شیوہ اختیار نہ کرو) تمہارے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کا اچھا نمونہ ہے (اسی کے مطابق عمل کرو) جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا تھا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں اور تمہارے معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے اور ہم میں اور تم میں قیامت تک کھلم کھلا عداوت رہے گی جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ اور اے محمد! سنو کافر کیا چاہتے ہیں۔

سورہ القلم: وہ تو چاہتے ہیں کہ آپ ذرا ڈھیلا ہو جائیں تو وہ بھی ڈھیلے پڑ جائیں۔

سورہ یونس ۱۰: ۱۵۔ جب ان کے سامنے ہماری آیتیں پڑھ کر سنائی جائیں گی تو وہ لوگ جن کو (مرنے کے بعد) ہمارے سامنے آنے کی امید نہیں (رسول سے) کہیں گے (چوں کہ اس قرآن میں ہمارے بتوں کی برائی ہے اس لیے) تم اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ، کہہ دینا کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں، میں تو اس حکم کا پابند ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔

الممتحنہ ۶۰: ۴۔ (کہو مسلمانو! کافروں کا شیوہ اختیار نہ کرو) تمہارے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کا اچھا نمونہ ہے (اسی کے طابق عمل کرو) جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں اور تمہارے معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ، ہم میں اور تم میں ہمیشہ کے لیے کھلم کھلا عداوت رہے گی، ہاں ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ کہا کہ میں آپ کے لیے مغفرت مانگوں گا اور میں اللہ کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے رب تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری ہی طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور میں ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔ (۹: ۱۱۴)

ہجرت کی اجازت

سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۸۰۔اور دعا کیا کریں (رسول بھی اور عام آدمی بھی) کہ اے میرے پروردگار مجھے جہاں لے جا اچھی طرح لے جا اور جہاں سے نکال اچھی طرح سے نکال اور میرے لیے اپنے پاس سے غلبہ اور مدد مقرر فرما دے (تا کہ میں دشمنوں کا مقابلہ کر سکوں اور وہ غلبہ میرا مددگار رہو)

نبی کو یہ حکم کہ کمزوروں کی مدد کے لیے جنگ کرو

سورہ نساء ۴:۷۵۔اور تمہیں کیا ہو گیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں جنگ کرنا نہیں چاہتے حالانکہ بے بس عورتیں اور بے بس بچے فریاد کر رہے ہیں، اے اللہ ہمیں اس بستی سے جہاں کے لوگ ظالم ہیں نکال لے اور اپنی طرف سے کسی کو ہمارا حامی و مددگار بنا۔

سفر میں نماز قصر کا حکم

سورہ نساء ۴:۹۷۔جو لوگ اپنی جانوں پر ظلم کر رہے ہیں، جب فرشتے ان کی جان قبض کرنے لگتے ہیں تو ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس حال میں تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ملک میں عاجز و ناتواں تھے، فرشتے کہتے ہیں کیا اللہ کا ملک فراغ نہیں تھا کہ تم اس میں ہجرت کر جاتے، ایسے لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بری جگہ ہے۔

۴:۹۸۔ہاں جو مرد اور عورتیں اور بچے بے بس ہیں کہ نہ تو کوئی چارہ کر سکتے ہیں اور نہ راستہ جانتے ہیں۔

۴:۹۹۔تو امید ہے کہ اللہ انہیں معاف کر دے اور اللہ درگزر کرنے والا اور گناہوں کو معاف کرنے والا ہے۔

۴:۱۰۰۔اور جو کوئی اللہ کی راہ میں ہجرت کر جائے اسے بہت سی قیام گاہیں اور بہت سے وسیع ذرائع میسر آئیں گے اور جو کوئی اپنے گھر سے اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کر کے نکلے پھر اس کی موت آ جائے تو اللہ کے ذمہ اس کا اجر ثابت ہو گیا، وہ بہت بڑا بخشنے والا اور رحمت والا ہے۔

۴:۱۰۱۔اور جب تم لوگ سفر کے لیے ملک میں نکلو تو کوئی گناہ نہیں تم پر اگر نماز میں قصر کم کر دو یعنی چار کی دو، یا اگر تم کو خوف ہو کہ کافر تمہیں ستائیں گے تب بھی نماز کم کر دو، کیوں کہ وہ کھلم کھلا تمہاری دشمنی پر تلے ہیں۔

۴:۱۰۲۔اور اے نبی جب تم مسلمانوں کے درمیان ہو اور (حالت جنگ میں ہو ابھی جنگ شروع نہ ہوئی ہو صرف محاذ آرائی ہو) انہیں نماز پڑھانے کھڑے ہو تو چاہیے کہ ان میں سے ایک گروہ تمہارے ساتھ کھڑا ہو اور اپنے اسلحہ لیے رہے، پھر جب وہ سجدہ کر لے تو پیچھے چلا جائے اور دوسرا گروہ جس نے ابھی نماز نہیں پڑھی ہے آ کر تمہارے ساتھ نماز پڑھے اور وہ بھی اپنے اسلحہ لیے رہے کیوں کہ کفار اس تاک میں ہیں کہ تم اپنے ہتھیار اور اپنے سامان سے ذرا غافل ہو جاؤ تو تم پر یکبارگی ٹوٹ پڑیں۔البتہ اگر تم بارش کی وجہ سے تکلیف محسوس کرو یا بیمار ہو تو ہتھیار رکھ دینے میں کوئی حرج نہیں مگر پھر بھی چوکنے رہو، یقین رکھو کہ اللہ نے کافروں کے لیے رسوا کن

عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۲:۱۰۳۔پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو اور جب اطمینان نصیب ہو جائے تو پوری نماز پڑھو، نماز درحقیقت ایسا فرض ہے جو پابندی وقت کے ساتھ اہل ایمان پر لازم ہے۔(بقرہ۲:۲۳۹)

بدامنی کی حالت میں پیدل یا سوار جس طرح ممکن ہو نماز پڑھو اور جب امن ہو جائے تو اللہ کو اس طریقے سے یاد کرو یعنی نماز پڑھو جو اس نے تمہیں سکھایا ہے جس سے پہلے تم ناواقف تھے۔(بخاری جلد دوم کتاب المناقب پارہ ۱۵،۴۸۸،حدیث نمبر ۱۱۱۴)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ پہلے ہر نماز کی دو رکعتیں فرض ہوئی تھیں جب نبی نے ہجرت کی تو چار رکعتیں فرما دی گئیں اور سفر کی نماز اپنی پہلی حالت پر رہی۔عبدالرزاق نے بھی معمر سے اسی طرح روایت کی ہے،ابواب تقصیر الصلوٰۃ پارہ ۵ص ۴۳۸ حدیث نمبر ۱۰۳۵،حفص بن عاصم روایت کرتے ہیں انہوں نے ابن عمر کو کہتے سنا میں رسول کے ساتھ رہا آپ سفر میں دو رکعت سے زیادہ نہیں پڑھتے تھے اور ابو بکر،عمر اور عثمان بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

بالا روایات کے علاوہ بھی اور روایات ہیں جن سے یہ مترشح ہو رہا ہے کہ سفر میں نماز قصر پڑھنی ہے اور قصر کی رکعت دو ثابت ہو رہی ہیں،ہر وقت میں آیت میں صرف یہ کہا ہے کہ جب تم سفر کرو تو نماز قصر کم کر دو، آیت میں یہ نہیں ہے کہ صرف ظہر،عصر اور عشاء میں ہی کم کرو،آیت میں ایک عام حکم ہے،ہر وقت کے لیے اس لیے نبی نے اس حکم کی پابندی کی اور وقت سفر کے دوران قصر نماز پڑھی پھر یہ دو اور تین رکعت کس حکم سے جاری ہیں؟اس کے بارے میں کتاب کے دوسرے حصہ میں لکھا جائے گا۔

نبی کو کیا کرنا ہے ہر حال کے لیے ہدایات اللہ دے رہا ہے،جس پر نبی نے عمل کیا اور یہی نبی کی سیرت ہے،لیکن سیرت نگاروں کو قرآن کی سیرت نظر نہیں آئی۔

زنا کرنے پر قرآن نے کیا سزا مقرر کی ہے؟

سورہ نور ۲۴:۱۔یہ ایک سورہ ہے،جس کو ہم نے نازل کیا ہے اور اسے ہم نے فرض کیا ہے(کہ اس میں جو حکم ہے اس کی پابندی کی جائے)اور اس میں ہم نے صاف صاف ہدایات نازل کی ہیں شاید کہ تم سبق لو۔

۲۴:۲۔زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو(۱۰۰)کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین(قانون)کے معاملہ میں تمہارے ہاتھ نہ پکڑ لے یعنی ان پر ترس نہ آئے اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔

۲۴:۳۔بدکار مرد تو بدکار مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت بھی بدکار مرد یا مشرک

مرد کے سوا اور سے نکاح نہیں کرتی اور یہ مومنوں پر حرام ہے۔

سورہ نسا ۴: ۲۵۔ اور جو شخص تم میں اتنی مالی وسعت نہ رکھتا ہو کہ پاک عفیفہ آزاد (خاندانی) مسلمان عورتوں سے نکاح کر سکے تو اسے چاہیے کہ تمہاری ان مومنہ نوجوان نکاح کے لائق عورتوں سے نکاح کر لے جو تمہاری ما ملکیت ایمان (حفاظت) میں ہوں اور مومنہ ہوں، اللہ تمہارے ایمانوں کا حال جانتا ہے تم سب ایک ہی گروہ کے لوگ ہو۔ لہٰذا ان کے سرپرست (حاکم) کی اجازت سے ان کے ساتھ نکاح کر لو اور معروف طریقے سے ان کو مہر ادا کر دو تاکہ وہ حصار نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو کر رہیں، آزاد شہوت رانی نہ کرتی پھریں اور نہ چوری چھپے آشنائیاں کریں، پھر جب وہ حصار نکاح میں محفوظ (محصنات) ہو جائیں اور اس کے بعد بدچلنی کی مرتکب ہوں تو ان پر اس سزا کی (عذاب) نسبت آدھی سزا ہے جو آزاد شادی شدہ (محصنات) عورتوں کے لیے مقرر ہے۔ یہ سہولت تم میں سے ان لوگوں کے لیے پیدا کی گئی ہے جن کو شادی نہ کرنے سے بند تقویٰ کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہو لیکن اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور اللہ بخشنے والا رحم فرمانے والا ہے۔

سورہ احزاب ۳۳: ۳۰۔ نبی کی بیویو! تم میں سے جو کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی تو اسے دوہرا عذاب دیا جائے گا اللہ کے لیے یہ بہت آسان ہے۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷: ۳۲۔ اور زنا کے قریب نہ جاؤ بیشک وہ بے حیائی (فحش) اور بری راہ ہے۔

سورہ نور کی آیت ۲ میں زانی مرد عورت کی سزا سو (۱۰۰) کوڑے بتائی ہے اور اس کو ہی صحیح بتانے کے لیے سورہ نساء کی آیت ۲۵ میں شادی شدہ ما ملکیت کی سزا آدھی بتائی ہے اور سورہ احزاب کی آیت ۳۰ میں اس فحش کام پر سزا دوگنی بتائی ہے۔ غور اس بات پر کیا جائے آدھی اور دوگنی سزا اس مقدار کی ہو سکتی ہے جو مقرر ہو اور سورہ نور کی آیت میں اس حرکت پر سو (۱۰۰) کوڑے بتائی ہے اس لیے سو کی آدھی پچاس اور دوگنی دو سو ہوتی ہے جو درست ہے اور محمدؐ نے اس پر ہی عمل کیا ہے مگر ان کی طرف سے یہ لکھا گیا ہے کہ انہوں نے زانی کی سزا جو شادی شدہ ہو کو سنگسار یعنی رجم کرنا لکھا ہے۔ کیا درست ہے اس سزا کے بارے میں کتاب کے دوسرے حصہ میں لکھا جائے گا۔

کیا نبی اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں اور اللہ کے حکم کی پابندی کرنا ہی نبی کی سیرت ہے

قرآن نے زکوٰۃ کی مقدار کیا بتائی ہے جس پر عمل کے لیے نبی اور امت کو حکم دیا گیا ہے۔

سورہ انفال ۸: ۴۱۔ اور جان لو جو مال ملے تمہیں کسی بھی مد سے یا تم حاصل کرو جو تم کو بے پروا یعنی غنی

کر دےتو اللہ کے لیے اس میں سے پانچواں حصہ اور وہ رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے لیے ہے اگر تم اللہ پر اور اس چیز پر ایمان لائے ہو جو ہم نے اتاری اپنے بندے پر جس دن فیصلہ ہوا یعنی اللہ کی مدد آئی جب قومیں بھڑیں اور اللہ سب چیزوں کے قانون بنانے والا ہے۔ زکوۃ کب دی جائے؟ کیا ایک سال کا انتظار کیا جائے گا یا مال آنے پر فوراً دی جائے گی، آیت پیش ہے۔

سورہ انعام ۶:۱۴۱۔ اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کیے چھتریوں چڑھائے ہوئے بھی اور جو چھتری پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور نہیں بھی ملتے جب یہ چیزیں پھلیں تو ان کے پھل کھاؤ اور جس دن تو ڑو اور کاٹو تو اللہ کا حق بھی اس سے ادا کرو اور بے جا نہ اڑاؤ کہ اللہ بے جا اڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔

اس آیت میں صاف واضح طور پر نظر آ رہا ہے کہ زکوۃ پانچواں حصہ یعنی 20% ہے جو اللہ کا حکم ہے اس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا عمل کیا اور اپنے قول سے بتایا مگر علماء کرام نے اس واضح حکم کے مقابلہ میں 2½% لکھی ہے یہ کہتے ہوئے کہ قرآن میں زکوۃ کا حکم ہے تعداد نہیں کہ کتنی دیں یہ رسول نے بتائی ہے کیا قرآن کے خلاف نبی جا سکتے تھے؟ ہرگز نہیں اس بارے میں بھی دوسرے حصہ میں لکھا جائے گا اور کب دی جائے گی۔ یہ 20% مال آنے پر فوراً دی جائے گی خرچہ کاٹ کر اور صرف اس مال پر ایک بار ہی زکوۃ ہے بار بار ہر سال نہیں، پھر جب دوسرا مال آئے گا اس میں سے بھی فوراً 20% دی جائے گی، نبی نے اس پر عمل کیا اور یہی نبی کی سیرت ہے۔

حالت حیض اور روزے کی حالت میں مباشرت کے لئے اللہ نے کیا حکم دیا ہے

سورہ بقرہ ۲:۱۸۷۔ (اے اہل ایمان!) تمہارے لیے روزوں کی رات میں اپنی عورتوں سے ہم بستر ہونا حلال کر دیا ہے، تمہاری عورتیں تمہارے لیے لباس ہیں اور تم ان کے لیے لباس ہو یہ بات اللہ کو معلوم ہے کہ تم لوگ اپنے نفوس کی حق تلفی کرو گے، پس اللہ اپنی رحمت کے ساتھ تم پر متوجہ ہوا اور تم سے درگزر فرمائی۔ اب تم اپنی بیویوں کے ساتھ شب باشی کرو اور جو لطف اللہ نے تمہارے لیے جائز کر دیا ہے اسے حاصل کرو، نیز راتوں کو کھاؤ پیو یہاں تک کہ تم کو سیاہ شب کی دھاری سے صبح کی سفید دھاری نمایاں نظر آ جائے۔ پھر روزہ پورا کرو رات تک اور جب تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو تو تب بیویوں سے رات میں بھی مباشرت نہ کرو، یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں، ان کے قریب نہ بھٹکنا، اس طرح اللہ اپنے احکام لوگوں کے لیے بصراحت بیان کرتا ہے، امید ہے کہ وہ غلط رویے سے بچیں گے۔

بقرہ ۲:۲۲۲۔ اے رسول! آپ سے عورتوں کی ماہواری کی حالت کے متعلق سوال کریں گے، آپ کہہ دینا کہ وہ بیماری (تکلیف) کے دن ہیں پس تم (ان دنوں میں) عورتوں سے الگ رہو اور ان کے قریب نہ

جاؤ جب تک وہ پاک وصاف نہ ہو جائیں، پھر وہ جب پاک صاف ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ۔اس طرح جیسا جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو بدی سے رک جائیں اور پاکیزگی اختیار کرلیں۔

روزے اور حیض کی حالت میں مباشرت سے منع کیا گیا ہے،اس حکم پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمدؐ نے پورا عمل کیا،یہی نبی کا اسوہ اور سیرت ہے لیکن روایات میں کیا لکھا ہے وہ دوسرے حصہ میں ملاحظہ ہو۔

طلاق،عدت،مطلقہ کا نکاح ثانی کس سے اور استبراء

درج بالا مسائل کے بارے میں قرآن میں کیا حکم ہے آیات پیش ہیں:

اس بارے میں سب سے پہلے کیا کیا جائے اللہ کا کیا حکم ہے وہ پیش ہے۔

سورہ نساء:۳۵۔اگر تم کو معلوم ہو کہ میاں بیوی میں ان بن ہے تو ایک منصف مرد کے خاندان میں سے اور ایک منصف عورت کے خاندان میں سے مقرر کرو۔وہ اگر صلح کرا دینی چاہیں گے تو اللہ ان میں موافقت کر دے گا،کچھ شک نہیں کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے اور سب باتوں سے خبردار ہے،آج کل جو طلاق دی جارہی ہیں وہ قرآن کے خلاف دی جارہی ہیں۔اللہ نے طلاق کا طریقہ یہ بتایا ہے کہ اگر ان بن دیکھو تو منصف مقرر کرو اور وہ صلح کی کوشش ایمانداری سے کریں۔اگر صلح ہو جاتی ہے تو ٹھیک ہے اگر نہیں ہوتی ہے تو ان منصفوں کے بیان کے مطابق طلاق کا کام شروع ہوگا اور ایک قاضی اور گواہ ہوں گے اور طلاق عدت کے لیے دی جائے گی جو تین ماہ ہے۔ان تین ماہ میں طلاق دینے والا رجوع کرسکتا ہے اور زندگی میں دوبار اس طریقہ سے طلاق دے کر دوبار رجوع کرسکتا ہے،بار بار رجوع کا حق نہیں ہوگا اور اس محفل میں ہی یہ بھی طے ہوگا کہ یہ طلاق ہے یا خلع،اگر آدمی کی غلطی ہے تو یہ طلاق ہے اور اس طلاق میں طلاق دینے والا اس عورت مطلقہ کا مہر وغیرہ دے گا اور جب تک وہ مطلقہ ہے اس کا نان نفقہ بھی دے گا اور اگر عورت کی غلطی ہے تو یہ خلع ہوگا اور خلع ہونے کی صورت میں عورت اپنا سب حق چھوڑے گی اور اس کا شوہر اگر کچھ اور چاہے گا تو وہ دے گی حیثیت کے مطابق یہ ہے طلاق کا طریقہ اگر اس کے مطابق طلاق دی جائے گی تو طلاق ہوگی اور اس کے خلاف طلاق دی جائے گی تو طلاق نہ ہوگی۔اب ذیل میں طلاق کے بارے میں کیا ہے وہ درج ہے۔

سورہ طلاق ۶۵:۱۔(اے رسول!مسلمانوں سے کہہ دو کہ) جب تم عورتوں کو طلاق دینے لگو تو ان کو عدت کے لیے طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو اور اللہ سے جو تمہارا پروردگار ہے ڈرو،ان کو ایام عدت میں گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ خود نکلیں۔ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جو اللہ کی حدوں سے تجاوز کرے گا وہ اپنے آپ پر ظلم کرے گا (اے طلاق دینے والے) تجھے کیا خبر شاید اللہ اس کے بعد کوئی (رجعت کی) سبیل پیدا کردے۔

۶۵:۲۔پھر جب وہ اپنی میعاد یعنی عدت ختم ہونے کے قریب پہنچ جائیں تو یا تو ان کو اچھی طرح

(زوجیت میں) میں رہنے دو یا اچھی طرح سے علیحدہ کر دو اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کرلو اور اللہ کے لیے درست گواہی دینا۔ ان باتوں سے اس شخص کو نصیحت کی جاتی ہے جو اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان رکھتا ہے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے گا وہ اس کے لیے مخلصی کی صورت پیدا کر دے گا۔

۶۵:۴۔ اور تمہاری عورتیں جو حیض سے ناامید ہو چکی ہوں اور تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین ماہ ہے اور جن کو ابھی حیض نہیں آنے لگا (ان کی عدت بھی یہی ہے) اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے اور جو اللہ سے ڈرے گا اللہ اس کے کام میں سہولت پیدا کر دے گا۔

سورہ بقرہ ۲۲۸:۲۔ جن کو طلاق دی گئی وہ تین قروء (طہر، پاکی) تک اپنے آپ کو روکے رکھیں اور ان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ خلق فرمایا ہوا سے چھپائیں، انہیں ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے، اگر وہ اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھتی ہوں، ان کے شوہر تعلقات درست کر لینے پر آمادہ ہوں تو اس عدت میں انہیں پھر اپنی زوجیت میں واپس لے لینے کے حق دار ہیں، عورتوں کے لیے بھی معروف طریقہ پر ویسے ہی حقوق ہیں جیسے مردوں کے حق ان پر ہیں، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ حاصل ہے اور سب پر اللہ غالب اقتدار رکھنے والا اور حکیم ہے۔

تین قروء کا مطلب اکثر علماء نے تین حیض لکھا ہے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ تین حیض کتنے دن میں ہو جاتے ہیں۔ زید نے ایک تاریخ کو طلاق دی اور مطلقہ کو طلاق دیتے ہی حیض شروع ہو گیا، عام طور پر ماہواری ایک ہفتہ رہتی ہے، اس کے بعد ایک تاریخ کو دوسری پھر اگلی ایک تاریخ کو تیسری ماہواری ہو گئی۔ ایسی حالت میں ۸ تاریخ تک وہ تینوں حیض سے فارغ ہو گئی، ۸ تاریخ تک ۲ ماہ ۸ دن ہو گئے۔ لیکن سورہ طلاق ۶۵:۴۔ میں عدت ۳ ماہ بتائی گئی ہے، ایسی حالت میں دونوں باتیں مختلف ہو گئیں، جب سورہ نساء ۸۲:۴۔ کے مطابق قرآن میں اختلاف نہیں۔ غور طلب بات یہ ہے کہ یہاں ان آیتوں کے مطلب میں تضاد کیوں نظر آ رہا ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے قروء کے بارے میں سورہ طلاق ۶۵:۴ کے تحت غور نہیں کیا اور ترجمہ غلط کر گئے۔ حقیقت میں تین قروء کا مطلب بھی تین ماہ طہر (پاکی) ہی ہے۔ سورہ طلاق میں عدت صاف طور پر تین ماہ بتا دی ہے پھر بھی ہم نے تین حیض آنا ہی لکھ دیا۔ امام مالکؒ و امام شافعیؒ اور صحابہؓ کی ایک جماعت بھی تین قروء سے تین طہر یعنی تین ماہ ہی مراد لیتے ہیں۔ اگر قروء سے مراد حیض ہو تو تین قروء ۲ مہینے ۸ دن میں پورے ہو جاتے ہیں۔ جیسا اوپر لکھا ہے تو کیا کوئی مفتی طلاق کی عدت ۲ ماہ ۸ دن تسلیم کر کے فتویٰ دے دے گا؟ ہرگز نہیں تو پھر قروء سے مراد حیض نہیں بلکہ طہر ہے جس کی مدت ایک ماہ اور تین قروء کی مدت تین ماہ ہے اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔

سورہ بقرہ ۲۲۹:۲۔ طلاق دو بار ہے (مَرَّتٰنِ) ہے پھر یا تو سیدھی طرح عورت کو روک لیا جائے یا پھر بھلے طریقے سے اس کو رخصت کر دیا جائے اور رخصت کرتے وقت تمہارے لیے ایسا کرنا جائز نہیں ہے کہ جو کچھ تم اس کو دے چکے ہو اس میں سے کچھ واپس لے لو، البتہ یہ صورت مستثنیٰ ہے کہ زوجین کو اللہ کی حدود پر قائم نہ رہ

سکنے کا اندیشہ ہو، ایسی حالت میں اگر تمہیں یہ ڈر ہو کہ وہ دونوں حدود الٰہی پر قائم نہ رہیں گے تو ان دونوں کے درمیان یہ معاملہ ہو جانے میں مضائقہ نہیں کہ عورت اپنے شوہر کو کچھ معاوضہ دے کر علیحدگی حاصل کر لے۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں۔ ان سے تجاوز نہ کرو اور جو لوگ حدود الٰہی سے تجاوز کریں وہی ظالم ہیں۔

۲:۲۳۰۔ پھر اگر (دوبارہ طلاق دینے اور دوبارہ رجوع کرنے کے بعد شوہر نے اپنی زوجہ کو تیسری بار) طلاق دے دی تو وہ عورت پھر اس کے لیے حلال نہ ہوگی (یعنی اب وہ عدت میں رجوع نہ کر سکے گا) الا یہ کہ اس کا نکاح کسی دوسرے آدمی سے (طلاق دینے والے کے غیر سے ہو تاہم طے کر کے دوسرے آدمی سے نکاح کرا کے طلاق لے کر جو حلالہ کرایا جاتا ہے وہ حرام ہے، بغیر طے کیے ہوئے دوسرے آدمی سے نکاح ہو پھر کسی تنازعہ کے سبب قاعدے کے مطابق طلاق ہو) ہو اور وہ اسے طلاق دے دے۔ تب اگر پہلا شوہر اور یہ عورت دونوں خیال کریں کہ حدود الٰہی پر قائم رہیں گے تو ان کے لیے ایک دوسرے کی طرف رجوع یعنی نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، جنہیں وہ ان لوگوں کے لیے واضح کر رہا ہے جو حدیں توڑنے کا انجام جانتے ہیں۔

نوٹ:۔ لفظ "فَـانْ" کا عمل فوراً نہیں ہوتا بلکہ کچھ وقفہ چاہتا ہے اور وہ وقفہ جب ہی ہوگا جب رجوع کے بعد پھر کبھی طلاق دی جائے۔

لفظ "مرتٰن" پر بھی بات کر لی جائے کیا اس میں بھی وقفہ درکار ہے یا فوراً ہی عمل ہو جاتا ہے۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۴۔ اور ہم نے کتاب (یعنی بنی اسرائیل کے صحیفوں) میں (آپ سے پہلے پیش آنے والے حادثوں کی) خبر دے دی تھی کہ تم ملک میں دو مرتبہ (مرتین) یقیناً خرابی پھیلاؤ گے اور بڑی سخت سرکشی کرو گے۔

۱۷:۵۔ پس جب پہلے (حادثہ) کا وقت آ گیا تو ہم نے اپنے سخت لڑائی والے بندے تم پر مسلط کر دیے تو وہ تمہاری بستیوں میں پھیل گئے اور وہ وعدہ پورا ہونا ہی تھا۔

۱۷:۶۔ پھر ہم نے تم کو ان پر غلبہ دیا اور مال، اولاد کی کثرت سے تمہاری مدد کی اور تمہیں بڑا جتھے والا بنایا۔

۱۷:۷۔ (اور ہم نے بتا دیا تھا کہ) اگر بھلائی کے کام کرو گے تو اپنے ہی لیے کرو گے اور اگر برائی کرو گے تو اس کا وبال تمہاری جانوں پر ہوگا۔ پھر جب دوسرے وعدہ کا وقت آیا تو ہم نے یعنی ہمارے قانون کے مطابق پھر اپنے بندے بھیجے تا کہ تمہارے چہروں کو بگاڑ دیں اور جس طرح پہلی دفعہ میں داخل ہوئے تھے اسی طرح پھر اس میں داخل ہو جائیں اور جو کچھ پائیں اسے توڑ پھوڑ کر برباد کر دیں۔

سورہ توبہ ۹:۱۰۱۔ اور ان بدوی قبائل میں سے جو تمہارے آس پاس بسے ہوئے ہیں کچھ منافق ہیں اور خود اہل مدینہ میں بھی کچھ نفاق پر اڑے ہوئے ہیں تم انہیں نہیں جانتے (لیکن) ہم انہیں خوب جانتے ہیں ہم انہیں دو مرتبہ (مرتین) عذاب دیں گے پھر وہ بڑے عذاب کی طرف لوٹ کے جائیں گے۔

بقرہ۲:۲۲۹ ۔ میں لفظ مرّتٰن ہے اس سے عالموں نے یہ مطلب لیا ہے کہ اگر طلاق دینے والے نے طلاق کا لفظ دوبارہ بولا ہے تو رجوع ہوسکتا ہے اور اگر تین بار بولا ہے تو رجوع نہیں کرسکتا، طلاق بائن ہوگئی مگر یہ سوچ غلط ہے، سورہ توبہ اور بنی اسرائیل کی آیات میں یہ لفظ (مرتین) دومرتبہ آیا ہے اس کا مطلب ہے ایک بار عذاب ہوگا یا ایک بار لشکر حملہ کرے گا اور پھر کچھ عرصے بعد جب ان کی حالت اچھی ہوگئی مال اولاد والے ہو گئے (یہ کام فوراً نہیں ہوتا بلکہ وقفہ چاہتا ہے) تو پھر لشکر آ گئے اور توڑ پھوڑ کردی ایسے ہی مرّتٰن میں ہے ایک بار طلاق دے کر عدت میں رجوع ہوگیا، پھر کبھی طلاق دی اور اس بار بھی رجوع کرلیا لیکن اگر تیسری بار طلاق دی دوبار رجوع کرکے تو پھر رجوع کا حق نہیں اس کے لیے ہی کہا ہے کہ اے میرے بندے رجوع کا حق دوبار تک تھا جو تو نے استعمال کرلیا تیسری بار طلاق دے کر رجوع کا حق ختم ہوگیا، اب عورت کو طلاق بائن ہوگئی، یہ ہے مرّتٰن کا مطلب جیسے لشکروں نے وقفہ کے بعد حملہ کیا یا عذاب کا معاملہ ہے لیکن عالموں نے اس لفظ کا غلط استعمال کرکے نہ معلوم کتنے گھرانوں کو برباد کردیا اللہ رحم کرے۔

سورہ بقرہ۲:۲۳۱ ۔اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی عدت پوری ہونے کو آجائے تو یا تو بھلے طریقے سے روک لینا چاہیے یا بھلے طریقہ سے رخصت کردینا چاہئے، محض ستانے کے لیے انہیں نہ روکنا، یہ زیادتی ہوگی اور جو ایسا کرے گا وہ درحقیقت اپنے آپ پر ہی ظلم کرے گا، اللہ کی آیات کا کھیل نہ بناؤ، بھول نہ جاؤ کہ اللہ نے کیسی نعمت سے تمہیں سرفراز کیا ہے وہ تمہیں نصیحت کرتا ہے کہ جو کتاب اور حکمت اس نے تم پر (تمہارے لیے) نازل کی ہے، اس کا احترام کرو، اللہ سے ڈرو اور جان لو کہ اللہ کو ہر بات کی خبر ہے۔

۲:۲۳۲ ۔اور جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دو اور وہ اپنی عدت پوری کرلیں تو پھر تم (یعنی طلاق دینے والے شوہر) اس میں مانع نہ ہونا کہ وہ اپنے زیر تجویز شوہروں سے (جنہوں نے طلاق دی ہے ان کے علاوہ سے) نکاح کرلیں، جب وہ معروف طریقہ سے باہم مناکحت پر راضی ہوجائیں تمہیں نصیحت کی جاتی ہے کہ ایسی حرکت نہ کرنا، اگر تم اللہ پر اور روز آخرت پر ایمان لانے والے ہو، تمہارے لیے شائستہ اور پاکیزہ طریقہ یہی ہے کہ اس سے باز رہو۔ اللہ جانتا ہے تم نہیں جانتے (یعنی انہیں نکاح سے نہ روکنا)۔

آیت:۲۳۲ میں واضح لکھا ہے کہ جب تم نے طلاق دے دی اور مطلقہ نے عدت پوری کرلی، عدت میں رجوع نہیں کیا تو ان کو دوسری جگہ نکاح کرنے سے تم نہ روکو آیت میں ضمیر حاضر ''تم، کم اور تعضلوا'' آئی ہیں ان سے مراد طلاق دینے والے ہیں اور ان کو ہی منع کیا جارہا ہے کہ جب وہ عدت پوری کرچکیں اور دوسرے سے نکاح کرنا چاہیں تو ان کو ان شوہروں (ھُنّ) سے نکاح کرنے سے نہ روکو۔ یہ ہے آیت کا مطلب لیکن یہاں بھی عالموں نے عدت کے بعد ان طلاق دینے والے آدمیوں سے ہی نکاح کرادیا جو غلط ہے اور اس فعل کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرادیا جو غلط اور ستم ہے۔

بالا سورہ طلاق کی آیت ۴ میں حمل والی عورت کی عدت وضع حمل بتائی گئی ہے، اس حکم سے ہی ہجرت

کر کے آنے والی عورتوں سے نکاح کی شرط محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے استبراء بتایا ہے۔اس کا مطلب ہے کہ اس عورت سے نکاح تب ہوسکتا ہے جب وہ حاملہ نہ ہواس کا امتحان اس طرح کیا جائے گا کہ اگر اس کو حیض آ گیا تو وہ حاملہ نہیں ہے نکاح ہوسکتا ہے اور اگر حیض نہیں آیا تو نکاح نہیں ہوسکتا یہ ہے حقیقت اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان باتوں پر پورا عمل کیا جوان کا اسوہ، سیرت اور سنت ہے۔قرآن میں جو درج احکام ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر پورا عمل کیا مگر ان مسائل میں بھی محمد صلی اللہ علیہ کو کچھ اور عمل کرتے اور بتاتے بتایا گیا ہے جو دوسرے حصہ میں لکھا جائے گا۔

جنگ کی اجازت

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اللہ کا یہ حکم تھا کہ جب تک وحی کے ذریعہ کسی کام کو کرنے کا حکم نہ آ جائے اس وقت تک کوئی کام نہ کرنا۔نبی نے اس حکم پر پورا عمل کیا، یہی نبی کا اسوہ، سیرت اور سنت ہے، جب تک اللہ کی طرف سے جنگ کا حکم نہ آیا اس وقت تک محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار نہیں اٹھائی، جب جنگ کے لیے حکم آ گیا تب جنگ کے لیے تیار ہو گئے اور وہ بھی دفع کی جنگ کے لیے جارحانہ جنگ نبی نے کبھی نہیں کی اور یہی امت محمد کو حکم ہے،ذیل میں آیات پیش ہیں:

سورہ حج ۳۹:۲۲۔اور جن مسلمانوں کے خلاف جنگ جاری ہے (اور وہ مسلمانوں کو مٹانے کی فکر میں ہیں) ان مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی جاتی ہے، کیوں کہ ان پر ظلم کیا جارہا ہے اور یقین کرو اللہ ان کی مدد کی طاقت رکھتا ہے۔

۴۰:۲۲۔وہ مظلوم جن کو نکالا گیا ان کے گھروں سے ناحق ظلم سے اس قصور پر کہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارا رب اللہ ہے اور اگر اللہ لوگوں کے ذریعہ ایک دوسرے کو نہ ہٹاتا رہتا تو ڈھائے جاتے۔تکیے اور مدرسہ اور عبادت خانہ اور مسجدیں جن میں نام پڑھا جاتا ہے اللہ کا بہت، یقیناً اللہ ان لوگوں کی مدد کرتا ہے جو اس کے دین کی مدد کریں گے۔بے شک اللہ بڑی طاقت والا ہے اور سب پر غالب ہے۔

۴۱:۲۲۔وہ، وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار دیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے، زکوۃ دیں گے، نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے،تمام کاموں کا اختیار اللہ کو ہے۔

۴۸:۲۲۔اور بہت سی بستیاں ہیں کہ ان کو مہلت دیتا رہا اور وہ نافرمان تھیں پھر میں نے ان کو پکڑ لیا اور میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔

۷۲:۲۲۔اور جب ان کو ہماری صاف آیتیں پڑھ کر سنائی جاتی ہیں تو تم دیکھتے ہو کہ منکرین حق کے چہرے بگڑنے لگتے ہیں اور ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ابھی وہ ان لوگوں پر ٹوٹ پڑیں گے جو انہیں ہماری آیات سناتے ہیں،ان سے کہو اگر تم کو ہماری آیات بری لگتی ہیں تو سنو! میں بتاؤ تمہیں کہ جو خراب حالت تمہاری اس قرآن کو سن

کر رہی ہے اس سے بھی بدتر تکلیف تمہارے حق میں کیا ہے؟ وہ دوزخ کی آگ ہے جس کا اللہ نے کافروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔

سورہ بقرہ ۲:۱۹۰۔ جو لوگ تم سے لڑتے ہیں تم ان سے لڑو اللہ کی راہ میں اور تم ظلم وزیاتی نہ کرنا، بلاشبہ اللہ زیادتی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

۲:۱۹۱۔ جہاں کہیں ان سے مقابلہ ہو جائے انہیں قتل کرو اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے تم بھی انہیں وہاں سے نکال دو، اس میں کوئی شک نہیں کہ قتل وخونریزی کوئی اچھی بات نہیں ہے لیکن ملک میں فتنہ وفساد اور بدامنی کا قائم رہنا قتل سے بھی زیادہ سخت ہے لیکن حدود حرم کے اندر ان سے نہ لڑو، ہاں اگر حدود حرم میں وہ تم سے لڑیں تو تم بھی ان سے لڑو، منکر حق کی یہی سزا ہے۔

۲:۱۹۲۔ ان سے اس وقت لڑتے رہو کہ آئندہ کے لیے جنگ کا خطرہ باقی نہ رہے اور دین خالص اللہ کے لیے ہو جائے پھر اگر وہ دین میں جھگڑنے سے باز آجائیں تو پھر تمہیں ظالموں کے سوا کسی سے جنگ کی اجازت نہیں۔

۲:۱۹۴۔ حرمت کے مہینے کا احترام اس وقت تک ہے جب تک فریق ثانی بھی اس کا احترام کرے۔ مہینوں کی حرمت کا معاملہ ایک دوسرے کا ادلا بدلا ہے، پس جو بھی تم پر زیادتی کرے تو تم بھی اس کی زیادتی کا اسی طرح مقابلہ کرو لیکن اللہ سے ڈرتے رہو اور یاد رکھو اللہ انہیں لوگوں کا ساتھ دیتا ہے، جو زیادتی سے دور رہتے ہیں۔

ان آیات پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پورا عمل کیا۔ یہ ہے نبی کی حقیقی سیرت۔

نبی اور امت محمد کو قیدیوں کے بارے میں کیا حکم ہے؟

سورہ انفال ۸:۶۷۔ یہاں تک کہ جب زمین میں دشمن مغلوب وکمزور ہو جائیں اور وہ اپنی مخالفانہ کاروائیوں سے رک جائیں اور امن قائم کرنے کا مقصد پورا ہو جائے تو پھر نبی کے لیے یہ لائق نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی رہیں ان کو چھوڑنا ہے۔ کیا قیدیوں کو اپنے پاس رکھ کر تم دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔

۸:۶۸۔ اگر اللہ کا حکم پہلے سے نہ ہوتا جو تم نے لیا ہے اس کے بدلے تم پر بڑا عذاب ہوتا (نبی نے جو فدیہ لیا تھا وہ حکم الٰہی کے مطابق لیا تھا جو ذیل میں درج ہے)۔

۸:۶۹۔ پس جو مال فدیہ میں تم نے لیا حلال ذریعہ سے حاصل کیا ہے وہ حلال اور طیب ہے اسے کھاؤ اور اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۸:۷۰۔ اے رسول! جنگی قیدیوں میں سے جو تمہارے قبضہ میں تھے ان سے کہہ دو کہ اگر اللہ کا قانون تمہارے دلوں میں نیکی معلوم کرے گا تو جو کچھ تم سے لیا گیا ہے اس سے بہتر تمہیں دے گا اور پھر گناہ بھی

معاف فرمائے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۸:۷۱۔ اگر وہ لوگ تم سے دغا کرنا چاہیں گے تو وہ پہلے ہی اللہ سے دغا کر چکے ہیں تو اس نے ان کو تمہارے قبضے میں کر دیا اور اللہ دانا حکمت والا ہے۔

سورہ محمد ۴۷:۴۔ تو جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو گردنیں مارنا یعنی کاٹنا ہے۔ یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو جائیں مخالفانہ کاروائیاں کرنے کی طاقت ختم ہو جائے وہ ایسی حالت میں ہو جائیں کہ وہ اپنے ہتھیار ڈال دیں تو ان کو گرفتار کرلو۔ امن ہونے کی حالت میں ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دو اور اگر کسی پر رحم نہیں ہے تو رحم کر کے چھوڑ دو (یا اپنے آدمی ادھر قید ہوں تو ان کے بدلے میں ان کو چھوڑ دو) ہر حال میں امن ہونے پر قیدیوں کو آزاد کرنا ہے اور اگر اللہ چاہتا تو آپ ہی بدلہ لیتا مگر یہ آپس میں جنگ اس لیے ہوتی ہے کہ ایک دوسرے سے جانچے جاؤ۔ کون مومن ہے اور کون منافق اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں گے اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں کرے گا۔ اللہ کے حکم کے مطابق نبی نے جنگی قیدیوں کو امن ہونے پر آزاد کیا ہے یہ ہے سیرت پاک اور نبی کی سنت مگر تفاسیر روایات کچھ اور بتا رہی ہیں جو کردار کشی ہے۔ کیا لکھا ہے وہ دوسرے حصہ میں ملاحظہ ہو۔

اللہ نے نبی کے ذریعہ امت محمد کو دنیا میں امن قائم کرنے کا طریقہ کار بتایا

سورہ انفال ۸:۳۸۔ اے رسول! کفار سے کہہ دو کہ اگر وہ اپنے افعال بد سے رک جائیں تو جو کچھ ہو چکا وہ انہیں معاف کر دیا جائے گا اور گر پھر وہی حرکت کریں گے تو اگلے لوگوں کا جو ہو چکا ہے (وہی ان کے ساتھ ہوگا طریقہ جاری ہے)

۸:۳۹۔ اور ان لوگوں سے لڑتے رہو یہاں تک کہ فتنہ باقی نہ رہے اور دین سب اللہ کا ہی ہو جائے (یعنی امن ہو جائے جو اللہ چاہتا ہے) اور اگر مان جائیں تو اللہ ان کے کاموں کو دیکھ رہا ہے۔

۸:۴۰۔ اور اگر روگردانی کریں تو جان رکھو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے اور وہ اچھا حمایتی ہے اور اچھا مددگار ہے۔

بدعہدی کے بارے میں

سورہ انفال ۸:۵۶۔ (اے رسول!) ان میں سے جن لوگوں سے تم نے عہد و پیمان کیا مگر وہ بار بار اپنے عہد کو توڑتے ہیں اور اللہ سے نہیں ڈرتے۔

۸:۵۷۔ اگر تم ان کو لڑائی میں پاؤ تو انہیں ایسی سزا دو کہ جو لوگ ان کے پیچھے چل رہے ہوں وہ ان کو دیکھ کر بھاگ جائیں عجب نہیں کہ ان کو عبرت ہو۔

۸:۵۸۔ اور گر تم کو کسی قوم سے دغابازی کا خوف ہو تو (ان کا عہد) انہیں کی طرف پھینک دو۔ برابر کا جواب دو کچھ شک نہیں کہ اللہ دغابازوں کو دوست نہیں رکھتا۔

۸:۵۹۔اور کافر یہ خیال نہ کریں کہ وہ بازی لے گئے وہ کبھی ایمان والوں کو اپنی چالوں سے عاجز نہ کر سکیں گے۔

۸:۶۰۔اور تم لوگ جہاں تک تمہارا بس چلے زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے یعنی زمانہ کے حساب سے جنگی ساز وسامان تیار رکھو،ان دشمنوں کے مقابلہ کے لیے مہیا رکھو تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں اور ان دوسرے دشمنوں کو خوف زدہ کر دو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے اور اللہ کی راہ میں جو کچھ تم خرچ کرو گے اس کا پورا پورا بدلہ تمہاری طرف پلٹایا جائے گا اور تمہارے ساتھ ہرگز ظلم نہ ہوگا۔

۸:۶۱۔اور اگر وہ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو، کچھ شک نہیں کہ وہ سب سنتا اور جانتا ہے۔

سورہ محمد ۴۷:۳۵۔(اے مسلمانو!) تم ہمت نہ ہارو اور سلامتی اور امن یعنی اسلام کی دعوت دو تم ہی غالب رہو گے اور اللہ تمہارے ساتھ ہے تمہارے اعمال کو ہرگز ضائع نہ کرے گا۔

بدامنی کی وجہ سے تبلیغ دین میں جو کمیاں ہوتی تھیں یا مخالفوں نے جو نبی کے پیچھے الزام لگائے تھے اللہ نے ان کو درگزر کرنے کی بشارت دی اور الزامات سے بری کیا

سورہ مومن ۴۰:۵۵۔تو (ظالموں کے پریشان کرنے پر) صبر کرو، بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے تبلیغ دین کے کام میں کوئی کمی اگر ہو جائے جو ممکن ہے تو اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے قانون الٰہی میں حفاظت طلب کرو اور صبح اور شام اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

سورہ محمد ۴۷:۱۹۔پس جان رکھو کہ کافر جو کہتے ہیں کہ اللہ نہیں ہے یقیناً اللہ ہے (ان کا قول ہی غلط ہے) اور آپ سے اور مومن مرد اور مومن عورتوں سے تبلیغ دین یا دوسرے کام جہاد وغیرہ میں مخالفوں کی مخالفت کی وجہ سے کوئی کمی ہو جائے تو آپ اور وہ سب مل کر اپنی ان کمیوں پر غور کرو کہ ایسا کیوں ہوا اور آپ لوگ جو دین کا کام کرنے کے لیے چلتے پھرتے ہو اور ٹھہرتے ہو اللہ اس سے واقف ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین مکہ سے حدیبیہ میں ایک صلح کی تھی جس کو اللہ نے فتح مبین کہا ہے اس کے بارے میں آیت سے جو ظاہر ہو رہا ہے وہ پیش ہے۔

سورہ الفتح ۴۸:۲۔(اس صلح کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ آپ کے تبلیغ دین کے کام میں اس بدامنی کے زمانہ میں جو کمی ہوئی ہے جن کو آپ محسوس کر رہے ہیں اس امن کے زمانہ میں آپ کو اس کمی کی تلافی کرنے کا موقع ملے) تا کہ اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی کوتاہیاں جو تبلیغ دین کے بارے میں بدامنی کی وجہ سے ہو گئیں ہیں ان

سے درگزر کرے اور تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کردے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے اور ان الزامات سے بھی بری کرے جو دشمنوں نے آپ کے پیچھے لگادیے ہیں۔ مثلاً وہ کہتے ہیں یہ جادوگر ہے، اس پر جادو کا اثر ہے، یہ دولت کا بھوکا ہے، یہ بادشاہ بننا چاہتا ہے، اس کو کوئی سکھاتا ہے، یہ خود ہی آیات بنابنا کر بولتا ہے وغیرہ وغیرہ۔

نوٹ: ۔یعنی اب تک تبلیغ اسلام یا جنگی معاملات میں کوتاہیاں صحابہ کی طرف سے ہوئیں، اللہ نے ان سب کو معاف کیا، اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ پچھلے اٹھارہ سالوں میں مسلمانوں کی طرف سے بعض کوتاہیاں ہوئی تھیں جیسے جنگ احد پر یا ایسے ہی اس آیت میں ان جیسی لغزشوں کی طرف اشارہ ہے۔

سورہ فتح ۴۸:۸۔(اے محمد!) ہم نے تم کو دنیا میں حق کا نمونہ بنا کر خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا۔

۴۸:۹۔(اور اے انسانو!) محمد کو مبعوث کرنے کا مقصد یہ ہے کہ) تم اللہ پر اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور ان کا ساتھ دو اور اس کی توقیر کرو اور صبح اور شام اللہ کی پاکی بیان کرو۔ یہ ہے سیرت پاک۔

یہود کی بدنیتی اور ان میں فیصلہ کا طریقہ

سورہ المائدہ ۵:۴۲۔جھوٹی باتیں بنانے کے لیے وہ جاسوسی کرنے والے اور حرام مال کھانے والے ہیں۔ اگر وہ تمہارے پاس کوئی مقدمہ لائیں تو تم کو اختیار ہے کہ فیصلہ کردینا یا اعراض کرنا اور اگر ان سے اعراض کرو گے تو وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے اور اگر فیصلہ کرنا چاہو تو انصاف کا فیصلہ کرنا کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

۵:۴۳۔اور وہ تم سے اپنے مقدمات کیوں کر فیصل کرائیں گے جب کہ خود ان کے پاس تورات ہے جس میں اللہ کا حکم لکھا ہوا ہے (وہ اسے جانتے ہیں) پھر اس کے بعد اس سے پھر جاتے ہیں اور وہ لوگ ایمان نہیں رکھتے۔

۵:۴۴۔بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے۔ اسی کے مطابق انبیاء جو فرماں بردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور راور مشائخ اور علماء بھی کیوں کہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔

نوٹ: ۔تھوڑی قیمت لینے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کے احکام کو کم قیمت مت سمجھنا گویا اللہ کا حکم تو یہ ہے کہ مقدمات میں انصاف سے فیصلہ کرنا اور ہم اس کے خلاف کچھ رشوت لے کر یا اپنے رشتہ دار کے لیے غلط فیصلہ کردیں اس امید پر کہ یہ کوئی بڑا گناہ نہیں اگر ہے بھی تو شفاعت سے ختم ہو جائے گا اور مجھے جنت تو مل ہی جائے گی۔ یہ خیال کیوں آیا اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ اس کی نظر میں اللہ کی آیات کی کوئی قیمت نہیں جن میں حکم

دیا جارہا ہے کہ خبردار انصاف کرنا، ناانصافی نہ کرنا اگر غلط کرو گے تو تم کافر، فاسق اور ظالم ہو، یہ ہے اللہ کی آیات کو فروخت کرنا۔

۵:۴۵۔اور ہم نے ان لوگوں کے لیے تو رات میں یہ حکم لکھ دیا تھا۔فرض کر دیا تھا کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور سب زخموں کا اسی طرح بدلہ یعنی قصاص (اور سب کے لیے یہی قانون ہے) لیکن جو شخص بدلہ معاف کر دے وہ اس کے لیے کفارہ ہوگا اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دیں تو ایسے ہی لوگ ظالم ہیں ۔بے انصاف ہیں۔

۴:۴۶۔اور ان رسولوں کے بعد انہیں کے آثار پر ہم نے عیسیٰ ابن مریم کو بھیجا جو تصدیق کرتے تھے تو رات کی جو حفاظت کے درمیان ہے تو رات سے اور ان کو انجیل عنایت کی جس میں ہدایت اور نور ہے اور تو رات سے جو حفاظت کے درمیان ہے پہلی کتابوں کی تصدیق ہے اور پرہیزگاروں کو راہ بتاتی اور نصیحت کرتی ہے۔

۵:۴۷۔اور اہل انجیل کو چاہئے کہ جو احکام اللہ نے اس میں نازل کیے ہیں اس کے مطابق حکم دیا کریں اور جو اللہ کے نازل کیے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے لوگ فاسق یعنی نافرمان ہیں۔

۵:۴۸۔اور (اے رسول!) ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حفاظت کے درمیان ہیں اور ان کی محافظ اور نگہبان ہے لہٰذا اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق ان کے درمیان فیصلہ کرو اور جو سچائی تمہارے پاس آچکی ہے اسے چھوڑ کر ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو ہم نے تم میں سے ہر ایک کے لیے ایک ہی راستہ اور طریقہ مقرر کیا ہے اور اللہ زبردستی کرتا تو جو اس نے دستور دیا ہے اس پر ہی سب کو جمع کر دیتا (مگر اس نے اختیار دیا ہے جو جس کا دل چاہے اختیار کرے ۔اس کا جواب دینا پڑے گا اور اگر زبردستی کرتا تو یہ ظلم ہوتا لیکن اللہ ظالم نہیں ہے اس لیے آزادی ہے مگر اس کا دستور سب کے لیے ایک ہی ہے الگ الگ نہیں ہے جو قرآن میں ہے)مگر جو حکم اس نے دیا ہے اس میں وہ تمہاری آزمائش کرتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو تم سب کو اللہ کی طرف لوٹ کر جانا ہے، پھر جن باتوں میں تم کو اختلاف تھا وہ تم کو بتا دے گا۔

۵:۴۹:۔اور جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے اسی کے مطابق ان میں فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل کیا ہے اس سے وہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں اگر وہ منافق نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر تو نافرمان ہیں۔

۵:۵۰ تو کیا وہ لوگ جاہلیت کا فیصلہ چاہتے ہیں حالاں کہ ان لوگوں کے لیے جو سچائی پر یقین رکھتے ہیں اللہ سے بہتر فیصلہ کرنے والا کون ہوسکتا ہے؟

قرآن کے مطابق انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنا یہ ہے سیرت پاک۔

اللہ نے اپنا وعدہ پورا کیا مگر قوم نے اس کی قدر نہ کی اور نافرمانی کی

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جو بھی حکم دیا وہ اللہ کے حکم کے مطابق دیا جو سنت ہے اس کو ماننے والا فائدے میں رہتا ہے اور نہ ماننے والا نقصان میں جس کی شہادت آیت ذیل میں مل رہی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ رسول نے کوئی بھی ایسا حکم اپنی مرضی سے نہیں دیا ہر حکم اللہ کی وحی کے مطابق دیا اور خود بھی اس حکم پر عمل کیا۔

سورہ آل عمران ۳:۱۵۲۔ اور بے شک اللہ نے اپنا وعدہ تم پر اس وقت پورا کر دیا جب تم انہیں اللہ کے قانون کے مطابق قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دکھائی اور جو فریضہ تمہارے سپرد ہوا تھا رسول کے ذریعہ اس میں تمہارے کچھ افراد نے جھگڑا کیا اور تم میں سے کچھ نے نافرمانی کی اس فتح کو دیکھنے کے بعد جسے تم پسند کرتے ہو، تم میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے دنیا کا ارادہ کیا اور تم میں بعض وہ ہیں جنہوں نے ارادہ کیا بہتر انجام کا، پھر پھیر دیا تمہیں ان سے تاکہ تم پر خود ظاہر ہو جائے کہ غلطی کس کی تھی اور بے شک اللہ نے معاف کیا تم کو حقیقت یہ ہے کہ اللہ مومنوں پر صاحب فضل ہے۔

۳:۱۵۳۔ جب تم لوگ دور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے پھر کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ تم کو تمہارے پیچھے کھڑے بلا رہے تھے تو اللہ کے قانون نے تم کو غم پر غم پہنچایا تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی یا جو مصیبت تم پر واقع ہوئی ہے اس سے تم غمزدہ نہ ہو اور اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

۳:۱۷۲۔ جن لوگوں نے زخم کھانے کے باوجود اللہ و رسول کے حکم کو قبول کیا جو لوگ ان میں نیکوکار اور پرہیزگار ہیں ان کے لیے بڑا اجر ہے۔

۳:۱۷۳۔ جن ایمان والوں سے لوگوں نے کہا کہ تمہارے مقابلہ کے لیے ایک زبردست فوج تیار ہے اس سے ڈرو لیکن ان کا ایمان اور بڑھ گیا اور وہ بولے ہماری مدد کے لیے اللہ کافی اور بہترین اور کارساز ہے۔

غزوہ احزاب

سورہ احزاب ۳۳:۱۰۔ جب وہ اوپر اور نیچے سے تم پر چڑھ آئے اور جب خوف سے بزدلوں کی آنکھیں پتھرا گئیں اور کلیجے منہ کو آ گئے اور تم میں سے بعض لوگ اللہ کے بارے میں طرح طرح کی بدگمانیاں کرنے لگے۔

۳۳:۱۱۔ اس وقت ایمان والوں کی سخت آزمائش کی گئی اور بری طرح ہلائے گئے۔

۳۳:۱۲۔ جب منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ تھا کہنے لگے کہ اللہ اور اس کے رسول نے ہم سے جو وعدے کیے تھے وہ فریب کے سوا کچھ نہ تھے۔

غزوہ احزاب کا نام غزوہ خندق بھی ہے یہ اس لیے کہ اس غزوہ کے وقت نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اللہ داد فراست کے تحت شوریٰ میں یہ طے کیا کہ اس جنگ کو لڑنے کے لیے اس جگہ کے تین طرف خندق کھودی

جائے جس سے دشمن کوئی نقصان نہ پہنچا پائے ،ایک طرف پہاڑ تھا گویا یہ ایک عارضی قلعہ بنا دیا گیا اور اس قلعہ کا یہ فائدہ ہوا کہ دشمن مسلمانوں کے قریب نہ آپایا اور محاصرہ کر کے خیمہ زن ہو گیا مگر جب محاصرہ کو زیادہ دن ہو گئے اور کامیابی کی کوئی راہ نظر نہ آئی ادھر اللہ کی حاسب ہوا آئی اور ان کے خیمے وغیرہ کو برباد کر دیا تو وہ لوگ نامراد واپس ہو گئے اور مومنوں کو اللہ نے نبی کی فراست اور مومنوں کی ہمت کی وجہ سے ایک شاندار فتح دی اس فتح سے بہت سی کامیابیوں کی راہ ہموار ہوئی ،اس غزوہ کے فوراً بعد غزوۂ بنی نضیر پیش آیا اس غزوہ کی وجہ یہ ہوئی کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں آ کر میثاق مدینہ کے نام سے مدینہ والوں سے ایک معاہدہ کیا تھا اس میں یہ تھا کہ مسلمان یہودی ،عیسائی اور جو بھی مدینہ میں رہتا ہے وہ سب آپس میں جنگ نہیں کریں گے اور اگر کوئی دشمن حملہ کرتا ہے تو سب مل کر اس کا مقابلہ کریں گے اور کوئی فریق بھی کسی فریق کے خلاف دشمن کو مدد نہیں دے گا اور نہ ہی وقت ضرورت پر الگ رہے گا مگر غزوہ احزاب کے موقع پر یہودیوں نے معاہدہ کی خلاف ورزی کی اور دشمنوں کی مدد کی اس لیے غزوہ احزاب سے فراغت کے فوراً بعد نبی نے بنی نظیر کا محاصرہ کر لیا اس محاصرہ سے وہ تنگ آ گئے اور اپنے کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا ،اس غزوہ کے بارے میں آیت پیش ہے:

سورہ الحشر ۵۹ :۳ ۔اگر اللہ نے ان کی تقدیر پر جلاوطن ہونا نہ لکھ دیا ہوتا تو دنیا میں انہیں عذاب دیتا اور آخرت میں تو ان کو آگ کا عذاب ہونا ہی ہے ۔

۵۹ :۴ ۔یہ سزا اس لیے دی گئی کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی اور جو بھی اللہ کی مخالفت کرے گا تو اللہ سخت سزا دینے والا ہے ۔

اللہ نے جنگی قیدیوں کے بارے میں سورہ محمد میں فرمایا ہے کہ جب ان کو گرفتار کر لو تو فدیہ لے کر چھوڑ دو یا رحم کے ساتھ چھوڑ دو اور اس آیت میں کہا کہ ان کی تقدیر میں جلاوطن ہونا لکھا تھا گویا ان کو چھوڑنا ہے قتل کرنے کو نہیں کہا جب قتل کرنے کو نہیں کہا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی جنگی قیدی کو قتل نہیں کیا اور نہ ہی کسی کو غلام و کنیز بنایا کیوں کہ اللہ کا حکم آزاد کرنے کا ہے لیکن لکھا ملتا ہے کہ سعد بن معاذ نے ان کے بارے میں قتل کرنے کا فیصلہ دیا جو لڑنے کے قابل تھے اور اس فیصلہ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے درست بتایا ہے یہ کہہ کر یہ اللہ کی طرف سے حق فیصلہ ہے کیا محمد ایسا فرما سکتے تھے ہرگز نہیں ۔سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کا فیصلہ دوسرے حصہ میں لکھا ہے ملاحظہ ہو ۔اس فیصلہ کو جو غلط تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی درست نہیں بتا سکتے تھے جو سیرت پاک کے خلاف ہے ۔اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کردار کشی کی گئی ہے ۔

اہل ایمان کی کردار کشی اور تہمت اور اہل ایمان عورتوں کو پردے کا حکم

سورہ احزاب ۳۳ :۵۷ ۔جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کو رنج پہنچائیں ان پر اللہ دنیا اور آخرت میں لعنت کرتا ہے اور ان کے لیے اس نے ذلیل کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے ۔

۵۸:۳۳۔ جولوگ مؤمن مردوں اور مومن عورتوں کو ایسے کام کی تہمت سے بدنام کریں گے جو انہوں نے نہ کیا ہوتو وہ بہتان اور صریح گناہ کا بوجھ اپنے سر پر رکھ لیں گے۔

۵۹:۳۳۔اے نبی! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور اہل ایمان کی عورتوں سے کہدو کہ جب وہ باہر نکلیں تو اپنے اوپر اپنی چادروں کے پلو لٹکا لیا کریں یہ زیادہ مناسب طریقہ ہے تا کہ وہ پہچان لی جائیں کہ (یہ مومن ہیں) ستائی نہ جائیں اللہ غفور اور رحیم ہے۔

۶۰:۳۳۔ اگر منافق اور وہ لوگ جن کے دلوں میں مرض ہے اور جو مدینے میں بری بری خبریں اڑایا کرتے ہیں اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم کو ان کے خلاف قدم اٹھانے پر آمادہ کر دیں گے پھر وہ مشکل سے ہی تمہارے پڑوس میں رہ سکتے ہیں۔

۶۱:۳۳۔وہ بھی پھٹکارے ہوئے جہاں کہیں پائے جائیں گے پکڑے جائیں گے اور جان سے مار دیئے جائیں گے۔

۶۲:۳۳۔جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں ان کے بارے میں بھی اللہ کا یہی قانون رہا ہے اور تم اللہ کے قانون میں کسی طرح کی تبدیلی نہ پاؤ گے (برائی کا انجام برا ہوتا ہے)۔

رسول کو اللہ نے کہا کہ اپنی بیویوں سے معلوم کرلو

سورہ احزاب ۲۸:۳۳۔اے نبی! اپنی بیویوں سے معلوم کرلو کہ اگر تم کو دنیا کی زندگی اور اس کی زینت وآرائش کی خواہش ہوتو آؤ میں تم کو مال دے دوں اور پھر مال دے کر اچھی طرح سے رخصت کر دوں۔

۲۹:۳۳۔اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول اور عافیت کے گھر کی طلب گار ہوتو تم میں جو نیکوکاری کرنے والی ہیں ان کے لیے اللہ نے اجر عظیم تیار کر رکھا ہے۔

۳۰:۳۳۔اے نبی کی بیویو! تم میں جو کوئی صریح ناشائستہ حرکت کرے گی اس کو دوگنی سزا دی جائے گی اور یہ بات اللہ کو آسان ہے۔

۳۱:۳۳۔اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرمانبردار رہے گی اور عمل نیک کرے گی اس کو ہم دونا ثواب دیں گے اور اس کے لیے ہم نے عزت کی روزی تیار کر رکھی ہے۔

۳۲:۳۳۔اے نبی کی بیویو! تم اور عورتوں کی طرح نہیں ہو اگر اللہ سے ڈرو تو بات میں نرمی نہ کرنا دل کا روگی لالچ کرے، ہاں اچھی قاعدے کی بات کرو۔

۳۳:۳۳۔اور اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور بے پردہ نہ رہو، اگلی جاہلیت کی سج دھج دکھاتی نہ پھرو اور نماز قائم رکھو اور زکوۃ دو اور اللہ اور اس کے رسول کا حکم مانو، اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت اللہ تمہیں ہر قسم کے الزامات سے پاک رکھے گا اور نظر و قلب کی پاکیزگی عطا کرے گا۔

۳۳:۳۷۔زید پر اللہ کے بھی بہت احسان ہیں اور اے رسول آپ کے بھی بہت احسان ہیں جب آپ اس سے کہہ رہے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور قانون الٰہی نے تمہارا رشتہ جو قائم کیا ہے اس کی حفاظت کرو اس کو ختم کرنے سے ڈرو، اگر تمہیں کوئی معمولی شکایت ہو تو اس سے صرف نظر کرو اور اگر کوئی بڑی شکایت ہو تو بیان کرو چھپانے سے فائدہ نہیں، اگر اب تم نے چھپانے کی کوشش بھی کی تو طلاق دینے کی صورت میں قانون الٰہی کے مطابق بتانا پڑے گا یوں ہی گھر میں بیٹھ کر طلاق تو نہیں دی جائے گی ۔اے زید لوگوں سے تو اس خوف سے نہ ڈر کہ لوگ کیا کہیں گے، ڈرنے کا حق تو صرف قانون الٰہی سے ہے کہ اللہ کے قانون کے خلاف کوئی بات نہ کہو، لیکن زید نے اس مشورے کو یعنی طلاق نہ دینے والے مشورے کو نہ مانا اور اپنی زوجہ سے قطع تعلق کرلیا، اس کے بعد تم نے قانون کے مطابق ہمارے حکم سے زید کی مطلقہ سے نکاح کرلیا تا کہ مطلقہ کو اس حادثہ سے جو صدمہ پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے ۔ہم نے اس باب میں واضح ہدایت نازل کردی ہے جب کہا تھا کہ منھ بولا بیٹا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا (۳۳:۴) نکاح حقیقی بیٹے کی بیوی سے ناجائز ہے (۴:۲۳) منھ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ وہ طلاق دے دے ۔رسول اللہ کا یہ عمل قانون الٰہی کے عین مطابق ہے کیوں کہ اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی تھا۔

۳۳:۳۹۔جو اللہ کے پیغامات پہنچاتے ہیں اور اسی سے ڈرتے ہیں اور ایک اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور محاسبہ کے لیے بس اللہ ہی کافی ہے ۔

درج بالا آیات پر عالموں نے کیا ترجمہ اور تفسیر درج کی ہے وہ دوسرے حصہ میں ملاحظہ ہو۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں یعنی محمد کی صرف لڑکیاں تھیں جن کی اولاد باقی ہے

کوئی لڑکا ایسا نہیں ہوا جس کی اولاد باقی ہو اس لیے آل کا سوال نہیں

سورہ احزاب ۳۳:۴۰۔لوگو! محمد تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین (نبیوں پر مہر یعنی نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے ہیں) محمد اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں اور اللہ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے ۔

قرآن کے ذریعہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ظہار اور لے پالک کے بارے میں کیا خبر دی ہے

سورہ احزاب ۳۳:۴۔اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے تم اپنی بیویوں کو جنہیں تم غصہ میں آکر ماں کہہ دیتے ہو، ان کو تمہاری ماں نہیں بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارا بیٹا، یہ سب تمہارے منھ کی

باتیں ہیں اوراللہ تو سچی بات بتاتا ہےاوروہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

۳۳:۵۔مومنو! لے پالکوں کوان کے باپوں کے نام سے پکارا کرو کہ اللہ کے نزدیک یہی بات درست ہے،اگرتم کوان کے باپوں کے نام معلوم نہ ہوں تو دین میں وہ تمہارے بھائی اوردوست ہیں اورجوبات تم سے غلطی سے ہوگئی سو اس میں تم پر کچھ گناہ نہیں،لیکن اس بات پرضرور گرفت ہوگی جسے تم دل کے ارادے سے کرو اوراللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۳۳:۶۔اللہ کا نبی ایمان والوں کے لیےان کی جانوں سے زیادہ مقدم ہےاوراس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں لیکن اللہ کی کتاب کے مطابق رشتہ دارعام مسلمانوں اورمہاجروں سے زیادہ حق دار ہیں،مگر یہ کہ تم اپنے دوستوں کے ساتھ سلوک کرنا چاہو،یہ حکم اللہ کی کتاب میں لکھ دیا گیا ہے۔

سورہ مجادلہ ۵۸:۱۔اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جواپنے شوہر کے معاملہ میں آپ سے بات کررہی ہےاوراللہ سے فریاد کررہی ہےاللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۵۸:۲۔تو سنو!تم میں سے جولوگ اپنی بیویوں سےظہار کریں گے(یعنی)ماں کہہ دیتے ہیں تو اس سے ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہوجاتیں،ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے،وہ لوگ ایک سخت ناپسندیدہ اورجھوٹی بات کہتے ہیں اورحقیقت میں اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔

احزاب ۳۳:۲۸۔کی روشنی میں کچھ لکھا جارہا ہے،جب فتح کا سلسلہ شروع ہوا اورمسلمانوں کی مالی حالت اچھی ہونے لگی اور جب کوئی مال آتا تھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو مسلمانوں میں تقسیم کردیتے تھے۔ایسی حالت میں ہوسکتا تھا کہ نبی کی بیویوں کے دلوں میں بھی مال کی چاہت آئے،اس لیے نبی نے اللہ کے حکم سے اپنی بیویوں سے کہا کہ کل کو بیویاں کوئی افسوس نہ کریں اوراپنے بارے میں فیصلہ کریں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے بیویو! جیسےاورمسلمانوں کو مال مل رہا ہےاوروہ خوشحال ہورہے ہیں اگرتم کوبھی مال چاہیےتو میں تم کو مال دےدوں گا مگر مال دے کر تم کورخصت کردوں گا کیوں کہ میرے پاس رہتے ہوئے مال نہیں ملے گا جیسے میں رہتا ہوں ایسے ہی تم کو رہنا ہے،اس سوال پر بیویوں نے کہا کہ ہم کو مال نہیں چاہیے ہم کو اللہ اور رسول کی رضا چاہیے۔ہم اسی زندگی پر راضی ہیں جس پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم رہتے ہیں لیکن ان آیات کی شان نزول میں کچھ اور ہے جودوسرے حصہ میں درج ہے۔

تھوڑا ٹھہر کرازواج مطہرات کے بارے میں ایک غلط فہمی پراور گفتگو کرلی جائے جس کو مفادپرستوں نے کچھ اوررنگ دیا ہے،آیات پیش ہیں۔

سورہ احزاب ۳۳:۳۳۔اوراپنے گھروں میں ٹھہری رہواور بے پردہ نہ رہو،اگلی جاہلیت کی سج دھج دکھاتی نہ پھرواورنماز قائم رکھواورزکوۃ دواوراللہ اوراس کے رسول کا حکم مانو،اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ اے اہل بیت (اے گھر والو!)اللہ تمہیں ہرقسم کے الزامات سے پاک رکھے گااورنظروقلب کی پاکیزگی عطا کرے گا۔

لفظ اہل بیت پر کافی اختلاف ہے ایک فرقہ اس سے صرف حضرت علیؓ، فاطمہؓ، حسنؓ، حسینؓ اوران کی اولاد کو ہی اہل بیت تسلیم کرتا ہے، دوسروں کو نہیں ،اس لیے قرآن کی روشنی میں یہ دیکھا جائے کہ اہل بیت سے مراد صرف یہی چار اوران کی اولاد ہیں یا اس کے دائرے میں کوئی اور بھی آتا ہے ہاں ایک فرقہ کا ماننا ہے کہ اس سے مراد صرف نبی کی ازواج ہیں مگر آیت میں یہ لفظ ایسی جگہ آیا ہے جہاں یہ لگتا ہے کہ اس سے نبی کی ازواج ہی مراد ہے لیکن یہ ماننا بھی محل نظر ہے کیونکہ ضمیر جمع مذکر حاضر کی ''کم'' ہے مگر ایک فرقہ نے تو ازواج کو اہل بیت سے ہی الگ کر دیا جو آیت اور قرآن سے دوری ہے، غور یہ کیا جائے کہ قرآن سے کیا ثابت ہے؟ ہمارے لیے قرآن ہی اصل ماخذ ہے۔

احزاب ۶:۳۳۔اللہ کا نبی ایمان والوں کے لیے ان کی جانوں سے زیادہ مقدم ہے (اور حق دار ہے)اوراس کی بیویاں (احترام کے لحاظ سے)ان کی مائیں ہیں۔

۴۰:۳۳۔اے ایمان والو! محمد صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن حقیقت میں اہل ایمان ہونے کی وجہ سے محمد ہر ایمان والے کے روحانی باپ ہیں صلبی نہیں۔جس کی وضاحت آیت ۶:۳۳ میں ازواج نبی کو مسلمانوں کی ماں بتایا ہے، جب بیویاں ماں ہیں تو نبی محمد ان کے شوہر ہیں اس طرح محمد بھی قیامت تک آنے والے ہر مومن کے باپ ہیں، اس طرح ہر مومن حضرت علیؓ اوران کی اولاد کے ساتھ محمد کے اہل بیت میں داخل ہیں جس کی تائید آیت ۳۳:۳۳ میں آئی ،ضمیر کم ہے عربی قاعدے کے مطابق اگر مرد وعورت ساتھ ہوں تو ضمیر مذکر جمع سے خطاب کیا جاتا ہے یہی قاعدہ آیت میں ہے اس طرح ہر مرد و عورت جو مومن ہو وہ اہل بیت ہے اس کی تائید میں آیات پیش ہیں۔

سورہ ہود ۱۱: ۴۵، ۴۶۔اور نوح نے اپنے رب کو پکارا عرض کیا اے میرے رب میرا بیٹا تو میرا گھر والا (اہلی) ہے اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے اور تو سب سے بڑا حکم والا ہے، فرمایا اے نوح وہ تیرے گھر والوں میں سے نہیں، بے شک اس کے کام غیر صالح ہیں تو مجھ سے وہ بات نہ مانگ جس کا تجھے علم نہیں، میں تجھ کو نصیحت کرتا ہوں کہ نادان نہ بن، کتنے صاف الفاظ میں بتا دیا کہ اہل بیت کون ہوتے ہیں اگر لڑکا ہی اہل بیت ہوتا تو اللہ لڑکے کے لیے منع نہ کرتا کہ یہ تیرا اہل بیت نہیں ہے، اس سے ثابت ہوا کہ مومن ہی اہل بیت ہو سکتا ہے۔

سورہ ہود ۱۱: ۷۳۔فرشتوں نے کہا کیا تم اللہ کے فیصلہ پر تعجب کرتی ہو؟ اے اہل بیت تم پر اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔اس آیت میں بیوی کو اہل بیت ضمیر ''کم'' حاضر جمع سے خطاب کیا ہے۔

ہود ۱۱: ۸۱۔فرشتے بولے اے لوط ہم تمہارے رب کے بھیجے ہوئے ہیں وہ تم تک نہیں پہنچ سکتے تو اپنے گھر والوں (اہلک) کو راتوں رات لے جاؤ اور تم میں کوئی پیٹھ پھیر کر نہ دیکھے سوائے تمہاری عورت کہ اسے بھی وہی پہنچنا ہے جو انہیں پہنچے گا، بے شک ان کا وعدہ صبح کے وقت ہے، کیا صبح قریب نہیں۔

اس آیت میں بیوی کو اہل بیت سے الگ کیا جب کہ بیوی اہل بیت میں ہوتی ہے مگر نافرمان ہونے

کی وجہ سے اس کو باہر کیا اور جو بھی حضرت لوط کے ساتھ تھے ان کو اہل بیت فرمایا، ظاہر ہے لوط کے ساتھ اور بھی اہل ایمان ضرور تھے۔

سورہ القصص ۲۹:۲۸۔ اور جب حضرت موسیٰ نے مدت پوری کر لی اور اپنے گھر والوں کو لے کر چلے تو کوہِ طور کی طرف آگ دیکھی تو اپنی بیوی (بِاَهْلِهٖ لِاَهْلِهِ) سے کہنے لگے ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے۔ ان آیات کو اور دیکھو بات صاف ہو جائے گی۔ (۳۸:۴۳، ۷:۸۳، ۱۵:۶۵، ۲۰:۱۰، ۲۱:۷۶، ۲۳:۷۶، ۲۳:۸۴، ۲۳:۲۷)

سورہ نوح ۷۱:۲۷، ۲۸۔ بیشک اگر تو انہیں رہنے دے گا تو تیرے بندوں کو گمراہ کر دیں گے اور ان کی اولاد ہوگی تو وہ بھی بدکار اور نافرمان ہوگی، اے میرے رب مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور اسے جو ایمان لا کر میرے گھر میں "بَیْتِیَ" داخل ہوا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو اور کافروں کو نہ بڑھا مگر تباہی۔

اس آیت میں کتنا صاف کہا کہ جو میرے گھر میں "بیتی" داخل ہوا ظاہر ہے کہ ان کے ساتھ بھی بہت سے آدمی ایمان لا کر ان کے اہل بیت میں داخل تھے۔ آیتیں اور بھی ہیں مثلاً (۱۲:۲۵، ۱۴:۲۸، ۱۸:۷۸، ۴:۵) وغیرہ۔ ان آیتوں کو پڑھ کر غور کرو اور خود ہی فیصلہ کرو کہ اہل بیت کون ہیں، کیا وہی چار آدمی یا ان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج اور قیامت تک آنے والے پورے اہل ایمان؟ جو مومن ہوں؟ حقیقت میں ان چار اور پورے اہل ایمان کے ساتھ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی محمد کے اہل بیت ہیں کیوں کہ نبی ہر امتی کا روحانی باپ ہوتا ہے جیسے کہ ازواج کے واسطے سے (۶:۳۳) میں فرما دیا گیا ہے یہ ہے اہل بیت کا مسئلہ۔

ہاں اہل بیت کی اصطلاح کے مطابق ہر مومن قیامت تک آنے والا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بیت ہے چاہے اس کا پیشہ کچھ بھی ہو کہیں کا بھی رہنے والا ہو، اگر وہ مومن ہے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا اہل بیت ہے کوئی خاص گروہ محمد کا اہل بیت نہیں ہو سکتا ہر مومن اہل بیت ہے۔

ظہار کے بارے میں اللہ نے سورہ احزاب میں بتا دیا تھا کہ اس کے بعد سورہ مجادلہ میں جو واقعہ ہے اس میں اس مسئلہ کی تفصیل بتا دی گئی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو بتا دیا کہ تم اپنے شوہر کی ماں نہیں ہو گئیں بلکہ ایسا کہنے پر کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ یہ ہے ان آیات کا مطلب لیکن علماء نے کیا لکھا ہے وہ بھی دوسرے حصہ میں ہے۔

لے پالکوں کے بارے میں یہ مشہور تھا کہ اگر کسی لے پالک کی بیوی مطلقہ یا بیوہ ہوتی ہے تو اس سے وہ آدمی شادی نہیں کر سکتا ہے جس کا وہ لے پالک تھا۔ اس لیے جب لوگوں نے یہ سنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم زید کی مطلقہ سے نکاح کرنے والے ہیں تو اعتراض کرنا شروع کیا تو اللہ نے آیات نازل کر کے یہ بھی بتا دیا کہ لے پالک حقیقی بیٹا نہیں ہو سکتا لے پالک کی مطلقہ یا بیوہ سے نکاح جائز ہے۔ اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب سے نکاح کیا۔

اس بارے میں ۳۳:۳۷ میں عالموں نے کچھ اس طرح لکھا ہے کہ حضرت محمد اپنے دل میں کچھ چھپا رہے تھے لوگوں کے ڈر کی وجہ سے جب کہ یہ غلط ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے زید سے کہا تھا کہ تم کسی کے خوف سے نہ ڈرو، ڈرنا ہے تو اللہ کی نافرمانی کرنے سے، ان سب باتوں کے بارے میں دوسرے حصہ میں لکھا ہے ۔ان آیات کی روشنی میں نبی کی سیرت پاک لکھنی تھی مگر نہ لکھی کیوں؟

اللہ نے یہ بھی بتا دیا کہ نبی کے لیے کون عورت حلال ہے جس سے نکاح کرے

سورہ احزاب ۳۳: ۵۰ ۔اے نبی! ہم نے تمہارے لیے تمہاری وہ بیویاں جن کو تم نے مہر دے دیئے ہیں حلال کر دیں ہیں اور تمہاری وہ ماملکت یمین جو اللہ نے تم کو دلا دی ہیں نکاح کرو اور تمہارے چچا اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تمہارے ماموں اور خالاؤں کی بیٹیاں جو تمہارے ساتھ ہجرت کر کے چلی آئی ہیں، مگر ہجرت کرنے والیوں کا امتحان کرلو ۔(۶۰ ۔۱۰) کہ وہ مومن ہیں یا نہیں اور انہوں نے گناہوں سے بھی ہجرت کر لی ہے یا نہیں، یعنی گناہوں کو چھوڑ دیا ہے، ان سے بھی نکاح کر سکتے ہو مگر حد کے اندر، اور صرف آپ کے لیے وہ مومنہ عورت بھی حلال ہے جس نے اپنے آپ کو نبی کے لیے ہبہ کر دیا ہو بلا مہر کے، بشرطیکہ نبی بھی اس کو نکاح میں لینا چاہے، یہ ہبہ والی اجازت صرف تمہارے لیے ہے اور مسلمانوں کو نہیں ،ہم نے ان کی بیویوں اور ماملکت ایمان کے بارے میں جو حکم مقرر کر دیا ہے اسے ہم جانتے ہیں اور تمہارے لیے بھی (یہ خصوصی احکام اس لیے ہیں کہ آپ کو معاملات سلجھانے میں دقت نہ آئے اور یہ ایک سے حکم اس لیے ہیں) تا کہ تم پر کسی طرح کا الزام نہ رہے (یعنی کوئی الزام لگائے کہ نبی کے لیے یہ چھوٹ کیوں اور ہمارے لیے پابندی کیوں ہے اس لیے صرف ہبہ کے علاوہ سب کے لیے ایک ہی قانون ہے)اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ۔

احزاب :۵۲ ۔اے رسول! ان کے علاوہ اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ تم ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کرو خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے اور خصوصاً آپ کے لیے اس کے بعد ماملکت بھی حلال نہیں کہ ان سے نکاح کرو اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے ۔

احزاب ۳۳: ۵۱ ۔اور آپ کو یہ بھی خصوصی اختیار ہے کہ ہر بیوی کو الگ الگ حجرے کا انتظام کر دو اور جسے چاہو آپ اس حجرے میں رکھیں جس میں آپ رہتے ہیں اور جب آپ دوسری بیوی کو بلائیں گے تو پہلی کو حجرے سے بھیجنا پڑے گا الگ کرنے اور دوسری کو بلانے میں آپ پر کوئی الزام نہیں اور یہ قاعدہ کے مطابق نمبر مقرر کرنے کی اجازت اس لیے ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنجیدہ نہ ہوں اور جو کچھ بھی تم ان کو دو اسے لے کر سب خوش رہیں اور جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اللہ اسے جانتا ہے اور بردبار ہے ۔ان آیات کے بارے میں بھی بہت کچھ ایسا لکھا ہے جو سیرت پاک کے منافی ہے جس کا ملاحظہ دوسرے حصہ میں کریں ۔

منافقوں کے ذریعہ مومنوں میں پھوٹ ڈالنے کی خبر اللہ نے محمد کو دی

سورہ المنافقون ۶۳:۷ ۔ایسے ہی لوگ تو ہیں جو لوگوں سے کہیں گے کہ جو لوگ رسول کے پاس رہتے ہیں ان پر خرچ نہ کرنا ، یہاں تک کہ وہ بھاگ جائیں ، حالانکہ آسمان اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھیں گے۔

۸:۹۳ ۔اور یہ بھی کہیں گے کہ اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچے تو عزت والے ذلیل لوگوں کو وہاں سے نکال باہر کریں گے حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اس کے رسولوں کی اور مومنوں کی ، لیکن منافق نہیں سمجھیں گے۔

منافق کی نماز جنازہ کیا نبی نے پڑھائی؟

سورہ توبہ ۹:۸۰ ۔اے نبی! تم خواہ ایسے لوگوں کے لیے معافی کی درخواست کرو یا نہ کرو اگر تم ستر بار بھی انہیں معاف کر دینے کی درخواست کرو گے تو اللہ انہیں ہر گز معاف نہ کرے گا ۔اس لیے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ منافقوں کو راہ نجات نہیں دیتا۔

۹:۸۱ ۔(جن لوگوں نے بہانے بنائے تھے ان بہانوں پر) جن لوگوں کو پیچھے رہ جانے کی اجازت دے دی گئی تھی وہ اللہ کے رسول کا ساتھ نہ دینے اور گھر بیٹھے رہنے پر راضی ہوئے اور انہیں گوارہ نہ ہوا کہ اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کریں انہوں نے لوگوں سے کہا کہ اس سخت گرمی میں نہ نکلو ۔ان سے کہو کہ جہنم کی آگ اس سے زیادہ گرم ہے ۔کاش انہیں شعور ہوتا ۔

۹:۸۲ ۔اب چاہیے کہ وہ لوگ ہنسنا کم کریں اور روئیں زیادہ اس لیے کہ جو بدی وہ کماتے رہے ہیں اس کی سزا ایسی ہی ہے ۔

۹:۸۳ ۔اگر اللہ ان کے کسی گروہ کے درمیان تمہیں واپس لے جائے اور آئندہ ان میں سے کوئی گروہ جہاد کے لیے نکلنے کی تم سے اجازت مانگے تو صاف کہہ دینا اب تم میرے ساتھ ہر گز نہیں چل سکتے اور نہ میرے ساتھ کسی دشمن سے لڑ سکتے ہو ، تم نے بیٹھ رہنے والوں کو پسند کیا تھا تو اب گھر بیٹھنے والوں ہی کے ساتھ بیٹھے رہو۔

۹:۸۴ ۔(اے نبی! ایسے آدمیوں کو مسلمان نہ سمجھو) اور ان میں سے جو کوئی مرے اس کی نماز (یعنی مغفرت کی دعا) بھی تم ہر گز نہ کرنا اور نہ کبھی ان کی قبر پر کھڑے ہونا ، کیوں کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور وہ مرے ہیں اس حالت میں کہ وہ فاسق تھے ۔

آیات بالا میں واضح حکم ہے کہ منافق کے لیے دعائے مغفرت یعنی نماز جنازہ نہ پڑھنا ، اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان احکامات پر مکمل عمل کیا لیکن افسوس علماء کرام نے یہ لکھا ہے کہ نبی نے ایک منافق کی نماز جنازہ پڑھائی کیا یہ ممکن ہے؟ اس کے بارے میں دوسرے حصہ میں ملاحظہ ہو۔

۹:۲۹ ۔جن لوگوں کو کتاب دی گئی ہے جو نہ تو اللہ پر ایمان رکھتے ہیں نہ آخرت کے دن پر اور نہ ان

چیزوں کو حرام سمجھتے ہیں جنہیں اللہ نے رسول کے ذریعہ (ان کی کتابوں میں) حرام کیا ہے اور نہ اللہ کے سچے دین سلامتی کی پیروی کرتے ہیں ان سے بھی جنگ کرو، یہاں تک کہ وہ سرکشی کو چھوڑ دیں اور خوشی سے تمہارے ملک میں رہتے ہوئے زمین کا لگان دیں، کاشتکار بن کر اور دوسرے کاروبار کا ٹیکس بھی دیں، تکبر نہ کریں امن سے رہیں۔

اس آیت کا ترجمہ سابق میں کچھ اس طرح کیا ہے جس کو پڑھ کر غیر الزام تراشی کرتے ہیں جو بڑی بات ہے اس لیے اس کا ترجمہ درست یہ ہے جو اوپر لکھا ہے۔

انسانوں نے نبیوں کا انکار کیا جب کہ محمد ایک نمونہ ہیں

سورہ سبا ۳۴: ۲۸۔ اور (اے محمد!) ہم نے جو تم کو بھیجا ہے تو یقیناً تمام لوگوں کے لیے خوشخبری سنانے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۳۴: ۳۴۔ اور جو بھی ہم نے بھیجا کسی بستی میں ڈرانے والا تو یقیناً وہاں کے خوشحال لوگوں نے یہاں تک کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کا انکار کرتے ہیں۔

قبلہ کی بحث

سورہ البقرہ ۲: ۱۴۲۔ ابھی نادان لوگ ضرور کہیں گے کہ ان اہل اسلام کو ان کے یعنی سابق انبیاء کے قبلہ سے جس پر وہ حضرات دائم وقائم رہے، (حالانکہ شروع سے ہی ہر نبی کا کعبہ مکہ والا ہی رہا ہے لیکن ظالم لوگوں نے اس کعبہ سے انحراف کیا اور ظلم یہ کیا کہ آنحضور کے لیے بھی لکھ دیا کہ معراج میں بھی نبیوں کو نماز وہاں پڑھائی اور ہجرت کے بعد مدینہ میں ۱۶ / یا ۱۷ / ماہ تک ادھر کو ہی منہ کر کے نماز پڑھی اس وجہ سے اس کو قبلہ اول کہتے ہیں جب کہ یہ عقیدہ غلط ہے نہ تو نبی معراج کی رات میں بیت المقدس گئے اور نہ ادھر کو منہ کر کے نماز پڑھی)، کس چیز نے پھیر دیا، اے نبی ان سے کہو مشرق و مغرب سب اللہ کے ہیں اور اللہ اس کو سیدھی راہ دکھا دیتا ہے جو اپنے عمل سے خود چاہتا ہے۔

البقرہ ۲: ۱۴۳۔ اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو ایک امت وسط بہترین عادل امت بنایا ہے تاکہ تم دنیا کے لیے نمونہ (شاہد) بنو اور رسول تمہارے لیے نمونہ (شاہد) ہیں جس طرف تم رُخ کر رہے ہو یا کرتے تھے اس کو مقرر کرنے کی اس کے سوا اور کوئی غرض نہیں (حالانکہ یہی فیصلہ شروع سے ہے جب سے کعبہ بنا ہے، جس کا ہر نبی کو پیروں کرنے کا حکم دیا گیا تھا، مگر بعد کو نافرمان امتوں نے او رانحراف کے ساتھ ساتھ اس کعبہ، جو مکہ میں ہے سے بھی انحراف کر لیا) کہ ہم ظاہر واضح کر دیں کہ کون رسول عربی کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے (اہل کتاب پر) یہ معاملہ تھا تو بڑا سخت مگر ان لوگوں کے لیے کچھ بھی سخت ثابت نہ ہوا جو اللہ کی ہدایت سے فیض یاب ہیں اللہ تمہارے ایمان و عمل کو ہرگز ضائع نہ کرے گا یقین جانو کہ وہ لوگوں کے حق میں نہایت شفیق و رحیم ہے۔

۲:۱۴۴۔ اے نبی ہم آسمان بالا میں تیری بیقراری کا مشاہدہ کر رہے ہیں، پس ہم ضرور بالضرور تجھے والی متولی بنا دیں گے اس قبلہ کا جسے تو نے (ہمارے حکم سے) اختیار کر رکھا ہے اور اور تو راضی ہے۔ اے نبی (اہل کتاب کے اعتراض سے صرف نظر کر کے) تم نماز میں مسجد حرام کی سمت ہی متوجہ رہو اور تم جہاں بھی ہو تو مسجد حرام ہی کی طرف متوجہ رہو یعنی دشمن سے واپس لینے کے لیے پوری توجہ سے جدوجہد کرتے رہو کیوں کہ اس وقت اس پر مشرک قابض ہیں اور مشرکوں کو حق نہیں کہ وہ مسجدوں کا انتظام کریں) وہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی تھی خوب جانتے ہیں کہ یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور برحق ہے مگر اس کے باوجود جو کچھ وہ کر رہے ہیں اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔

۲:۱۴۶۔ تم ان اہل کتاب کے پاس کوئی نشانی لے آؤ ممکن نہیں کہ وہ تمہارے قبلہ کی پیروی کریں اور نہ تمہارے لیے ممکن ہے کہ ان کے قبلہ کی پیروی کرو اور ان میں سے کوئی گروہ بھی دوسرے کے قبلہ کی پیروی کے لیے تیار نہیں ہے اور اگر تم نے اس علم کے بعد جو تمہارے پاس آچکا ہے ان کی خواہشات کی پیروی کی تو یقیناً تمہارا شمار ظالموں میں ہوگا۔

۲:۱۴۶۔ جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ اس کو یعنی قبلہ اسلام مکہ کی حقانیت کو اس طرح پہچانتے ہیں کہ جس طرح وہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں، مگر ان میں سے ایک بڑا گروہ جانتے ہوئے حق کو چھپا رہا ہے۔

۲:۱۴۷۔ یہ حق تیرے رب کی طرف سے ہے لہٰذا اس کے متعلق تم ہرگز شک میں نہیں پڑ سکتے۔

سورہ توبہ ۹:۱۷۔ مشرکوں کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ اللہ کی مسجدوں کو آباد کریں جب کہ وہ خود اپنے اوپر کفر کی گواہی دے رہے ہیں ان لوگوں کے سب اعمال بے کار ہیں اور وہ ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

سورہ بقرہ کی آیات بالا کا جو ترجمہ رائج ہے، اس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی اللہ کے حکم کے خلاف اپنے دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ کاش اس قبلہ کے بجائے مکہ والا کعبہ میرا قبلہ ہو، نبی نے اللہ کے حکم کے مطابق مدینہ میں ۱۶ / یا ۱۷ / ماہ تک بیت المقدس کی طرف کو منہ کر کے نماز پڑھی جو کعبہ موجود تھا یعنی مسجد اقصیٰ اور آپ نے معراج کی رات میں بھی اسی مسجد میں نماز پڑھائی، سب نبیوں کو اور وہاں سے ہی اوپر کو گئے کیا یہ حقیقت ہے؟ اور اسی کو علماء نے درست تسلیم کیا ہے جو محل نظر ہے۔ اس کو تفصیل کے ساتھ دوسرے حصہ میں لکھا جائے گا۔

بالا آیات کا جو ترجمہ سابق میں کیا گیا ہے وہ سیرت پاک کو داغ دار کر رہا ہے۔

کون لوگوں کے لیے سخت ثابت نہ ہوں

سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹۔ اے نبی! ان لوگوں سے کہہ دو کہ تم اسے مانو یا نہ مانو جن لوگوں کو اس سے پہلے علم دیا گیا ہے، انہیں جب یہ قرآن سنایا جاتا ہے تو وہ منہ کے بل سجدے میں گر جاتے ہیں اور پکار اٹھتے ہیں، پاک ہے ہمارا رب اس کا وعدہ پورا ہونا ہی ہے اور وہ منہ کے بل روتے ہوئے گر جاتے ہیں اور

اس قرآن کو سن کران کا خشوع اور بڑھ جاتا ہے اور نبی قرآن اور اسلام کو مان لیتے ہیں۔

مائدہ ۵:۸۳۔ جب وہ اس کلام کو سنتے ہیں جو رسول پر اترا ہے تو تم دیکھتے ہو کہ حق شناسی کے اثر سے ان کی آنکھیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہیں وہ بول اٹھتے ہیں کہ پروردگار ہم ایمان لائے ہمارا نام گواہی دینے والوں میں لکھ لے۔

۵:۸۴۔اور وہ کہتے ہیں کہ آخر کیوں نہ ہم اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اسے کیوں نہ مان لیں، یعنی اللہ پر ایمان لائیں اور جو حق ہمارے پاس آیا ہے اسے کیوں نہ مان لیں، یعنی قرآن اور محمد کو جب کہ ہم اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ ہمارا رب ہمیں صالح لوگوں میں شامل کرے۔

۵:۸۵۔ سچ بات کہنے اور قبول کرنے کے بدلے میں اللہ انہیں ایسے باغ عطا فرمائے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ لوگ ہمیشہ ان باغوں میں رہیں گے، نیک کرداروں کو ایسا ہی بدلہ دیا جاتا ہے۔

سورہ العنکبوت ۲۹:۴۷۔ اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف یہ کتاب نازل کی ہے اس لیے وہ لوگ جنہیں ہم نے کتاب دی تھی وہ اس کتاب پر (یعنی قرآن) ایمان لاتے ہیں اور ان (مشرکین) میں سے بھی بعض لوگ جو سمجھدار ہیں اس کتاب قرآن پر ایمان لے آتے ہیں اور ہماری آیتوں سے صرف وہی لوگ انکار کرتے ہیں جن کے دلوں کو کفر رچ گیا ہے۔

معاہدہ صلح کی منسوخی کا اعلان

مشرکین سے جو معاہدہ امن ہوا تھا مشرکین کی طرف سے اس کی خلاف ورزی کی گئی اس خلاف ورزی پر اللہ نے اپنے نبی سے کہا کہ انہوں نے خلاف ورزی کی ہے اس لیے اب ان سے جنگ ضروری ہو گئی ہے، اس لیے جنگ سے پہلے ان کو یہ بتلا دو کہ تم نے خلاف ورزی کی اس لیے اب آئندہ کے لیے وہ معاہدہ امن منسوخ کیا جاتا ہے، یہ اطلاع منسوخی کی فریق مخالف کو دینی ضروری ہے، اس لیے ان مشرکین کو آگاہ کیا گیا ذیل میں آیات پیش ہیں:

سورہ توبہ ۹:۱۔ مسلمانو! جن مشرکین کے ساتھ م نے (صلح کا) معاہدہ کیا تھا اب اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے۔

۹:۲۔ تو (مشرکو!) تم زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کی عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ منکروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

۹:۳۔ اور حج اکبر کے دن اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے لوگوں کو آگاہ کیا جاتا ہے کہ اللہ مشرکوں سے بیزار ہے اور اس کا رسول بھی، پس اگر تم توبہ کر لو تو تمہارے حق میں بہتر ہے اور اگر منہ پھیر لو تو جان لو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے اور منکروں کو دکھ دینے والا عذاب کی خبر سنا دو۔

۴:۹ ۔ہاں جن مشرکوں سے تم نے معاہدہ کیا تھا پھر انہوں نے اس میں کسی طرح کی کمی نہیں کی اور تمہارے مقابلہ میں کسی کی مدد بھی نہیں کی ہو تو جس مدت تک ان کے ساتھ عہد کیا ہوا سے پورا کرو، اللہ پرہیز گاروں کو دوست رکھتا ہے۔

۵:۹ ۔پھر جب عزت کے مہینے گزر جائیں تو ان مشرکوں کو (جن سے جنگ ہو رہی ہے یا معاہدہ ختم کیا ہے اور اپنی حرکت سے باز نہیں آتے تو) جہاں کہیں پاؤ قتل کرو اور پکڑ لو اور گھیر لو اور ہر گھات کی جگہ ان کی تاک میں بیٹھے رہو پھر اگر وہ جنگ سے توبہ کرلیں اور صلح قائم کرلیں اور اچھے کاموں کو کریں بھلائی کا حکم کریں (اور پاکیزگی اختیار کرتے ہوئے دوسروں کو بھی پاک بنائیں)اور اس صلح کو قائم کرنے میں جو خرچہ ہو اس خرچہ کا حصہ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو (یعنی پھر ان سے جنگ نہیں ہو گی امن قائم کیا جائے گا) بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۲:۹ ۔اور اگر صلح کا عہد کرنے کے بعد اپنا عہد توڑ دیں اور تمہارے دین میں طعنے کرنے لگیں تو ان کفر کے سرداروں سے جنگ کرو، ان کی قسموں کا کچھ اعتبار نہیں، ممکن ہے کہ اس طرح وہ بھی باز آجائیں۔

۲۸:۹ ۔اے ایمان والو! مشرک نجس ہیں (یعنی مشرکانہ رسوم اور اسلام) دشمنی نے ان کی روح کو ناپاک کردیا ہے)لہٰذا اس برس کے بعد وہ خانہ کعبہ (میں ہونے والی شوریٰ) کے پاس نہ آنے پائیں اور اگر تم کو مفلسی کا ڈر ہو تو اللہ چاہے گا تو تم کو اپنے فضل سے غنی کردے گا بے شک اللہ سب کچھ جانتا اور حکمت والا ہے۔

آیات بالا میں بھی اللہ نے نبی کو حکمت کی باتیں بتائی ہیں اور وعدے کی پابندی کی تعلیم دی ہے نبی نے ان باتوں پر پورا عمل کیا، لیکن ان آیات کے بارے میں بھی کچھ ایسا لکھا گیا ہے جس سے مخالف اعتراض کرتے ہیں ان کے بارے میں بھی دوسرا حصہ میں ملے گا۔

اور آیات بالا سے یہ بھی ثابت ہو رہا ہے کہ اللہ اور رسول کی بات ایک ہے الگ الگ نہیں ہے اور حقیقت میں حکم اللہ کا ہوتا ہے اور اس کا نفاذ نبی کے ذریعہ ہوتا ہے اور یہی سنت اور سیرت ہے۔

غیروں کو دوست نہ بنانا، اس لیے متعہ حرام ہے نبی نے اجازت نہیں دی

سورہ الممتحنہ ۱:۶۰ ۔اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم میری راہ میں جہاد کے لیے اور پوری رضا جوئی کی آرزو میں نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا، کیا تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجو گے؟ حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے وہ اس کو ماننے سے انکار کر چکے ہیں۔اس وجہ سے کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو وہ رسول کو اور تم کو جلاوطن بھی کر چکے ہیں اور موقعہ ملے گا تو جلاوطن کر دیں گے تو کیا تم ان کی طرف پوشیدہ دوستی کا پیغام بھیجو گے؟ تم کو ایسا نہیں کرنا ہے کہ چھپ کر پیغام بھیجو اور جو کچھ تم چھپ کر اور ظاہر کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستے سے بھٹک جائے گا۔

۲:۶۰ ۔اگر وہ کافر تم پر قدرت پالیں یعنی تمہارے راز بھانپ لیں تو تم سے دشمنی کے لیے یعنی جنگ کے

لیے تیار ہو جائیں اور ایذا کے لیے تم پر ہاتھ بھی چلائیں اور زبانیں بھی اور چاہتے بھی ہیں کہ تم کسی طرح کافر ہو جاؤ۔

۳:۶۰۔ قیامت کے دن نہ تمہارے رشتے ناتے کام آئیں گے اور نہ اولاد اس روز وہی تم میں فیصلہ کرے گا اور جو کچھ کرو گے اللہ اس کو دیکھتا ہے۔

۴:۶۰۔ (کہو اے مسلمانو! کافروں کا شیوہ اختیار نہ کرو) تمہارے لیے ابراہیم اور اس کے ساتھیوں کا اچھا نمونہ ہے (اسی کے مطابق عمل کرو) جب انہوں نے اپنی قوم کے لوگوں سے کہا کہ ہم تم سے اور ان بتوں سے جن کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو بے تعلق ہیں اور تمہارے معبودوں کے کبھی قائل نہیں ہو سکتے اور جب تک تم ایک اللہ پر ایمان نہ لاؤ ہم میں اور تم میں کھلم کھلا عداوت رہے گی، ہاں ابراہیم نے اپنے باپ سے یہ کہا کہ میں آپ کے لیے مغفرت مانگوں گا، اور میں اللہ کے سامنے آپ کے بارے میں کسی چیز کا کچھ اختیار نہیں رکھتا، اے ہمارے رب تجھی پر ہمارا بھروسہ ہے اور تیری طرف ہم رجوع کرتے ہیں اور تیرے ہی حضور ہمیں لوٹ کر آنا ہے۔

معاہدہ حدیبیہ فتح مبین

سورہ فتح ۱۲:۴۸۔ (اور ان سے یہ بھی کہنا) بلکہ بات یہ ہے کہ تم سمجھ رہے تھے کہ رسول اور مومن اپنے اہل وعیال میں کبھی لوٹ کر آنے کے ہی نہیں اور یہی بات تمہارے دلوں کو اچھی معلوم ہوئی اور اسی وجہ سے تم نے برے برے خیال کیے اور تم بڑے ہی بد باطن لوگ ہو۔

۱۸:۴۸۔ (اے محمد!) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے راضی ہو گیا اور جو خلوص ان کے دلوں میں تھا وہ ظاہر ہو گیا، تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

۱۹:۴۸۔ اور بہت سی غنیمتیں جو انہوں نے حاصل کیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۲۰:۴۸۔ اور اللہ نے بہت سی رحمتیں اور مدد کا وعدہ کیا ہے جن کو تم حاصل کرو گے اور فوری طور پر تمہیں اپنی رحمت یہ عطا کی کہ لوگوں کے ہاتھ تمہارے خلاف اٹھنے سے روک دیئے یہ اللہ کی مدد و رحمت ہی تو ہے اور اس سے غرض یہ تھی کہ یہ مومنوں کے لیے ایک نشانی ہو اور تم اس کی رحمت سے سیدھے رستے پر ہو۔

۲۱:۴۸۔ اور تمہیں اور (فتح) رحمتیں بھی دے گا جو تمہارے قبضہ میں نہ تھیں وہ اللہ کے قبضہ میں ہیں اور اللہ ہر چیز کے اندازے، پیمانے مقرر کرنے والا ہے۔

صلح کی طرف مائل ہونا

سورہ انفال ۶۱:۸۔ اور اگر وہ لوگ صلح کی طرف مائل ہوں تو تم بھی اس کی طرف مائل ہو جاؤ اور اللہ پر بھروسہ رکھو کچھ شک نہیں کہ وہ سب کو سنتا اور جانتا ہے۔

۶۲:۸۔ اور اگر وہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو اللہ تم کو کفایت کرے گا وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں سے تقویت دی۔

صلح حدیبیہ کی وجہ

سورہ فتح ۴۸: ۲۵۔ وہی لوگ تو ہیں جنہوں نے کفر کیا اور تم کو مسجد حرام سے روکا۔ ہدی کے اونٹوں کو ان کی قربانی کی جگہ نہ پہنچنے دیا اگر (مکہ میں) ایسے مومن مرد و عورت موجود نہ ہوتے جنہیں تم نہیں جانتے اور یہ خطرہ نہ ہوتا کہ نا دانستگی میں وہ پس جائیں گے اور بے خبری میں تم کو بھی نقصان پہنچتا اور تم پر بھی الزام آتا (تو جنگ نہ روکی جاتی، روکی اس لیے گئی) تا کہ اللہ اپنی رحمت غنیمت میں جس کو چاہے داخل کرے وہ مومن الگ ہو گئے ہوتے تو جو کافر ہیں ان کو ہم ضرور سخت سزا دیتے۔

۴۸: ۲۶۔ جب ان کافروں نے اپنے دلوں میں جاہلانہ محبت بٹھائی تو اللہ نے اپنے رسول اور مومنوں پر تسکین رحمت نازل فرمائی جو غنیمت ہے اور یہ بھی رحمت ہے کہ مومنوں کو تقویٰ کی بات کا پابند رکھا کہ وہی اس کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل ہیں کہ اپنی رحمت وہ اہل کو ہی دیتا ہے اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔

۴۸: ۲۷۔ اللہ نے اپنے نبی کو سچا خواب دکھایا تھا کہ یقیناً تم داخل ہو گے ادب والی مسجد میں۔ یقیناً اللہ یہی چاہتا ہے۔ امن کے ساتھ اپنے بال منڈواؤ گے یا کترواؤ گے تمہیں کوئی خوف نہ ہوگا وہ اس بات کو جانتا ہے جسے تم نہیں جانتے، اس لیے اس داخلے کے علاوہ اور قریب ہی فتح ملیں گی۔

دین کا غلبہ

سورہ فتح ۴۸: ۲۸۔ وہی تو اللہ ہے جس نے اپنے رسول محمد کو ہدایت کی کتاب اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو تمام رائج الوقت فرضی دینوں پر ظاہر اور غالب کر دے اور حق ظاہر کرنے کے لیے اللہ کی گواہی کافی ہے۔

سورہ توبہ ۹: ۳۳۔ وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو دین حق دے کر اس ہدایت کے ساتھ بھیجا کہ اس دین حق کو تمام دینوں پر یعنی لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے قانونوں پر غالب ظاہر کرے اگر چہ کافروں کو برا لگے۔ (یعنی اب کسی دوسرے خود بنائے ہوئے قانون پر عمل نہ ہوگا)

سورہ الصّف ۶۱: ۹۔ کہو وہی تو ہے جس نے اپنے رسول محمد کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ (انسانوں کے بنائے ہوئے) تمام دینوں پر ظاہر غالب کر دے چاہے مشرکوں کو برا ہی لگے، پورے قرآن اور خاص طور سے آیات بالا سے یہ واضح طور پر ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ نے اپنے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد ایک اہم کام یہ سپرد کیا تھا کہ اس دین کو اس قرآن و ہدایت کے ذریعہ تمام فرضی قوانین پر غالب کر دیں اور نبی نے یہ کام بہت اچھے طریقے سے انجام دیا جس کی شہادت قرآن دے رہا ہے، آیت پیش ہے:

سورہ مائدہ ۵: ۳۔ **الیوم الکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا.**

آج ہم نے تمہارے لیے (تمہارے ذریعہ) تمہارا دین غالب کامل کردیا اور اقتدار بھی اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لیے اسلام دین کو پسند کیا۔

یہ ہے شہادت اس لیے جو بھی اپنے کو ملت اسلام یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی کہتا ہے اس کے لیے ضروری ہے کہ اس بات کا یقین کامل رکھے کہ دین اسلام کو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ غالب کامل کردیا اور یہی اصل سیرت پاک ہے، مگر افسوس اس اہم کام کو بھی علماء نے حضرت عیسیٰ کے ذریعہ ہونا لکھا ہے جو آج سے تقریباً دو ہزار سال قبل انتقال کر گئے مگر علماء نے اس کو زندہ آسمان پر جلوہ افروز مان رکھا ہے اور عقیدہ یہ بنا رکھا ہے کہ قرب قیامت حضرت عیسیٰ واپس زمین پر تشریف لائیں گے اور اس وقت مغلوب اور نامکمل دین اسلام کو غالب کامل کریں گے (نعوذ) گویا حضرت عیسیٰ کے آنے تک یہ دین مغلوب رہے گا اور اس کے ماننے والے بھی (نعوذ) کیا عجیب بات ہے جو کام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کر گئے اللہ کی مدد سے اس کو حضرت عیسیٰ کے سپرد کردیا اس کی تفصیل بھی دوسرے حصہ میں درج ہے۔

معاہدہ حدیبیہ ثمرات اور وجہ

سورہ فتح ۱:۴۸ اے نبی ہم نے آپ کو کھلی فتح عطا کردی۔

صلح حدیبیہ کے بعد جب فتح کی یہ خوشخبری سنائی گئی تو لوگ حیران تھے کہ آخر اس صلح کو فتح کیسے کہا جا سکتا ہے۔ جس میں بظاہر مسلمانوں نے وہ تمام شرائط مان لیں جو کفار مسلمانوں سے منوانا چاہتے تھے، لیکن تھوڑی مدت کے بعد ہی یہ معلوم ہوگیا کہ یہ صلح درحقیقت ایک فتح تھی یعنی آئندہ کامیابیوں کی ایک اہم کڑی جس کو اس وقت ایک عام آدمی نہیں سمجھ پایا مگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اور ان کے خاص ساتھیوں نے اس کو سمجھا جو حقیقت میں فتح تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی چاہتے تھے جو قریش نے خود ہی پیش کردیں اور اللہ کی مرضی پوری ہوگئی جو پہلے سے منظور تھی جو ذیل میں درج ہے۔

(۱) قریش نے اعلانیہ مسلمانوں کا حق بیت اللہ پر تسلیم کرلیا۔

(۲) اس معاہدہ سے مسلمانوں کو برابر کی طاقت تسلیم کیا۔

(۳) یہ کہ مسلمانوں کی جنگی صلاحیت کا لوہا مان کر دس سالہ جنگ بندی کا معاہدہ کیا۔

(۴) اگر جنگ ہوتی تو ان مسلمانوں کو نقصان ہونے کا خطرہ تھا جو مسلمان مکہ میں پوشیدہ تھے، اس صلح سے ان کو فائدہ ہوا۔

(۵) یہ کہ امن کے دنوں میں مسلمان اور قریش آپس میں مل جل کر رہیں آپس میں لین دین کریں اور اس لین دین میں مسلمانوں کا اخلاق ان کے سامنے آئے۔

(۶) اس عرصے میں قریش کو غور کرنے کا موقع مل گیا۔

(۷) جب قریش مکہ سے معاہدہ ہوگیا تو اس کے بعد وہ یہودیوں کی مدد کو نہ آسکیں گے اور یہودی تمہارہ کر ہمت ہار دیں گے، خیبر کے موقع پر یہی ہوا اور یہودی طاقت ختم ہوگئی۔

(۸) یہودی طاقت ختم ہوتے ہی مشرکین مکہ کے لیے جو مدد کا چشمہ تھا وہ بھی ختم ہوگیا۔

(۹) سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا جو خاص طور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم جانتے تھے کہ امن کے دنوں میں دین اسلام کی تبلیغ کا موقع ملے گا تو مسلمانوں کا اخلاق ان کے سامنے آئے گا اور وہ غور کریں گے، اگر جنگ کا ماحول رہتا تو یہ موقع ہرگز نہ ملتا جو صلح میں مل گیا اور اس عرصے میں مکہ والے اور دوسرے عرب قرآن اور مسلمانوں کے اخلاق سے متاثر ہوکر اسلام قبول کرتے رہے اور ایک وقت وہ آیا کہ مکہ والوں نے خود ہی اپنے ہاتھوں سے کعبہ کی کنجی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کر دیں اور آپ کی اور اسلام کی سیادت قبول کر لی، بلا جنگ کے ہی، یہ تھی وہ فتح مبین (۳۰:۱۔۶)

صلح حدیبیہ پر حضرت عمرؓ وغیرہ کی طرف سے اعتراض کرنا بتایا گیا ہے جو بالکل غلط ہے، وہ ایسے لوگ تھے جنھوں نے اپنے کو پوری طرح سے اللہ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ڈال دیا تھا، ان کے کسی معاملہ میں چوں وچراں نہیں کرتے تھے جیسے حکم ہوگیا آمنا صدقنا، ہاں اگر مشورہ لیا جاتا تھا تو اپنی فہم کے مطابق ضرور مشورہ دیتے مگر آخری فیصلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا تھا، اس میں کوئی پریشانی محسوس نہیں کرتے تھے (۴:۶۵)۔

اور وہ لوگ بھی بڑے فہیم تھے، انہوں نے بھی اس معاہدے میں خیر محسوس کر لیا تھا اور غالباً کبھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان لوگوں کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار ضرور کیا ہوگا بطور مشورے کے کہ اگر قریش صلح کا موقع دیں گے تو ضرور صلح کی جائے گی جس سے امن کے زمانہ میں دین کی تبلیغ کی جاسکے اور اللہ نے وہ موقع فراہم کر دیا اور قریش ہی کی طرف سے شرائط پیش ہوئیں اور محمد اور ان کے فہیم ساتھیوں نے خوشی کے ساتھ اللہ کا احسان مانتے ہوئے فوراً قبول کر لیا پھر اعتراض کیوں لکھا ہے، یہ بھی منافقوں کی چال ہے، جیسے اور موقعوں پر ان حضرات کو بدنام کیا ہے ایسے ہی اس موقع پر کیا مگر غور کرنے سے ہر بات صاف ہوجاتی ہے۔

اس بدامنی کی وجہ سے جو تبلیغ کے کام میں پریشانی آرہی تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو محسوس کر رہے تھے اور کام کی رفتار بہت سست تھی، ان کی وجہ سے کوتاہی ہو رہی تھی جس کو اللہ نے کہا کہ ان کوتاہیوں کو ہم نے درگزر کیا نہ کہ اگلے پچھلے گناہ معاف کیے! نبی معصوم ہوتے ہیں پھر گناہ کیسے؟ ان آیات کا سابق ترجمہ محل نظر ہے، اور جو میں نے لکھا ہے وہ درست ہے، ملاحظہ ہو۔

سورہ فتح ۴۸:۲۔ (اس صلح کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ آپ کے تبلیغ دین کے کام میں اس بدامنی کے زمانہ میں جو کمی ہوئی ہے جس کو آپ محسوس کر رہے ہیں اس امن کے زمانہ میں آپ کو اس کمی کی تلافی کا موقع ملے) تاکہ اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی کوتاہیاں جو تبلیغ دین کے بارے میں بدامنی کی وجہ سے ہوگئیں ہیں اس سے درگزر کرے اور تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھے راستے پر چلائے اور جو مخالف تمہارے خلاف

غلط الزامات لگا رہے ہیں ان سے بھی بری کرے۔

فتح مکہ اور حملہ کی تیاری

اس حملہ کی تیاری کے لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ نے کیا طریقہ اختیار کرنے کے لیے کہا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر عمل کیا یہ ہے نبی کی سیرت وسنت۔

سورہ فتح ۴۸: ۱۵۔(اے مسلمانوں! جب منافق لوگ دیکھیں گے کہ تم ایسی مہم کے لیے روانہ ہونے والے ہو جہاں آسانی کے ساتھ تم کو فائدے حاصل ہوں گے تو) جب تم لوگ ایسے فائدے لینے کے لیے چلو گے جو تم کو غنی کر دیں گے تو جو لوگ پیچھے رہ گئے تھے وہ ابھی کہیں گے کہ ہمیں بھی اجازت دیجئے کہ آپ کے ساتھ چلیں، کیا وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے قول کو بدل دیں، کہہ دینا کہ تم ہرگز ہمارے ساتھ نہیں چل سکتے، اسی طرح اللہ نے پہلے فرما دیا ہے پھر کہیں گے تم تو ہم سے حسد کرتے ہو، بات یہ ہے کہ وہ لوگ سمجھتے ہی نہیں مگر بہت کم۔

۴۸: ۱۶۔اور جو منافق نہیں ہیں (بلکہ اپنی بھول کی وجہ سے پیچھے رہ گئے تھے) ان سے کہہ دینا کہ تم جلد ہی ایک سخت جنگ جو قوم سے لڑنے کے لیے بلائے جاؤ گے ان سے تم جنگ کرو گے۔یا وہ تمہارے فرمانبردار ہو جائیں گے، اگر تم حکم مانو گے تو اللہ تم کو اچھا بدلہ دے گا اور اگر منہ پھیر و گے جیسے پہلی بار پھیرا تھا تو وہ تم کو بڑی تکلیف کی سزا دے گا۔

۴۸: ۱۷۔نہ تو اندھے پر گناہ ہے اور نہ لنگڑے پر گناہ ہے اور نہ بیمار پر گناہ ہے کہ سفر جنگ سے پیچھے رہ جائیں گے اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلے گا اللہ اس کو جنت میں داخل کرے گا جس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی اور جو روگردانی کرے گا اسے بڑے دکھ کی سزا دے گا۔

۴۸: ۱۸۔جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے راضی ہو گیا اور جو خلوص ان کے دلوں میں تھا وہ ظاہر ہو گیا تو ان پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلدی فتح عنایت کی۔

سورہ توبہ ۹: ۱۳۔کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جنہوں نے اپنی قسموں کو توڑا اور اللہ کے رسول کو وطن سے باہر نکالنے کی سازش کی اور لڑائی میں پہل بھی انہیں کی طرف سے ہوئی، کیا تم ان سے ڈر گئے؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس کا زیادہ حق دار ہے کہ تمہارے دلوں میں اس کا خوف ہو۔

۹: ۱۴۔(مسلمانو!) ان سے لڑو اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں سے عذاب دے گا اور انہیں رسوا کرے گا اور ان کے خلاف تمہاری مدد کرے گا اور ایمان والوں کے دلوں سے سارے دکھ دور کر دے گا۔

کامیابی کس کی؟ نبی کے لیے اللہ کا کامیابی کا وعدہ

سورہ الصافات ۳۷: ۱۷۱۔ہم اپنے بھیجے ہوئے بندوں یعنی رسولوں سے وعدہ کر چکے ہیں۔

۳۷: ۱۷۲۔کہ وہی کامیاب رہیں گے۔

۳۷:۱۷۳۔اور یقیناً ہمارا لشکر غالب رہے گا۔

۳۷:۱۷۴۔تو (اے رسول!) کچھ عرصے تک کے لیے انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو۔

حجۃ الوداع میں خطاب جس میں نسلی فخر کو بھی ختم کیا

اللہ نے کلام پاک میں ہر مسئلہ کو کھول کھول کر بیان کیا ہے، جس کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قول اور عمل سے انسانوں کو بتایا اور یہی ان کی سیرت اور سنت ہے۔آپ نے آخری خطبہ میں بڑی اہم باتیں بیان کیں جس پر عمل پیرا ہو کر امت محمد نے کامیابی حاصل کی اور جب ان باتوں پر عمل چھوڑ دیا تو ذلیل ہو گئی اور آج ہر آدمی کے سامنے ہے کہ اس امت کا اس وقت کیا مقام ہے۔

سورہ الحجرات ۴۹:۱۳۔لوگوں ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، پھر تمہارے شعبہ اور قبیلے بنائے اس لیے کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو (تم سب آدم کی اولاد ہو آدم مٹی سے بنے تھے اس لیے نسلی اعتبار سے سب بھائی بھائی ہو کسی کو دوسرے پر برتری نہیں ہے) اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی فرمانبرداری کرنے والا ہے یعنی متقی ہے، اللہ سب کچھ جانتا ہے اسے خبر ہے۔

سورہ شوریٰ ۴۲:۱۹۔اللہ اپنے بندوں کی حالت اور ضرورت سے باخبر ہے اور مہربان ہے اس پر جو اپنے عمل سے چاہتا ہے اور وہ زبردست طاقتور ہے۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو اپنے حسب نسب پر فخر کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری خطبہ میں کیا فرمایا پیش ہے:

عرب کے عام قبائل جو حج کے لیے آتے تھے وہ سب نویں ذی الحجہ کو حدود حرم سے باہر نکل کر عرفات میں وقوف کرتے تھے لیکن رسول اللہ کے خاندان والے یعنی قریش جو اپنے کو کعبہ کا مجاور و متولی اور ''اہل حرم اللہ'' کہتے تھے، وہ وقوف کے لیے بھی حدود حرم سے باہر نہیں نکلتے تھے بلکہ اس کی حد کے اندر ہی مزدلفہ کے علاقہ میں مشعر الحرام پہاڑی کے پاس وقوف کرتے تھے اور اس کو اپنا امتیاز سمجھتے تھے۔اپنے اس پرانے خاندانی دستور کی بنا پر قریش کو یقین تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی مشعر حرام کے پاس ہی وقوف کریں گے لیکن چوں کہ ان کا یہ طریقہ غلط تھا اور وقوف کی صحیح جگہ عرفات ہی ہے اس لیے آپ نے منیٰ سے چلتے وقت ہی اپنے لوگوں کو ہدایت فرما دی تھی کہ قیام کے لیے خیمہ ''نمرہ'' میں نصب کیا جائے، چنانچہ اس ہدایت کے مطابق ''وادی نمرہ'' ہی میں آپ کے لیے خیمہ نصیب کیا گیا اور آپ وہیں جا کر اترے اور اس خیمہ میں قیام فرمایا۔

عربی خطبہ کا ترجمہ:

یہاں تک کہ جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ نے اپنی ناقہ قصواء پر کجاوہ کسنے کا حکم دیا چنانچہ اس پر کجاوہ کس دیا گیا، آپ اس پر سوار ہو کر وادی کے درمیان آئے اور آپ نے اونٹنی کی پشت پر ہی سے لوگوں کو خطبہ دیا،

جس میں فرمایا کہ ''لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں (یعنی ناحق کسی کا خون کرنا اور ناجائز طریقے پر کسی کا مال لینا تمہارے لیے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرام ہے) بالکل اسی طرح جس طرح کہ آج یوم العرفہ کے دن ذی الحجہ کے اس مبارک مہینہ میں اپنے اس مقدس شہر مکہ میں (تم ناحق کسی کا خون کرنا اور کسی کا مال لینا حرام جانتے ہو) خوب ذہن نشین کرلو کہ جاہلیت کی ساری چیزیں یعنی اسلام کی روشنی کے دور سے پہلے تاریکی اور گمراہی کے زمانہ کی ساری باتیں اور سارے قصے ختم ہیں) میرے دونوں قدموں کے نیچے دفن اور پامال ہیں (یعنی میں ان کے خاتمہ اور منسوخی کا اعلان کرتا ہوں) اور زمانہ جاہلیت کے خون بھی ختم ہیں، معاف ہیں (یعنی اب کوئی مسلمان زمانہ جاہلیت کے کسی خون کا بدلہ نہیں لے گا اور سب سے پہلے میں اپنے گھرانہ کے ایک خون ربیعہ ابن الحارث بن عبدالمطلب کے فرزند کے خون کے ختم اور معاف کیے جانے کا اعلان کرتا ہوں جو قبیلہ بنی سعد کے ایک گھر میں دودھ پینے کے لیے رہتے تھے، ان کو قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے قتل کردیا تھا، ہذیل سے اس خون کا بدلہ لینا ابھی باقی تھا لیکن اب میں اپنے خاندان کی طرف سے اعلان کرتا ہوں کہ اب یہ قصہ ختم، بدلہ نہیں لیا جائے گا) اور زمانہ جاہلیت کے سارے سودی مطالبات (جو کسی کا کسی کے ذمہ باقی ہیں وہ سب بھی) ختم اور سوخت ہیں (اب کوئی مسلمان کسی سے اپنا سودی مطالبہ وصول نہیں کرے گا) اور اس بات میں بھی میں سب سے پہلے اپنے خاندان کے سودی مطالبات میں سے اپنے چچا عباس بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کے ختم اور سوخت ہونے کا اعلان کرتا ہوں، اب وہ کسی سے اپنا سودی مطالبہ وصول نہیں کریں گے، ان کے سارے سودی مطالبات آج ختم کردیے گئے اور اے لوگو! عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں خدا سے ڈرو، اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اور اللہ کے حکم اور اس کے قانون سے ان کے ساتھ تمتع تمہارے لیے حلال ہوا ہے اور تمہارا خاص حق ان پر یہ ہے کہ جس آدمی کا گھر میں آنا اور تمہاری جگہ اور تمہارے بستر پر بیٹھنا تم کو پسند نہ ہو وہ اس کو اس کا موقع نہ دیں لیکن اگر وہ غلطی کریں تو تم (تنبیہ اور آئندہ سدباب کے لیے اگر کچھ سزا دینا مناسب اور مفید سمجھو تو ان کو کوئی خفیف سی سزا دے سکتے ہو) اور ان کا خاص حق تم پر یہ ہے کہ اپنے مقدور اور حیثیت کے مطابق ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرو اور میں تمہارے لیے وہ سامان ہدایت چھوڑ رہا ہوں کہ اگر اس سے وابستہ رہے اور اس کی پیروی کرتے رہے تو پھر کبھی تم گمراہ نہ ہوگے۔ وہ ہے ''کتاب اللہ'' اور قیامت کے دن اللہ کی طرف سے تم سے میرے تعلق پوچھا جائے گا کہ میں نے تم کو اللہ کی ہدایت اور اس کے احکام پہنچائے یا نہیں تو بتاؤ کہ وہاں تم کیا کہو گے اور کیا جواب دو گے؟

حاضرین نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں اور قیامت کے دن بھی گواہی دیں گے کہ آپ نے اللہ کا پیغام اور اس کے احکام ہم کو پہنچا دیے اور رہنمائی اور تبلیغ کا حق ادا کردیا اور نصیحت و خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا۔ اس پر آپ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے اور لوگوں کے مجمع کی طرف اس سے اشارہ کرتے ہوئے تین دفعہ فرمایا، اے اللہ تو گواہ رہ کہ میں نے تیرا پیغام اور تیرے احکام تیرے بندوں تک

پہنچادیئے اور تیرے یہ بندے اقرار کررہے ہیں، آپ نے خطبہ میں یہ بھی فرمایا کہ ''نہ گورے کو کالے پر فوقیت ہے اور نہ کالے کو گورے پر اور نہ عربی کو عجمی پر فوقیت ہے اور نہ عجمی کو عربی پر اور میں تمہارے لیے کتاب اللہ چھوڑ رہا ہوں جو اس سے وابستہ رہے گا وہ کبھی گمراہ نہ ہوگا۔'' یہ ہے نبی کی سیرت اور سنت۔

اور یہ بھی فرمایا: کہ میں تم میں ایک ایسی چیز چھوڑے جارہا ہوں جس سے تم وابستہ رہے تو کبھی گمراہ نہ ہو گے اور وہ کتاب اللہ ہے۔(مسلم،نسائی،ابوداؤد)

اللہ نے قرآن نازل کرکے حرام وحلال بتادیا

ذیل میں درج آیات میں اللہ نے اپنے نبی کے ذریعہ حرام حلال بتادیا ہے ملاحظہ ہو، نبی نے بھی ان پر عمل کیا:

سورہ لمائدہ ۵:۳۔اور حرام ہے تم پر مرا ہوا جانور اور بہتا لہو (جما ہوا بھی) حرام ہے اور سور کا گوشت اور جس پر اللہ کے علاوہ کسی اور کا نام پکارا جائے اور جو جانور گلا گھٹ کر مر جائے اور جو چوٹ لگ کر مر جائے اور گر کر مر جائے اور جو سینگ لگ کر مر جائے اور وہ جانور بھی حرام ہے، جس کو درندے پھاڑ کھائیں مگر جس کو تم (مرنے سے پہلے) ذبح کرلو اور وہ جانور بھی حرام ہے جو تھان پر ذبح کیا جائے اور یہ بھی کہ پانسوں سے قسمت معلوم کرو۔ یہ سب گناہ کے کام ہیں۔آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں تو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرتے رہو، آج ہم نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل غالب کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لیے اسلام کو پسند کیا ہاں جو شخص بھوک میں بےقرار ہو جائے اور گناہ کی طرف مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۵:۹۔جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے ان سے اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

سورہ النحل ۱۶:۱۱۵۔اس نے تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت حرام کردیا ہے اور جس چیز پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام لیا جائے ہاں اگر کوئی لاچار ہو جائے اور گناہ کرنے والا نہ ہو اور نہ حد سے نکلنے والا ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۶:۱۱۶۔تمہاری زبانوں پر جو جھوٹی بات آجائے اسے بے دھڑک نہ کہہ دیا کرو کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے، یہ تو اللہ کے نام پر جھوٹی بات کہنا ہے (کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا حق صرف اللہ کو ہے اس لیے اگر کوئی انسان کسی چیز کو حلال یا حرام کرتا ہے تو وہ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتا ہے) جو لوگ اللہ پر جھوٹ بہتان باندھتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

سورہ تحریم ۶۶:۱۔اے نبی! کس لیے اور کیوں آپ حرام کرو گے اس کو جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے (یقیناً آپ ہرگز اللہ کے حلال کو حرام نہیں کرو گے جملہ استفہام) آپ اس لیے بھی حلال کو حرام نہ کرو گے

کہ آپ اپنی بیویوں کو راضی کرو؟ حالانکہ آپ کی بیویاں بھی ایسا کرنے کو نہ کہیں گی، اگر وہ اللہ پر ایمان رکھنے والی ہیں (آپ حرام وحلال اللہ کا مانتے ہیں اپنی مرضی سے حرام حلال نہیں کرتے)۔

۶۶:۲۔اللہ نے تمہارے لیے یہ فرض کیا ہے کہ تم نے اپنے عہد سے اللہ کی شریعت کی پابندی کی جو گرہ باندھی ہے اس گرہ کی عظمت واحترام کرنا اس کو پورا کرنا حلال کرنا ہے اس عہد کے مطابق عمل کرنا ہے (گرہ کھولنا ہے) اس کام پر اگر کوئی پریشانی آئے تو اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہ دانا حکمت والا ہے (اور مومن کا عہد یہ ہے کہ اللہ کے حرام حلال کو مانے اس لیے بھی آپ اللہ کے حلال کو حرام نہیں کرو گے)۔

مائدہ۵:۸۷۔اے ایمان والو! اللہ نے جو پاک چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام مت کرنا اور حد سے آگے نہ بڑھو حد سے آگے بڑھنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔

۸۹:۵۔اللہ تمہاری بے ارادہ قسموں پر تم سے مواخذہ نہیں کرے گا لیکن پختہ قسموں پر مواخذہ کرے گا تو اس کا کفارہ دس محتاجوں کو اوسط درجے کا کھانا کھلانا ہے جو تم اپنے بال بچوں کو کھلاتے ہو، یا ان کو کپڑے دینا یا ایک غلام آزاد کرنا اور جن کو یہ میسر نہ ہوں تو وہ تین دن روزے رکھے یہ تمہارے قسموں کا کفارہ ہے، جب تم قسم کھا لو توڑنے پر اور چاہیے کہ اپنی قسموں کی حفاظت کرو، اس طرح اللہ تمہارے لیے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ تم فرمانبرداری کرو۔

آل عمران۳:۹۳۔کھانے کی یہ ساری چیزیں (جو شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں حلال ہیں) بنی اسرائیل کے لیے بھی حلال تھیں، یقیناً نہیں حرام کیا، اسرائیل نے اپنے اوپر کچھ بھی تورات نازل ہونے سے پہلے ان سے کہو اگر تم سچے ہو تو لاؤ تورات اور پیش کرو اس کی کوئی عبارت:

یونس۱۰:۵۹۔اے رسول ان سے کہو کیا (اپنے وہم کی بنا پر) بعض کو حرام اور بعض کو حلال فرض کر لیا ہے، ان سے پوچھو کیا اللہ نے تمہیں اجازت دے رکھی ہے یا تم اللہ کے نام پر جھوٹی بات کہہ رہے ہو۔

مائدہ۵:۱۔اے ایمان والو! جو اقرار تم نے کسی سے کیا ہے اسے پورا کرو (یہ اللہ کا حکم ہے) تمہارے لیے چارپائے جانور (جو چرنے والے دو پوٹ والے ہیں) حلال کر دیئے گئے ہیں بجز ان کے جو تمہیں پڑھ کر سنائے جاتے ہیں مگر احرام (حج) میں شکار کو حلال نہ جاننا اللہ جیسا چاہتا ہے حکم دیتا ہے۔

یونس۱۰:۶۱۔اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے یعنی دیکھتے ہوتے ہیں اور تمہارے رب سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی ہے، نہ زمین میں نہ آسمان میں اور کوئی چیز جو ذرہ سے چھوٹی ہو یا بڑی مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی ہے)۔

آیات بالا کو پڑھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم یا امت محمد میں سے کوئی اللہ کے حلال کو حرام یا حرام کو حلال کر سکتا ہے ہرگز نہیں اور ایسی حالت میں جب کہ اللہ ہر وقت ہر انسان کو دیکھتا ہے اور یہ

بھی قرآن میں درج ہے کہ اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرنے پر اللہ کے قانون میں کیا سزا ہے، ایسی حالت میں کیا نبی کسی چیز کو حلال یا حرام کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں مگر افسوس امت کے علماء کرام نے ان کے بارے میں ایسا لکھا ہے جو ناممکن ہے، اس کے بارے میں دوسرے حصہ میں ملاحظہ ہو۔

کسی چنے ہوئے انسان کو جب نبوت دی جاتی تھی تو اس وقت اللہ کا سلوک کیا ہوتا ہے

اللہ تعالیٰ انسان کی ہدایت کے لیے انسانوں میں سے اپنے بندے نبوت کے لیے چن لیتا تھا اور نبوت دیتے وقت ان کے ساتھ کیا سلوک ہوتا تھا وہ سب کے لیے ایک سا ہی ہوتا تھا، اس میں کوئی بدلاؤ نہیں آتا تھا صرف وقت، علاقہ اور زبان کا فرق ہوتا ہے، جس علاقے میں نبی سے کام لینا تھا وہ اس علاقے کا باشندہ اور اسی زبان کا جاننے والا اور لوگوں کا جانا پہچانا ہوتا تھا عوام اس کے اخلاق و عادات سے واقف ہوتے تھے، قرآن نے ہر ایک کے بارے میں نام بنام تو نہیں بتایا مگر حضرت موسیٰ کو جب نبی بنایا گیا قرآن نے اس کی تفصیل بڑی وضاحت کے ساتھ پیش کی ہے اور ہمیں یہ یقین رکھنا چاہیے کہ جو سلوک حضرت موسیٰ کے ساتھ ہوا ہے وہ سب نبیوں کے ساتھ ہوا چوں کہ اللہ کی سنت تبدیل نہیں ہوئی لیکن علماء کرام نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جو لکھا ہے وہ اس سنت کے خلاف نظر آتا ہے اور آیات کا ترجمہ بھی محل نظر ہے جس کا ملاحظہ دوسرے حصہ میں کرنا یہاں تو وہ حقیقت درج کی جارہی ہے جو ہے:

اللہ کی کیا سنت ہے وہ ملاحظہ ہو:

سورہ انعام ٦: ١١٥۔ آپ کے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، اس کے کلام کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ خوب سننے والا اور جاننے والا ہے۔

سورہ فاطر ٣٥: ٤٣۔ وہ لوگ زمین میں غرور کرنے اور بری چال چلنے لگے اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے پر ہی پڑتا ہے تو وہ لوگ اگلے لوگوں کی روش (اور ان کے عذاب) کے سوا اور کس چیز کے منتظر ہیں؟ (اگر ایسا ہے تو عذاب سے بچ نہیں سکتے) تم اللہ کی عادت قانون میں کوئی تبدیلی نہ پاؤ گے اور اس کی سنت میں کوئی تغیر نہ دیکھو گے۔ (اس کے طریقے کو بھی کوئی اپنی تحویل یعنی قبضہ میں نہیں لے سکتا)۔

سورہ ق ٥٠: ٢٩۔ ہمارے یہاں بات بدلا نہیں کرتی (جو حکم اور سنت ہے سو ہے) میں اپنے بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتا (بلکہ بندے خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں)۔

اللہ کی سنت کیا ہے ملاحظہ ہو:

سورہ القصص ٢٨: ٢٨۔ موسیٰ نے کہا میرے اور آپ کے درمیان یہ بات طے ہو گئی، ان دونوں مدتوں میں سے جو بھی میں پوری کر دوں اس کے بعد مجھے یہاں سے چلے جانے کا حق ہوگا) اور مجھ پر کوئی زیادتی

نہ ہوگی اور جو قول و قرار کر رہے ہیں اللہ اس کا گواہ ہے۔

۲۸:۲۹۔ جب حضرت موسیٰ نے مدت پوری کر دی اور اپنی گھر والی کو لے کر چلے تو کوہ طور کی طرف آگ دیکھی، اپنی بیوی سے کہنے لگے ٹھہرو، میں نے آگ دیکھی ہے تا کہ میں وہاں سے کچھ پتہ لاؤں یا آگ کا انگارہ لے آؤں تا کہ تم تاپو۔

۲۸:۳۰۔ جب اس کے پاس پہنچے تو میدان کے دائیں کنارے سے ایک مبارک جگہ میں ایک آواز آئی اور ایسا لگا گویا آواز درخت میں سے آرہی ہے کہ موسیٰ میں تو رب العالمین ہوں۔

۲۸:۳۲۔(کہا) اور یہ کہ اپنی لاٹھی ڈال دو، جب دیکھا کہ وہ حرکت کر رہی ہے مانو سانپ ہے تو اس سے بچاؤ کے لیے پیٹھ پھیر کر چل دیئے اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھا (ہم نے کہا کہ) موسیٰ آگے آؤ اور مت ڈرو تم امن پانے والوں میں ہو۔

۲۸:۳۲۔ اپنا ہاتھ گریباں میں ڈال لو بغیر کسی عیب کے سفید نکل آئے گا اور سنو کسی برائی یا خطرے کے وقت اس کا مقابلہ کرنے کے لیے اپنے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے سامنے لے آنا اور ہمت کے ساتھ ہوشیار رہنا خطرے کے وقت اپنی جماعت کی حفاظت کرنا حواس قائم رکھنا برائی کے لیے اپنے ہاتھ دراز نہ کرنا اور لوگوں سے نرمی سے بات کرنا، یہ دو دلیلیں (اور حکمت کی باتیں) تمہارے رب کی طرف سے ہیں (ان کے ساتھ) فرعون اور اس کے درباریوں کے پاس جاؤ کہ وہ نا فرمان لوگ ہیں۔

اللہ نے موسیٰ کو اپنی نشانیوں کے ساتھ یہ بات بھی بتائی کہ اے موسیٰ تم نے جو ایک قتل کیا تھا اب ایسا نہ کرنا اور موسیٰ نے بھی اس قتل کے بعد آگے ایسی حرکت نہ کرنے کا عہد کیا تھا۔

۲۸:۱۷۔ بلکہ اگر ایسا کبھی وقت آ جائے تو اپنے ہاتھ پکڑ لینا اس برائی سے بچ جانا یا اگر کوئی اچانک خطرہ محسوس ہو تو فوراً اپنے ہاتھوں کو پکڑ کر اپنے سینے کے سامنے لے آنا یعنی اس خطرے کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو جانا، ایسے وقت پر ہر آدمی کے ہاتھ سینے کے سامنے آ جاتے ہیں، اس سے دل مضبوط ہوتا ہے، خطرے کا مقابلہ ٹھیک ہوتا ہے اور لوگوں سے نرمی سے بات کرنا ہاتھ باندھ لینا نہیں ہے بلکہ ہاتھوں کو فوراً پکڑ کر مقابلہ کے لیے تیار ہو جانا ہے یہ ہے آیات کا مفہوم۔

۲۸:۳۳۔ موسیٰ نے کہا اے میرے رب میں نے ان کا ایک آدمی قتل کر دیا تھا، ڈرتا ہوں کہیں وہ مجھے قتل نہ کر دیں۔

۲۸:۳۴۔ اور ہارون میرا بھائی اس کی زبان مجھ سے زیادہ فصیح ہے تو اس کو میرے ساتھ بھیج مددگار بنا کر کہ میری تصدیق کرے، مجھے خوف ہے کہ وہ لوگ مجھے جھٹلائیں گے۔

۲۸:۳۵۔ ارشاد ہوا ہم تیرے بھائی کے ذریعہ تیرا ہاتھ ابھی مضبوط کریں گے اور تم دونوں کو ایسی طاقت دیں گے کہ وہ لوگ تمہارا کچھ بھی نہ بگاڑ سکیں گے اور ہماری نشانیوں کے اثر سے تم دونوں اور تمہارے پیرو

غالب رہیں گے۔

سورہ مریم ۱۹:۵۱۔اور اس کتاب میں سے موسیٰ کا ذکر بھی پڑھو، بے شک وہ ہمارے چنے ہوئے بندے اور رسول نبی تھے۔

۱۹:۵۲۔اور ہم نے ان کو کوہ طور کی داہنی جانب سے پکارا اور باتیں کرنے کے لیے نزدیک بلایا۔

۱۹:۵۳۔اور اپنی مہربانی سے ان کو ان کا بھائی ہارون نبی دیا (اور مددگار بنایا)

سورہ طہٰ ۲۰:۹۔اور کیا آپ کو موسیٰ کے حال کی خبر ملی ہے۔

۲۰:۱۰۔جب اس نے (سینا میں) آگ دیکھی تو اپنی گھر والی سے کہا ٹھہرو مجھے آگ دکھائی دے رہی ہے ہوسکتا ہے کہ میں تمہارے تاپنے کے لیے انگارا لیتا آؤں یا الاؤ پر کوئی رستہ بتانے والا ہی مل جائے۔

۲۰:۱۱۔پھر جب وہاں پہنچے تو غیب سے آواز آئی اے موسیٰ۔

۲۰:۱۲۔میں ہی تیرا رب اللہ ہوں پس تم اپنی جوتیاں اتار دو، یہاں طویٰ کی مقدس وادی میں ہو یعنی اطمینان سے بیٹھ کر بات سنو جیسے کسی آنے والے سے کہتے ہیں کہ جوتا اتار دے اور بیٹھ کر بات سن۔

۲۰:۱۳۔میں نے تجھے اپنی رسالت کے لیے چن لیا ہے تو جو کچھ تجھے حکم دیا جائے اس کو غور سے سن۔

۲۰:۱۴۔بے شک میں اللہ ہوں (کون کہتا ہے) کہ اللہ نہیں ہے تو سنو! یقیناً میں اللہ ہوں پس میری بندگی کر اور میری یاد کے لیے صلوٰۃ قائم کر۔

۲۰:۱۵۔بے شک قیامت آنے والی ہے میں چاہتا ہوں کہ اس کا وقت پوشیدہ رکھوں تاکہ ہر شخص جو کوشش کرے اس کا بدلہ پائے۔

۲۰:۱۶۔پس ایسا نہ ہو کہ جو لوگ اس کے ہونے کا یقین نہ رکھتے ہوں اور اپنی خواہش کے بندے ہوں وہ آپ کو بھی اس کے یقین سے نہ روک دیں اس صورت میں ہلاک ہو جاؤ گے۔

۲۰:۱۷۔اور اے موسیٰ یہ تمہارے داہنے ہاتھ میں کیا ہے؟

۲۰:۱۸۔موسیٰ نے کہا یہ میری لاٹھی ہے اس پر میں سہارا لگاتا ہوں اور اس سے اپنی بکریوں کے لیے پتے جھاڑتا ہوں اور میرے لیے اس میں اور بھی بہت سے فائدے اور سہارے ہیں۔

۲۰:۱۹۔اللہ نے کہا موسیٰ اسے ڈال دو۔

۲۰:۲۰۔موسیٰ نے اسے ڈال دیا اور دیکھتا کیا ہے کہ ایک سانپ ہے جو دوڑ رہا ہے۔

۲۰:۲۱۔حکم ہوا اسے پکڑ لو اور خوف نہ کرنا ہم اس کو ابھی اس کی پہلی حالت پر لوٹا دیں گے۔

۲۰:۲۲۔پھر حکم ہوا اپنا ہاتھ اپنی بغل میں دبا، وہ کسی عیب کے بغیر سفید نکلے گا یہ دوسری نشانی ہے۔

۲۰:۲۳۔(اور یہ دو نشانیاں) اس لیے (دی گئی ہیں) کہ آئندہ تجھے اپنی قدرت کی بڑی بڑی نشانیاں دکھائیں۔

۲۰:۲۴۔(ان کو لے کر) تم فرعون کے پاس جاؤ وہ بڑا سرکش ہو رہا ہے۔

۲۰:۲۵۔(موسیٰ نے فرعون کے پاس جانے سے پہلے) دعا مانگی اے رب میرا سینہ کھول دے۔

اس آیت میں سینہ کھولنے کی بات کہی گئی ہے جیسے سینہ کھولا گیا ایسے ہی زبان بھی کھولی گئی جو آیت ۲۷ میں ہے لیکن اس آیت کی شان نزول عجیب لکھی گئی ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

۲۰:۲۶۔اور میرا کام آسان کر دے۔

۲۰:۲۷۔(وہ ایسے کہ) میری زبان میں بات کہنے کی وہ تاثیر پیدا کر دے کہ لوگ سن کر اس کو قبول کر لیں۔

۲۰:۲۸۔تا کہ وہ میری بات سمجھ لیں (وہ میری بات جب ہی سمجھ سکیں گے کہ جب میں اچھی بات کہوں اور وہ تیری مہربانی سے ہو سکتا ہے۔

۲۰:۲۹۔اور میرے گھر والوں میں سے (ایک کو) میرا مددگار بوجھ بٹانے والا بنا دے۔

۲۰:۳۰۔یعنی میرے بھائی ہارون کو۔

۲۰:۳۱۔اس سے میری قوت کو مضبوط کر۔

۲۰:۳۲۔اور اسے میرے کام میں شریک کر۔

۲۰:۳۳۔تا کہ ہم تیری پاکی کثرت سے بیان کریں۔

۲۰:۳۴۔اور تجھے کثرت سے یاد کریں۔

۲۰:۳۵۔بے شک تو ہم کو ہر حال میں دیکھ رہا ہے (اور کسی حالت میں ہماری طرف سے غافل نہیں ہے تو ہمارے ہر کام کو جانتا ہے۔

۲۰:۳۶۔اللہ نے کہا اے موسیٰ تیری دعا قبول کی گئی۔

۲۰:۳۷۔اور ہم نے تم پر ایک بار اور بھی احسان کیا ہے۔

۲۰:۳۸۔یہ وہ وقت تھا جب ہم نے تیری ماں کو وحی کے ذریعہ حکم دیا تھا وہ بتاتے ہیں۔

۲۰:۳۹۔کہ بچے کو (یعنی موسیٰ کو) صندوق میں رکھ پھر اس (صندوق) کو دریا میں بہا دے، دریا اس کو کنارے سے لگا دے گا، پھر اسے وہ شخص جو میرا اور اس کا (یعنی اللہ اور موسیٰ کا) دشمن ہے اٹھائے گا اور اس کے محل میں بچے کی پرورش ہوگی ہم نے اپنی خاص مہربانی سے تجھ پر محبت کا سایہ ڈال دیا تھا (کہ غیر بھی اپنے بن گئے) اور یہ جو کچھ ہوا وہ اس لیے کہ ہم چاہتے تھے کہ تو ہماری نگرانی میں پرورش پائے (چوں کہ موسیٰ کو) فرعون سے مقابلہ کرنا تھا یہ اسی وقت ہو سکتا تھا جب موسیٰ شروع سے ہی ایسے ماحول میں پرورش پائے، جس سے موسیٰ شاہوں سے بات کرنے لائق ہو جائے اگر ماں باپ کے پاس بنی اسرائیل کے بچوں کی طرح پرورش ہوتی تو بے خوف بولنے والا نہیں ہو سکتا تھا۔ تو یہ ہماری مہربانی خاص تھی۔

۲۰:۴۰۔اور جب تیری بہن فرعون کے یہاں گئی اور کہنے لگی کہ میں تمہیں ایسی عورت بتاؤں جو اس بچے کو پالے پوسے؟ اس طرح ہم نے تجھ کو تیری ماں کی گود میں ڈال دیا کہ اس کی آنکھیں ٹھنڈی رہیں اور وہ رنج نہ کرے اور وہ بھی احسان ہے، جب تم نے ایک آدمی مصری کو مار ڈالا تھا تو ہم نے تم کو غم سے نجات دی تھی اور تجھے طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈال کر آزمایا، اس کے بعد تو کئی برس تک مدین کے لوگوں میں رہا، پھر اے موسیٰ تقدیر الٰہی کے فیصلے کا وقت آگیا۔

۲۰:۴۱۔اور غور رہے سن میں نے تجھے اپنے لیے چن لیا (تو اس کے لیے تیار ہو جا)۔

۲۰:۴۲۔اب تو اور تیرا بھائی میری نشانیاں لے کر روانہ ہو جاؤ اور دیکھو میری یاد (اور میرے حکم) کی تعمیل میں سستی نہ کرنا۔

۲۰:۴۳۔تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ وہ بڑا سرکش ہو رہا ہے۔

۲۰:۴۴۔اس سے نرمی سے بات کرنا ہو سکتا ہے کہ غور کرے اور ڈر جائے۔

۲۰:۴۵۔کہنے لگے کہ ہمارے رب ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ ہم پر زیادتی نہ کرے یا اور زیادہ سرکشی پر آمادہ ہو جائے۔

۲۰:۴۶۔اللہ نے کہا اندیشہ نہ کرنا میں تمہارے ساتھ ہوں، سب کچھ سن رہا ہوں اور سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔

۲۰:۴۷۔تم اس کے پاس بے خوف جاؤ اور کہو کہ ہم دونوں تیرے رب کے بھیجے ہوئے آئے ہیں تو بنی اسرائیل کو ہمارے ساتھ جانے کی اجازت دے اور ان پر عذاب نہ کر اور ہم تیرے پاس تیرے رب کی نشانی لے کر آئے ہیں اور سلامتی اسی پر ہے جو سیدھی راہ اختیار کرے۔

آیات بالا سے یہ ظاہر ہو گیا کہ اللہ جب کسی چنے ہوئے بندے کو نبوت سے سرفراز کرتا تھا تو ہر نشیب و فراز سے واقف کراتا تھا، کیسے کرنا ہے کیا کرنا ہے، یہ سب کچھ بتاتا تھا، سننے والے کو بھی جو کچھ اللہ سے درخواست کرنا ہوتی تھی وہ بھی کرتا تھا، اللہ اس کی درخواست کو پوری کرتا تھا اور اسے جو بھی احکام دینے ہوتے تھے دے کر میدان عمل میں سرگرم کر دیتا تھا، بڑے پیار کے ساتھ اچھے نرم طریقے سے اور سب سے اہم بات تو یہ ہے کہ شروع میں ہی یہ کہا جاتا تھا کہ تم پر سلامتی ہو اللہ نے تم کو نبی کے عہدے پر فائز کر دیا ہے تب بات شروع ہوتی تھی یہ ہے اللہ کی سنت جو ہر نبی کے ساتھ جاری رہی ہے۔

چوں کہ اللہ کی سنت بدلا نہیں کرتی لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جو عمل ہوا وہ اس کے خلاف نظر آتا ہے جو محل نظر ہے، یعنی نبی کو کچھ بتایا نہیں گیا اور جبرئیل نے تشدد کرنا شروع کر دیا جو اپنی جگہ پر لکھا جائے گا، یہاں تو وہ لکھا جا رہا ہے جو حقیقت ہے جو سورہ علق ۹۶ میں درج ہے مگر اس کا ترجمہ بھی محل نظر ہے، صحیح بات اور ترجمہ لکھا جا رہا ہے۔

سورہ علق ۹۶:۱۔ کا مفہوم لکھنے سے پہلے اس لفظ کا مادہ اور معنیٰ لکھا جا رہا ہے، اقرأ کا مادہ قرأ ہے، جب یہ الامر ہوتا ہے تو اس کے معنی قریب آنا، اعلان کرنا ہوتا ہے اور جب عنہ کے ساتھ ہوتا ہے تو معنی ہوتا ہے واپس جا، اس اعتبار سے اقرأ باسم ربک کے معنی ہوں گے ''تو اپنے نشو ونما دینے والے کی صفت ربوبیت کا عام اعلان کر دے، یہ وہی چیز ہے جسے سورہ مدثر میں قم فانذ رو ربک فکبر سے تعبیر کیا گیا ہے، اس سے قرأ کے معنی اعلان عام کے ہوں گے۔

سورہ مدثر ۷۴:۱۔ اچھا انتظام کرنے والے اور اس کی ذمہ داریوں کا بوجھ اٹھانے والے۔

۷۴:۳۔ اور اپنے رب ہی کی بڑائیاں بیان کرو۔

اس وضاحت کے بعد سورہ العلق ۹۶ کی ۱،۲،۳ کا مفہوم لکھا جا رہا ہے اس امید پر کہ دانشور انسان اس کو پڑھ کر غور کریں کہ یہاں بھی اللہ کی سنت نہیں بدلی اس طرح کارفرما ہے جیسے دوسرے نبیوں کے بارے میں ہوتا رہا ہے جس کو میں نے حضرت موسیٰ کے بارے میں لکھا ہے جو وہاں بڑی تفصیل کے ساتھ حضرت موسیٰ کو اللہ بتا رہا ہے اور موسیٰ بھی اللہ سے اپنی درخواست کر رہے ہیں اور اللہ ان کو پورا کر کے بتا رہا ہے کہ ہر طرح سے ہدایات دے کر روانہ کیا نہ کہ تشدد کرنا جو آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت جبرئیل کے ذریعہ لکھا گیا ہے جو محل نظر ہے، ذیل میں مفہوم ملاحظہ ہو۔

سورہ العلق ۹۶:۱۔ (جبرئیل نے آ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا اور خوشخبری سنائی کہ آپ کو اللہ نے نبی بنا دیا ہے اس لیے) اب قریب آ اور سن اور جو وحی سے دیا جا رہا ہے اس کو لے کر قوم کے پاس جا اور اعلان عام کر دے تبلیغ کر اپنے رب کے نام کے ساتھ جس نے تمام کائنات کو پیدا کیا ہے، یہ سن کر آپ واپس آئے بڑے اطمینان کے ساتھ، نہ کہ گھبرائے ہوئے خوف زدہ ہو کر نہ آپ ورقہ بن نوفل کے پاس گئے نہ کمبل اوڑھا نہ آپ کو بخار ہوا، بلکہ حکم الٰہی کے تحت تبلیغ دین شروع کر دیا، اس کے خلاف اب تک جو قوم پڑھتی چلی آ رہی ہے وہ دوسرے حصہ میں لکھا ہے۔

نبی امّی کے کیا معنی ہیں؟

قوم نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پڑھ تسلیم کر رکھا ہے اور بڑے فخریہ انداز میں کہتے ہیں کہ یہ ایک معجزہ ہے کہ ان پڑھ آدمی ایسی کتاب کا لینے والا اور یاد کرنے والا ہے ذیل میں اس ان پڑھ یعنی امّی پر لکھا جا رہا ہے کہ قوم غور کرے کیا حقیقت میں محمد ان پڑھ تھے یا پڑھے لکھے تھے۔

سورہ الاعراف ۷:۱۵۷۔ (آج یہ رحمت ان لوگوں کا حصہ ہے) جو اس رسول نبی امّی کی پیروی اختیار کریں گے جس کا ذکر انہیں اپنے یہاں تورات اور انجیل میں لکھا ملتا ہے۔ وہ انہیں نیکی کا حکم دیتا ہے برائی سے روکتا ہے، ان کے لیے پاک چیزیں حلال بتاتا ہے اور ناپاک چیزیں حرام بتاتا ہے، اور ان پر سے وہ بوجھ

اتارتا ہے جوان پرلدے ہوئے تھے(یعنی ان کے جاہل عالموں نے اپنی طرف سے بنا کران کو دیے تھے)اوروہ بندشیں بھی کھولتا ہے جس میں ان کو جکڑ دیا گیا تھا،لہٰذا جولوگ اس پر ایمان لائیں اوراس کی حمایت اورنصرت کریں اوراس روشنی کی پیروی اختیار کریں جواس پر نازل کی گئی ہے،وہی فلاح پانے والے ہوں گے۔

آل عمران ۳: ۷۵۔اہل کتاب میں کوئی تو ایسا ہے کہ اگر اس کے اعتماد پر مال ودولت کاایک ڈھیر بھی دے دوتو تمہارامال تمہیں ادا کرے گااور کسی کا حال یہ ہے کہ اگر تم ایک دینار کے معاملہ میں بھی اس پر بھروسہ کروتو وہ ادانہ کرے گاالا یہ کہ تم اس کے سر پر سوار ہو جاؤان کی اس اخلاقی حالت کا سبب یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں امیوں کے(غیر اہل کتاب لوگوں کے)معاملہ میں ہم پر کوئی مؤاخذہ نہیں ہےاور یہ بات وہ محض جھوٹ گھڑ کراللہ کی طرف منسوب کرتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم ہے۔

سورہ بقرہ ۲: ۷۸۔اوربعض ان میں امی ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کے علم کی سوائے جھوٹی آرزوں کےاوران کے پاس کچھ نہیں مگر خیالات ۔

۲: ۷۹۔سوخرابی ہےان کو جولکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہےتا کہ لیویں اس پر تھوڑا سامول سوخرابی ہےان کواپنے ہاتھوں کے لکھے سےاورخرابی ہےان کواپنی کمائی سے۔

چوں کہ بنی اسماعیل میں تعلیم کی کمی تھی اور وہ اس وقت کی کتاب وشریعت سے نا آشنا تھےاورحضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بنی اسماعیل میں حضرت اسماعیل کے بعد کسی نبی کی بعثت نہیں ہوئی جب کہ اس دوران بنی اسرائیل کے اندر بہت سے نبی آئے اورانہیں کتاب بھی ملی اس کے برعکس بنی اسماعیل کوقرآن سے پہلے کتاب بھی نہیں ملی اس وجہ سے بنی اسرائیل بنی اسماعیل کوامی بغیر اہل کتاب کہتے تھےاور یہ لفظ بنی اسرائیل تحقیر کے طور سے استعمال کرتے تھےلیکن بدویت اورامیت کتاب وشریعت سے بیگانگی چوں کہ بطور امر واقعہ ان کے اندر موجود تھی اس وجہ سے قرآن میں اس لفظ کوان کے لیے بطور امتیازی لقب کے استعمال کیا اورمحمد اور اصحاب محمد نے بھی اس لفظ کو بلا کسی احساس کہتری کے استعمال کیا،گویا بنی اسرائیل کے بالمقابل یہ لفظ ان کے لیے ایک امتیازی لقب تھا،بنی اسماعیل کے لیے امی بطور لقب استعمال ہوتا تھا،اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ مدرسے کی تعلیم سے نا آشنا اپنی بدویانہ سادگی پر قائم تھےاورلکھناپڑھنا صرف اپنے قبیلہ کے افراد سے ہی حاصل کرتے تھے،جو چلتے پھرتے اورگھر پر رہتے ہو جاتی تھی،اس طرح یہ لفظ امتیازی ہوسکتا ہے عربوں کے لیے،اس لفظ کے استعمال کا آغاز اہل کتاب سے ہی ہوا ہو،لیکن یہ بات واضح ہے کہ اس لفظ کے استعمال میں عربوں کے لیے تحقیر کا کوئی پہلو نہیں تھا،چنانچہ قرآن نے اس لفظ کوعربوں کے لیے ان کواہل کتاب یہود ونصاریٰ سے ممیّز کرنے کے لیے استعمال کیا ہے،اس پہلو سے محمد کے لیے نبی امّی کالقب استعمال ہوا ہے نہ کہ ان پڑھ ہونے کی وجہ سے۔

نبی پڑھے لکھے تھےاوراس کا ثبوت بھی قرآن میں موجود ہے،دوسری بات یہ کہ مکہ کوام القریٰ کہاجاتا

ہے جو قرآن میں درج ہے۔

سورہ انعام ۶:۹۲۔اور اس لیے نازل کی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ تم بستیوں کے اس مرکز (یعنی ام القریٰ) اور اس کے گرد و پیش رہنے والوں کو خبردار کرو۔

اس لیے بھی ام القریٰ مکہ کے رہنے والوں کو امّی کہا گیا ہے جیسے چین کے رہنے والوں کو چینی اور عرب کے رہنے والوں کو عربی مدینہ کے رہنے والوں کو مدنی کہا جاتا ہے۔

آل عمران ۳: ۲۰۔پھر بھی اگر آپ سے جھگڑا کریں تو کہہ دے میں نے تابع کیا اپنا منہ یعنی خواہش اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی جو میرے ساتھ ہیں کہہ دو اہل کتاب کو اور امّی غیر اہل کتاب کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو۔پھر اگر وہ تابع ہوئے تو انہوں نے راہ پائی سیدھی اور اگر منہ پھیریں تو آپ کے ذمہ صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نگاہ میں بندے ہیں۔

سورہ جمعہ ۶۲: ۲۔وہی ہے جس نے اٹھایا امیوں میں ایک رسول ان ہی میں کا پڑھ کر سناتا ہے ان کو اس کی آیتیں اور ان کو سنوارتا اور سکھاتا ہے ان کو کتاب اور عقلمندی اور اس سے پہلے تھے وہ کھلی تلاش میں گم شدہ شریعت کی۔

آیات بالا کو پڑھنے کے بعد یہ نتیجہ سامنے آتا ہے کہ امّی کا مطلب ان آیات میں ان پڑھ ہرگز نہیں، بلکہ اہل کتاب کے مقابلہ میں غیر اہل کتاب اور ام القریٰ کے رہنے والوں سے ہے، جیسا کہ یہودی کہتے تھے کہ ہم اہل کتاب ہیں اور عربوں پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اس لیے یہ امّی ہیں اور ان کو کوئی حق نہیں ہے کہ یہ دعویٰ کریں کہ ہمارے اندر ایک نبی مبعوث ہوا ہے۔نبوت اور امارت تو صرف ہمارا ہی حق ہے، اس پر اللہ نے فرمایا کہ دیکھو جن کو تم امّی یعنی غیر اہل کتاب کہتے ہو ان میں ہی نبی مبعوث کیا گیا ہے یہ تو ہماری رحمت ہے ہمارا فضل ہے کہ امیوں میں نبی مبعوث کیا۔

بقرہ ۷۸:۲۔میں کہا گیا ہے کہ ان میں بعض امّی ہیں جو کتاب کا علم نہیں رکھتے بس اپنے کچھ خیال رکھتے ہیں، امّی کی مزید وضاحت کرنے کے لیے اسم موصولہ للذین لا کر ہر شک کو ہی ختم کر دیا یہ اسم موصولہ اپنے مرجع امیوں کی طرف رجوع کر رہا ہے اور کہا کہ خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے، دیکھئے اس آیت میں کتنی اچھی طرح امّی کی وضاحت کر دی ہے کیا ان پڑھ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھ سکتا ہے؟ ہاتھ سے وہی لکھے گا جو پڑھا ہو گا اس لیے امّی کا مطلب ان پڑھ یہاں ہرگز نہیں ہے کہیں ہوگا، اس سلسلے میں مزید وضاحت ملاحظہ ہو۔

محمد کے بارے میں اپنے اور غیر سب یہ کہتے ہیں وہ ان پڑھ تھے، صرف لفظ امّی کو لے کر حالانکہ اس کی وضاحت اوپر ہو گئی ہے، مگر اور سنئے کیا حقیقت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان پڑھ تھے یا پڑھے لکھے؟

سورہ فرقان ۲۵: ۵۔اور کہنے لگے یہ نقلیں ہیں پہلوں کی جن کو اس نے لکھ لیا ہے سو وہی لکھوائی جاتی

ہیں صبح اور شام۔

سورہ العنکبوت ۴۸:۲۹۔اور اس سے پہلے (قرآن نازل ہونے سے پہلے) تم کوئی کتاب نہ پڑھتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے اگر یوں ہوتا تو باطل والے ضرور شک لاتے۔

مندرجہ بالا (۵:۲۵) میں خود محمد کے مخالف یہ اقرار کررہے ہیں کہ نبی نے پرانی نقلوں کو لکھا تسلیم کررہے ہیں اور رسول کے امتی ان کو ان پڑھ لکھ رہے ہیں؟ (۴۸:۲۹) میں اللہ شہادت دے رہا ہے کہ اے محمد آپ نبوت ملنے سے پہلے نہ لکھتے تھے نہ پڑھتے تھے یہ اس لیے کہ اگر ایسا ہوتا تو مخالف ضرور شک کرتے کہ نبی نے پہلے سے ہی لکھ لیا ہے اور پڑھ لیا ہے اور وقت آنے پر انہوں نے اعلان کردیا کہ میں نبی ہوں اور یہ کتاب ہے،اس لیے محمد نبوت ملنے سے پہلے لکھتے پڑھتے نہ تھے، پہلے کا انکار ہے،نبوت ملنے کے بعد کا انکار نہیں ہے،بعد کے لیے اقرار ہے کہ آپ نبوت ملنے کے بعد لکھتے پڑھتے تھے،اس ناقابل تردید ثبوت کے ہوتے ہوئے صرف لفظ امی جس کا مطلب بھولے پن سے غیروں کی شرارت سے ان پڑھ لکھا دیا گیا ہے،اس سے یہ کہہ دینا کہ محمد ان پڑھ تھے،ان کی شان میں گستاخی ہے،ان کی سیرت پاک کو داغ دار کرنا ہے جو ستم ہے، ہاں کہیں اس لفظ کا مطلب ان پڑھ ہوگا مگر یہاں ان پڑھ نہیں ہے۔

آیت ۶۲:۲۔میں ہے کہ وہی تو ہے جس نے امیوں کے اندر ایک رسول خود ان ہی میں سے اٹھایا، اس آیت میں تقریباً پورے مکہ والوں کو امی کہا گیا ہے تب ہی تو کہا کہ امیوں میں خود انہی میں سے نبی اٹھایا،اس آیت کے ذیل میں جنگ بدر کو دیکھئے جس میں مکہ کے افراد جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے خاندانی بھی تھے،قید ہوگئے تھے اور ان میں اکثر کی رہائی کا فدیہ یہ مقرر ہوا تھا کہ ہر آدمی اتنے آدمیوں کو لکھنا پڑھنا سکھادے۔ان قیدیوں نے یہ کام کیا اور رہا ہوگئے۔اب غور طلب بات یہ ہے کہ اگر ان پڑھ کو امی کہا گیا ہے تو اللہ نے کن امیوں میں رسول اٹھایا جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے جو قید ہوگئے تھے۔غور کریں کہ یہ وہی امی تھے جو ام القریٰ مکہ کے رہنے والے تھے اور وہ پڑھے لکھے تھے،اس لیے محمد بھی پڑھے لکھے تھے،فرق صرف یہ ہے کہ ان کی تعلیم کسی مدرسے میں باقاعدہ نہیں ہوئی تھی محض اپنے قبیلے کے افراد کے ذریعہ ہوئی تھی۔

ایک بات صلح حدیبیہ کی ہے، جب رسول لفظ لکھنے پر مکہ والوں نے اعتراض کیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے علی سے کہا کہ اس لفظ کو کاٹ کر محمد ابن عبداللہ لکھ دو،تو علی نے انکار کردیا تب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے رسول لفظ کاٹ کر وہی لکھ دیا جو مکہ والے چاہتے تھے،کاتب وحی بھی تھے،پہلی وحی کے وقت بھی سورہ علق کی تیسری آیت میں لفظ اقراء یعنی پڑھ آیا ہے اگر محمد ان پڑھ تھے تو کاغذ قلم علی سے لے کر اپنے ہاتھ سے وہی کیسے لکھ دیا جو مکہ والے چاہتے تھے اور علی نے انکار کردیا۔

اتنے ثبوت کے بعد اگر اب بھی ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ان پڑھ ہی مانتے رہے تو اس کے علاوہ اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ ہم قرآن سے صرف نظر کرکے محض روایات کے اسیر ہوکر ان کو مان رہے ہیں جو غیر معصوم راوی

کی شہادت سے زیادہ کچھ نہیں ہے اور ہم حق بات کہنے کی جرأت اور اس کو سمجھنے کی صلاحیت سے محروم ہو گئے ہیں، اس لفظ ان پڑھ کو لے کر سلمان رشدی نے بھی پورے قرآن اور اسلام و سیرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شک کے دائرے میں لانے کی ناکام ناپاک کوشش کی ہے (نعوذ باللہ) پانی سر سے گزر چکا ہے کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا جب ہم دوٹوک الفاظ میں اعلان کریں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پڑھے لکھے تھے ان پڑھ نہ تھے، بہر حال میں تو پورے شرح صدر کے ساتھ یہ اعلان کرتا ہوں کہ نبی پڑھے لکھے تھے، دنیا خواہ کچھ بھی کہتی رہے۔

آیت میں پاک چیزیں حلال بتانے کا مطلب یہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک ذمہ داری یہ تھی جو سیرت پاک کا جز ہے کہ جو اللہ نے حلال کیا ہے اس کو حلال بتاویں اور جو حرام کیا ہے اس کو حرام بتاویں، اپنی طرف سے کوئی اضافہ نہیں کرتا تھا، جو چیزیں بنی اسرائیل پر ان کی محتاجی اور مفلسی کی وجہ سے طاقت خرید سے دور ہو گئیں تھیں یعنی محروم ہو گئے تھے یا ان کے عالموں نے غلط روش سے کام لے کر حلال کو حرام اور حرام کو حلال کر لیا تھا جیسے آج مسلمانوں کے یہاں ہے کہ ایک فرقہ کسی چیز کو حلال بتا رہا ہے اور دوسرا حرام، ایسے ہی وہ عالم کرتے تھے، حالانکہ ان کی شریعت میں بھی وہ چیزیں حلال تھیں جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم حلال بتا رہے تھے کہ فلاں چیزیں جو تمہارے عالم نے حرام کر دی ہیں وہ حلال ہیں جو حلال کر رکھی ہیں وہ حرام ہیں، چوں کہ جو قرآن میں حرام حلال ہے وہی پہلی کتابوں میں تھا، بوجھ اتارنے کا مطلب ہے کہ انہوں نے اپنے فقیہ اور درویشوں کے کہنے پر اپنے اوپر خود بنائی ہوئی شریعت لادی تھی جس میں بہت کچھ بندشیں تھیں جیسے آج مسلمانوں میں ہیں ان کو بھی محمد نے بتایا کہ یہ قانون جس کی تم پابندی کر رہے ہو اللہ کی نازل کردہ نہیں ہے اللہ نے یہ نازل کیا ہے جو قرآن میں اور یہی پہلے بھی تھا۔ (۴۲:۱۳،۴:۲۶) جو بہت آسان ہے، اس کو مانو جس کا اعلان (۷:۱۵۷) میں کر دیا ہے (۴:۷۷،۴۷:۴) یہ ہے سیرت کی تعلیم۔

اکثر مسلمانوں نے ہر مرحلہ پر سیرت محمد کے خلاف کام کیا

امت کے لیے اللہ کا کیا حکم، ملاحظہ ہو:

سورہ الحجرات ۴۹:۱۔اے وہ لوگ! جو ایمان لائے ہو اللہ کے وہ احکام جو رسول کے ذریعہ دیے گئے ہیں اور حفاظت کے درمیان ہیں ان کی پیروی کرو اپنی مرضی کے احکام کی پیروی نہ کرو (اگر اپنی مرضی کی پیروی کرو گے تو) یہ اللہ رسول سے بڑھ جانے کے مترادف ہوگا اور اللہ کی نافرمانی کرنے سے ڈرتے رہو بے شک اللہ سنتا اور جانتا ہے۔

۴۹:۲۔اور اے ایمان والو اپنی آواز بھی رسول کی آواز سے اونچی نہ کرو (یعنی کسی معاملہ میں وہ اپنے عمل اور قول سے کوئی حکم دیں اور تم اس کے مقابلہ میں اپنی مرضی چلانا چاہو یہ بھی غلط ہے لیکن بہت معاملات میں آج اپنی مرضی چل رہی ہے جن کا حکم نبی نے نہیں دیا نہ عمل کیا) اور جس طرح آپس میں ایک دوسرے سے زور

سے بولتے ہواس طرح ان کے روبرو زور سے نہ بولا کرو (ایسا نہ ہو) تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تم کو خبر بھی نہ ہو۔

۴۹:۳۔ جو لوگ اللہ کے رسول کے سامنے دبی آواز میں ادب کے ساتھ بولتے ہیں (یعنی ان کے احکام کو مانتے ہیں) اللہ نے ان کے دل تقویٰ کے لیے آزمائے ہیں، ان کے لیے بخشش اور اجر عظیم ہے۔

۴۹:۴۔ بے شک جو لوگ تم کو حجروں کے باہر سے آواز دیتے ہیں ان میں سے اکثر بے عقل ہیں۔

۴۹:۵۔ اور اگر وہ لوگ صبر کیے رہیں یہاں تک کہ آپ خود نکل کر آئیں ان کے پاس تو وہ ان کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

۴۹:۶۔ مومنو! اگر کوئی بدکردار تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو اچھی طرح چھان بین کر لیا کرو، ایسا نہ ہو کہ غلط معلومات کی بنا پر تم کسی قوم کو نقصان پہنچا دو، پھر تم کو بعد میں اپنی غلطی پر نادم ہونا پڑے۔

۴۹:۷۔ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے اور وہ بہت سے معاملات میں تمہاری بات مان لیا کریں (اونچی آواز کو) تو تم خود ہی مشکل میں پڑ جاؤ لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت سے نوازا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا وہی وہ لوگ ہیں جو راہ ہدایت پر ہیں۔

۴۹:۸۔ اللہ کے فضل اور احسان سے اور اللہ جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

۴۹:۹۔ اور اگر مومنوں میں سے کوئی دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح کرا دو، پھر اگر ایک فریق دوسرے فریق پر زیادتی کرے تو زیادتی کرنے والے سے لڑو یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع لائے، پس جب وہ رجوع لائے تو دونوں فریق میں انصاف کے ساتھ صلح کرا دو اور انصاف سے کام لو کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

۴۹:۱۰۔ مومن تو آپس میں بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرا دیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

۴۹:۱۱۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو نہ مرد دوسرے مردوں کا مذاق اڑائیں، ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق اڑائیں ہو سکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، آپس میں ایک دوسرے پر طعن نہ کرو اور نہ ایک دوسرے کو برے القاب سے یاد کرو، ایمان لانے کے بعد فسق میں نام پیدا کرنا بہت بری بات ہے اور جن لوگوں نے اس روش سے توبہ نہ کی وہ ظالم ہیں۔

۴۹:۱۲۔ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو بہت گمان کرنے سے پرہیز کرو کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، تجسس نہ کرنا اور تم میں سے کوئی کسی کی غیبت نہ کرے کیا تمہارے اندر کوئی ایسا ہے جو اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھانا پسند کرے گا، دیکھو تم اس سے گھن کرتے ہو (غیبت کرنا مردار گوشت کھانا ہی ہے) اللہ کی نافرمانی سے ڈرو اور اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحیم ہے۔

۱۳:۴۹۔لوگو!ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا پھر تمہارے شعبہ اور قبیلے بنائے اس لیے کہ تم ایک دوسرے کو پہچانو (تم سب آدم کی اولاد ہو اس لیے نسلی اعتبار سے سب بھائی بھائی ہو کسی کو دوسرے پر برتری نہیں ہے) اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ اللہ کی نافرمانی کرنے سے ڈرنے والا ہے،یعنی زیادہ فرمانبرداری کرتا ہے،اللہ سب کچھ جانتا ہے،اسے خبر ہے۔

۱۵:۴۹۔مومن تو وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے اور اس میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ کیا بلکہ اللہ کی راہ میں جان ومال سے جہاد کیا وہی وہ لوگ ہیں جو سچے مومن ہیں۔

سورہ فتح ۲۹:۴۸۔محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے اصحاب کافروں پر تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں تم جب انہیں دیکھو گے تو انہیں رکوع وسجود اور اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کی طلب میں مشغول پاؤ گے یعنی عاجزی کے ساتھ اللہ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے،سجود یعنی عاجزی کے اثرات ان کے چہروں پر موجود ہیں،جس کی مثال یوں دی گئی ہے کہ گویا ایک کھیتی ہے جس نے پہلے کونپل نکالی پھر اس کو تقویت ملی پھر وہ گدرائی پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہوگئی،کاشت کرنے والوں کو وہ خوش کرتی ہے تا کہ کفار ان کے پھلنے پھولنے پر جلیں، اس گروہ کے لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اللہ نے ان سے مغفرت اور بڑے اجر کا وعدہ کیا ہے۔

سورہ القلم ۴:۶۸۔اور بے شک آپ کے اخلاق بڑے عالی ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں ایسی حکمت بیان کی گئی ہے جس پر عمل کرنے سے ایک صالح معاشرہ وجود میں آتا ہے،آیات میں جو احکام بیان کیے گئے ہیں بظاہر ایسا معلوم ہو رہا ہے کہ یہ امت سے خطاب ہے کہ امت کو ان پر عمل کرنا ہے مگر قرآن کی پیروی سب کو کرنی ہے،چاہے وہ امت کے افراد ہوں یا نبی،چونکہ قرآن میں متعدد آیات میں یہ درج ہے جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی یہ کہلایا گیا ہے کہ کہہ دو میں اس وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کے ذریعہ آتا ہے اور وحی کے ذریعہ کیا آتا ہے،''ہذالقرآن''تو نبی بھی قرآن کی اتباع کرتے تھے اور قرآن کی پیروی نبی کی سنت اور سیرت پاک ہے،قرآن سے باہر نہیں،اس لیے امت محمد کو نبی کی سنت اور سیرت پاک پر جوں کا توں عمل کرنا ہے،جیسا عمل رسول نے کیا ہے ویسا ہی قوم کو کرنا ہے،اگر نبی نے تہجد میں گیارہ یا بارہ رکعت پڑھی ہیں تو امت کو بھی اتنی ہی پڑھنی چاہئیں اور ان کو پڑھنے کا جو وقت ہے اسی وقت پر پڑھنی ہے،یعنی نصف شب کے بعد ایک تہائی رات میں اگر اس سے زیادہ یا کم کی تو درج آیات کے مطابق نبی کی آواز سے تیز آواز کرنا ہو جائے گا اور یہ نبی سے بڑھ جانے کے مترادف ہوگا جس کو اللہ نے منع کیا ہے،اس لیے امت محمد کا فرض ہو جاتا ہے کہ نبی کی سیرت پاک کو داغ دار نہ کریں لیکن افسوس صد افسوس امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے قدم قدم پر اپنے عمل سے یہ ثبوت فراہم کیا ہے جس سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی سے اس امر میں کوتاہی ہو گئی تھی۔(نعوذ)

جیسے لکھا ملتا ہے کہ فلاں بزرگ رات میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھتے تھے اور عشاء کے وضو سے نماز فجر پڑھتے تھے کیا یہ عمل نبی کی سنت پر عمل ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔جب کہ قرآن کا حکم ہے کہ جب تم نماز پڑھنے کا

ارادہ کروتو وضو کرلو،اس لیے نبی نے ہرنماز کے لیے وضو کیا،جس کا ثبوت احادیث سے بھی ملتا ہے،اس عمل کے خلاف بھی امت کا عمل ہے،یعنی ایک وضو سے بلا کسی مجبوری کے کئی کئی نمازیں پڑھناہاں اگر مجبوری ہوتو ایسا بھی ممکن ہے مگر عام حالت میں ایک وضو سے دوسری نماز پڑھنا قرآن سے ثابت نہیں،قوم کا یہ فرض ہو جاتا ہے کہ اپنے عمل درست کرے اور غلط عمل کر کے نبی کی سیرت پاک کو داغ دار نہ کرے، نبی کی آواز سے اپنی آواز اونچی نہ کریں یعنی جو اور جتنا عمل رسول نے کیا ہے اس سے آگے نہ بڑھیں اگر بڑھے تو آواز اونچی ہونے کے مترادف ہو جائے گا۔

علم غیب قرآن کی روشنی میں کس کے لیے خاص ہے؟

سورہ انعام ۶:۵۰۔ کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں میں تو صرف اسی حکم پر چلتا ہون جو مجھ پر اللہ کی طرف سے آتا ہے، کہہ دو بھلا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوتا ہے تو پھر غور نہیں کرتے۔

سورہ مائدہ ۵:۱۰۹۔جس دن اللہ رسولوں کو جمع کرے گا پھران سے پوچھے گا کہ تمہیں کیا جواب ملا تھا وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں تو ہی غیب کی بات سے واقف ہے۔

سورہ یونس ۱۰:۲۰۔اور کافر کہتے ہیں اس کے رب کی طرف سے اسے کوئی نشانی (معجزہ) کیوں نہ دی گئی؟ تم کہہ دو کہ غیب کا علم تو اللہ ہی کو ہے سو تم انتظار کرو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

سورہ ہود ۱۱:۱۲۳۔اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور تمام امور کا رجوع اسی کی طرف ہے تو اس کی عبادت کرو اور اس پر بھروسہ رکھو اور جو کچھ تم کر رہے ہو تمہارا رب اس سے بے خبر نہیں۔

سورہ انبیاء ۲۱:۱۰۹۔پھر اگر وہ منہ پھیریں تو کہہ دو کہ میں نے یکساں طور پر خبر دار کر دیا ہے لیکن میں نہیں جانتا کہ جس بات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا وقت قریب آلگایا ابھی دور ہے۔

انبیاء ۲۱:۱۱۰۔ جو بات بلند آواز سے کہی جائے اسے بھی جانتا ہے اور اسے بھی جو تم دلوں میں چھپاتے ہو۔

نمل ۲۷:۶۵۔ کہہ دو جو لوگ زمین و آسمان میں ہیں غیب نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔

لقمان ۳۱:۳۴۔بے شک اللہ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل کرتا ہے اور عورت کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے،کوئی بھی نہیں جانتا کہ کل کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ معلوم ہے کہ کس زمین میں مرے گا یاد رکھو اللہ ہی پورے علم والا اور صحیح خبر والا ہے۔

احزاب ۳۳:۶۳۔(اے رسول!) لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں دریافت کریں گے کہہ

دینا کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے اور تمہیں کیا معلوم ہے شاید قیامت قریب ہی آ لگی ہو۔

حٰم السجدہ ۴۱:۴۷۔ قیامت کا علم صرف اللہ ہی کو ہے، اس کے علم کے بغیر نہ تو کوئی پھل اپنے شگوفے سے نکلتا ہے نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے۔.....

سورہ جن ۷۲:۲۵۔ کہہ دو کہ جس دن کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔ میں نہیں جانتا کہ وہ عن قریب آنے والا ہے یا میرے رب نے اس کی مدت دراز کردی ہے۔

۷۲:۲۶۔ وہی غیب کی بات جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب ظاہر نہیں کرتا، سورہ نازعات ۷۹:۴۲۔ لوگ آپ سے قیامت کے واقع ہونے کا وقت دریافت کریں گے۔

۷۹:۴۳۔ آپ کو اس کے بیان سے کیا تعلق، ۷۹:۴۴۔ اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے سورہ یوسف ۱۲:۳۔ (اے رسول!) اس قرآن کے ذریعہ جسے ہم نے آپ پر نازل کیا ہے آپ کو ایک بہترین قصہ سناتے ہیں حالانکہ اس سے پہلے آپ اس قصہ سے بے خبر تھے۔

مذکورہ بالا آیات پڑھنے کے بعد غور کیا جائے ان آیات میں نبی کی سیرت پاک بڑے آب وتاب کے ساتھ چمک رہی ہے لیکن ان روایات کو دیکھا جائے جن میں نبی کے بارے میں یہ درج ہے کہ ہر آنے والی بات کے بارے میں آپ نے پیشین گوئی کی جس کو قوم درست تسلیم کررہی ہے، کیا نبی ان آیات میں درج ہدایات کے خلاف کچھ بیان کرسکتے تھے؟ ہرگز نہیں مگر مسلمانوں نے قدم قدم پر نبی کی سیرت پاک کو داغ دار کیا ہے اس کے بارے میں بھی دوسرے حصہ میں درج کیا جائے گا۔

اللہ نے رسول سے کہا کہ قرآن کے ذریعہ لوگوں کو تاریکی سے روشنی میں لاؤ نہ کہ روایات سے

نبی کا اسوہ اور سیرت پاک کس واضح انداز میں قرآن سے ظاہر ہے مگر سیرت نگاروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت لکھنے کے لیے قرآن کی ضرورت محسوس نہیں کی کیوں؟ ذیل میں دیکھئے کس طرح سیرت پاک کا کام سامنے آرہا ہے، ویسے تو پورا قرآن ہی آپ کا اسوہ اور سیرت وسنت ہے۔

سورہ ابراہیم ۱۴:۱۔ اے محمد! یہ ایک پرنور کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کی ہے اس لیے تاکہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان کی روشنی میں لے آؤ، ان کو غالب اور لائق حمد کے راستہ پر چلاؤ۔

الحدید ۵۷:۹۔ وہی تو ہے جو اپنے بندے (محمد) پر کھلی اور واضح آیتیں نازل کرتا ہے تاکہ تم کو جہالت اور کفر کی تاریکیوں سے نکال کر ایمان اور عقل کی روشنی میں لے آئے اور یقین کرو اللہ تم پر بڑا شفیق اور حد سے زیادہ مہربان ہے۔ یہ ہے نبی کا مقام اور اس کو ہی اسوہ، سنت اور سیرت کہتے ہیں نہ کہ قرآن کے خلاف کام کرنے کو۔

جو نازل کیا جا رہا ہے اسے فوراً پہنچا دو

سورہ مائدہ ۵: ۶۷۔ اے رسول جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے یا کیا جائے گا وہ لوگوں تک فوراً پہنچا دو، اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کا حق ادا نہ کیا اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے۔ یقین رکھو کہ وہ کافروں کو کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔

سورہ اعراف ۷: ۲۔ یہ کتاب جو تم پر نازل ہوئی ہے اس سے تمہارے دل میں کوئی جھجک نہ ہو یہ اس لیے نازل ہوئی ہے کہ تم اس کے ذریعہ سے لوگوں کو ڈرسناؤ اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے، اس حکم کے ہوتے کیا رسول نے کچھ آخر وقت میں بتانے کے لیے کہا کہ کاغذ قلم لاؤ میں وہ لکھ دوں جس سے تم گمراہ نہ ہو گے جو حقیقت ہے لیکن عمرؓ نے نہ لکھنے دیا، کیا یہ ممکن ہے؟ ہرگز نہیں، اس کے بارے میں دوسرے حصہ میں ملاحظہ ہو کہ کس طرح مسلمانوں نے نبی کی سیرت کو داغ دار کیا ہے۔

اللہ نے نبی کو بات کرنے کا طریقہ بتایا

سورہ نحل ۱۶: ۱۲۵۔ اے نبی! اپنے رب کے راستے کی طرف دعوت دو حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ اور لوگوں سے بات ایسے طریقہ سے کرو جو بہترین ہو، تمہارا رب ہی زیادہ جانتا ہے کہ کون اس سے بھٹکا ہوا ہے اور کون راہ راست پر۔

انعام ۶: ۹۲۔ اور یہ کتاب ہے ہم نے اتاری برکت والی ہے تصدیق کرنے والی ہے اس کتاب کی جو حفاظت کے درمیان ہے تاکہ تم اہل مکہ کو اور ان لوگوں کو جو مکہ کے اردگرد کہیں بھی رہتے ہوں متنبہ کرو اور وہ لوگ جو آخرت پر یقین کرتے ہیں وہی اس کتاب پر ایمان لاتے ہیں اور وہی اپنی صلوٰۃ کی حفاظت کرتے ہیں۔

سورہ ق ۵۰: ۴۵۔ وہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور آپ کا کام جبراً مسلمان بنانا نہیں ہے لہٰذا جو شخص ہمارے عذاب کی سختی سے ڈرتا ہوا ہے قرآن کے ذریعہ نصیحت کرتے رہو۔

قرآن آسانی کے لیے نازل ہوا ہے تنگی کے لیے نہیں

سورہ مریم ۱۹: ۹۷۔ ہم نے یہ قرآن تمہاری زبان عربی میں آسان (نازل) کیا ہے تاکہ تم اس سے پرہیزگاروں کو خوشخبری پہنچا دو اور جھگڑا کرنے والوں کو ڈرسنا دو۔

طٰہٰ ۲۰: ۲۔ ہم نے آپ پر یہ قرآن اس لیے نازل نہیں کیا کہ آپ مشقت میں پڑ جاؤ۔

۲۰: ۳۔ یہ تو اس لیے نازل ہوا ہے کہ جس شخص کے دل میں اللہ کا خوف موجود ہو وہ اس سے نصیحت حاصل کرے۔

شفاعت کے بارے میں اللہ کا کیا حکم؟

سورہ بقرہ ۲:۴۸ ۔اس دن کے عذاب سے بچو جس دن کہ نہ کوئی شخص کسی شخص کی طرف سے تاوان بھرے گا نہ کسی کی جانب سے پیش ہو سکنے والی شفاعت کی پذیرائی ہوگی نہ کسی کی طرف سے کوئی فدیہ لیا جائے گا اور نہ ہی لوگوں کی مدد کی جائے گی۔

۲:۱۲۳۔اور ڈرو اس دن سے جب کوئی کسی کے ذرا کام نہ آئے گا نہ کسی سے فدیہ قبول کیا جائے گا نہ کوئی شفاعت ہی آدمی کو فائدہ دے گی اور نہ مجرموں کو کہیں سے کوئی مدد پہنچ سکے گی۔

۲:۲۵۴۔اے لوگو! جو ایمان لائے ہو جو کچھ ہم نے تم کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ وہ دن آئے جس میں نہ خرید و فروخت ہوگی نہ دوستی کام آئے گی اور نہ شفاعت چلے گی اور ظالم اصل میں وہی ہیں جو کفر کی روش اختیار کرتے ہیں۔

۲:۲۵۵۔وہ اللہ (جس کے لیے کافر کہتا ہے)اللہ نہیں ہے،تو سنو یقیناً وہ ہے وہ ہمیشہ زندہ رہنے والا کائنات کے نظام کو قائم رکھنے والا نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے، کس کی مجال ہے کہ اس کے اذن (قانون) کے بغیر کسی کی شفاعت کے لیے زبان کھول سکے۔جو کچھ ان کے ہاتھوں کے درمیان ہے یعنی لکھ دیا ہے اور ان سے پیچھے ہے یعنی چھپا کر کیا ہے وہ نہ لکھ سکے جو دلوں کے وسوسے ہیں، اللہ کو سب معلوم ہے۔انسان اس کے علم کا کچھ بھی احاطہ نہیں کر سکتا مگر صرف اتنا علم جتنا وہ دینا چاہتا ہے۔اس کی سلطنت کا دائرہ سارے آسمانوں اور زمین پر (یعنی ساری کائنات میں) پھیلا ہوا ہے، وہ ان کی حفاظت اور نگرانی سے کبھی نہیں تھکتا، عالی قدر اور بڑے مرتبہ والا ہے۔

آیت:۲۵۵ میں ایک لفظ اذن آیا ہے جس کا ترجمہ علماءکرام نے اجازت کیا ہے اور اس ترجمہ سے وہ کھیل کھیلا ہے کہ اللہ نے جو قید شفاعت کے بارے میں لگائی ہیں ان کو توڑ کر شفاعت کا حق نبی سے لے کر چھوٹے بچے جو فوت ہو جائیں اور پیر بزرگ وغیرہ کو مان لیا ہے اور مسلم قوم کو ایسی تاریکی میں ڈال دیا ہے۔جس تاریکی میں کبھی یہود و نصاریٰ یا دوسری قومیں ہیں یا تھے اور اللہ کے عدل کی دھجیاں اڑا دی ہیں جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ عمل کیسے ہی کیے جائیں، دوسری ہستیاں شفاعت کر کے جنت میں داخل کرا دیں گے۔اب دیکھا جائے قرآن کی روشنی میں کہ ان کا مطلب اجازت کے علاوہ کچھ اور ہے یا نہیں۔

کیا شفاعت کی اجازت ہے؟

سورہ بقرہ ۲:۲۱۳۔اختلاف ان لوگوں نے کیئے جنہیں حق کا علم دیا جا چکا تھا، انہوں نے روشن ہدایات پانے کے بعد اس لیے حق کو چھوڑ کر مختلف طریقے نکالے کہ وہ آپس میں زیادتی کرنا چاہتے تھے۔پس جو لوگ انبیاء پر ایمان لے آئے انہیں اللہ نے اپنے اذن (قانون) سے حق کا راستہ دکھا دیا، جس حق میں لوگوں نے

اختلاف کیا تھا اللہ کا قانون راہ راست دکھا دیتا ہے اس کو جو خود چاہتا ہے۔

سورہ یونس ۱۰:۳۔لوگو! تمہارا پروردگار تو وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ (ایام) دور میں پیدا کی پھر تخت سلطنت پر جلوہ گر ہو کر کائنات کا انتظام چلا رہا ہے، کوئی شفاعت کرنے والا نہیں ہے مگر اس وقت کہ وہ خود کسی کو اجازت دے، وہی اللہ تمہارا رب ہے لہٰذا تم اسی کی عبادت کرو، پھر کیا تم ہوش میں نہ آؤ گے۔

سورہ مریم ۱۹:۸۷۔اس روز کوئی کسی کی شفاعت نہ کر سکے گا ہاں اگر کسی نے اللہ کی بارگاہ سے عہد حاصل کیا ہو۔

طٰہٰ ۲۰:۱۰۹۔اس روز شفاعت کچھ فائدہ نہ دے گی مگر ہاں اگر اللہ نے کسی کو شفاعت کی اجازت دی ہو اور اس کی بات پسند کرے۔

المؤمن ۴۰:۱۶۔جس دن وہ نکل پڑیں گے ان کی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ رہے گی، آج کس کی بادشاہت ہے؟ اللہ کی جو اکیلا اور غالب ہے۔

۴۰:۱۷۔آج کے دن ہر شخص کو اس کے ایمان کا بدلہ دیا جائے گا، آج بے انصافی نہ ہوگی بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۴۰:۱۸۔ان کو قریب آنے والے دن سے ڈرا دو جب کہ دل غم سے بھر کر گلوں تک آ رہے ہوں گے ظالموں کا کوئی دوست نہیں ہوگا اور نہ کوئی سفارشی ہوگا جس کی بات قبول کی جائے۔

۴۰:۱۹۔وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو باتیں سینوں میں پوشیدہ ہیں ان کو جانتا ہے۔

۴۰:۲۰۔وہ انصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے اور وہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر جن کو پکارتے ہیں وہ کسی طرح کا بھی فیصلہ نہیں کر سکتے۔بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

سورہ نجم ۵۳:۲۶۔اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر یہ کہ اللہ نے کسی کو اجازت شفاعت کرنے کی دی ہو، یعنی اجازت کے بعد اور سفارش کو بھی پسند کرے۔

سورہ آل عمران ۳:۱۴۵۔اور کسی شخص میں طاقت نہیں کہ وہ اللہ کے اذن (قانون) کے بغیر مر جائے۔موت کا وقت مقرر کر کے لکھ رکھا ہے (یہ ہے قانون) جو شخص دنیا میں بدلہ چاہتا ہے اس کو ہم یہیں بدلہ دیں گے اور فرمانبرداری کرنے والوں کو ہم عنقریب اچھا بدلہ دیں گے۔

۳:۱۵۲۔اور بے شک اللہ نے اپنا وعدہ تم پر اس وقت پورا کیا جب تم انہیں اللہ کے اذن (قانون) کے مطابق قتل کر رہے تھے، یہاں تک کہ جب تم نے کمزوری دکھائی اور جو فریضہ تمہارے سپرد ہوا تھا، اس میں تمہارے کچھ افراد نے جھگڑا کیا اور تم میں سے کچھ نے نافرمانی کی اس فتح کو دیکھنے کے بعد جسے تم پسند کرتے ہو، تم میں سے بعض وہ ہیں جنہوں نے دنیا کا ارادہ کیا اور تم میں بعض وہ ہیں جنہوں نے ارادہ کیا، بہتر انجام کا پھر پھیر دیا تمہیں ان سے تاکہ تم پر خود ظاہر ہو جائے کہ غلطی کس کی تھی اور بے شک اللہ نے معاف کیا تم کو حقیقت یہ

ہے کہ اللہ مومنوں پر صاحب فضل ہے۔

۱۶۶:۳۔ دونوں جماعتوں کے مقابلہ کے دن جو کچھ پیش آیا وہ اللہ کے اذن (قانون) کے مطابق تھا کہ ظاہر کر دے کہ مومن کون ہے۔

سورہ اعراف ۷:۱۰۸۔ جو زمین پاکیزہ ہے اس میں سے سبزہ بھی رب کے اذن (قانون) کے مطابق اچھا نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں سے جو نکلتا ہے ناقص ہوتا ہے، اسی طرح ہم آیتیں پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں (تصریف آیات) فرمانبردار لوگوں کے لیے۔

انبیاء ۲۱:۲۸۔ جو کچھ ظاہر ان کے ہاتھوں کے درمیان ہے اور جو کچھ ان سے چھپا ہے وہ سب کچھ جانتا ہے، وہ کسی کی سفارش بھی نہیں کر سکتے مگر اس کی جس کی سفارش کے لیے اللہ راضی ہو وہ لوگ تو خود ہی اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں۔

اعراف ۷:۱۲۳۔ فرعون نے کہا جادوگروں سے اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں (اٰذَنَ لَکُمۡ) تم اس پر ایمان لے آئے بیشک یہ فریب ہے جو تم نے مل کر شہر میں کیا ہے تا کہ شہر والوں کو یہاں سے نکال دو، سو عنقریب جان لو گے۔

الشعراء ۲۶:۴۹۔ فرعون نے کہا اس سے پہلے کہ میں تمہیں اجازت دوں (اٰذَنَ لَکُمۡ) تم موسیٰ پر ایمان لے آئے، یہ تمہارا بڑا استاد ہے جس نے تمہیں جادو سکھایا ہے۔

سورہ حج ۲۲:۶۵۔ کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اس نے وہ سب تمہارے لیے بیگار میں لگا رکھا ہے جو زمین میں ہے اور اس نے کشتی کو قاعدہ کا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے حکم (قانون) سے سمندر میں چلتی ہیں اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن (قانون) کے بغیر وہ زمین پر نہیں گر سکتا۔

سورہ حشر ۵۹:۹۔ تو لوگوں نے کھجوروں کے جو درخت کاٹے یا جن کو اپنی جڑوں پر کھڑا رہنے دیا، یہ سب اللہ کے اذن (قانون) سے تھا تا کہ فاسقوں کو ذلیل وخوار کرے۔

آیات بالا میں لفظ اذن آیا ہے اللہ فرما رہا ہے کہ اے مسلمانو! تم میرے اذن سے ان کو قتل کر رہے تھے اور جیت حاصل کی اور پھر کہا کہ میرے اذن سے دشمنوں نے تم کو بھگا دیا، کیا اتنی دیر میں دوستی دشمنی میں تبدیل ہو گئی کہ پہلے اذن جیت کا اور پھر ہار کا؟ لیکن معاملہ یہ نہیں ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے ہر کام کے لیے ایک ضابطہ قانون مقرر کر دیا ہے، اس قانون کے مطابق کام کیا جائے گا تو کامیاب اور اس کے خلاف کیا جائے گا تو ناکامی۔

جنگ کی جیت کے لیے اللہ کا قانون یہ ہے کہ دشمن کے مقابلہ کے لیے اچھے سے اچھا ہتھیار فراہم کیا جائے جو اس زمانہ میں چل رہا ہو اگر دشمن پر بندوق ہو تو مقابل پر بھی بندوق ہونی ضروری ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ دشمن پر بندوق ہو اور فریق ثانی تلوار یا لاٹھی لے کر مقابلہ پر آئے یا دشمن فوج تو تربیت یافتہ ہو اور فریق ثانی

اٹا ڑی، یا جنگ کا قانون یہ ہے کہ سالا ر جنگ کے حکم کی پابندی کی جائے، اسی طرح اور بہت سے جنگی قانون ہیں۔ اس لیے جب تک مسلمانوں نے ان ضابطوں پر عمل کیا ان کو فتح ملی اور جب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کی خلاف ورزی کی، ہار ہو گئی، جس کے لیے کہا کہ یہ سب میرے اذن یعنی قانون ضابطہ کے تحت ہوا۔

دوسری بات کشتی کی ہے کہ میرے اذن سے کشتی سمندر میں چلتی ہے، ہر آدمی جانتا ہے کہ کشتی میں لوہا اور لکڑی لگی ہوتی ہے اور لوہے کی صفت یہ ہے کہ جب اس کو پانی میں ڈالا جائے گا تو وہ ڈوب جائے گا مگر قانون کے مطابق جو اللہ نے مقرر کر دیا ہے اس کے مطابق لوہے سے کشتی بنائی جاتی ہے تو وہ بہت بڑے وزن کو لے کر پانی میں تیرتی پھرتی ہے اور منزل کو پہنچ جاتی ہے۔ یہ تیرنا بھی قانون کے مطابق ہے، اگر لوہے کے گاڈر کو پانی میں ڈالا جائے اور کہا جائے کہ اللہ کے اذن سے تیر، تو نہیں تیرے گا بلکہ ڈوب جائے گا، تیسری بات زمین کی پیداوار کی ہے تو قاعدہ قانون یہ ہے جو ہر آدمی جانتا ہے کہ جو زمین زرخیز ہوتی ہے پانی کھاد بیج وغیرہ قاعدے سے دیا جاتا ہے اور نرائی وغیرہ قانون کے مطابق ہوتی ہے تو پیداوار خوب ہوتی ہے اور جو زمین خراب اوسر ہوتی ہے اس میں پیداوار نہیں ہوتی، اگر کہیں ہوتی بھی ہے تو بہت کم تو یہاں بھی اذن سے مراد قانون ہے، اذن کا مطلب آیت ۲:۱۰۲ میں بھی قانون ہی آتا ہے۔

چوتھی بات درخت کاٹنے کی ہے اس میں کہا گیا ہے کہ اللہ کے اذن سے جو جنگ کا قاعدہ ہے کہ جو چیز جنگ میں رکاوٹ ڈال رہی ہو جس سے دشمن کو فائدہ ہو رہا ہو تو اس کو کاٹ دیا جائے یا گرا دیا جائے وہ درخت ہوں یا دیوار، اور جن سے فائدہ ہو رہا ہو ان کو باقی رکھا جائے یا وقت ضرورت پر جدید بنایا جائے جس سے دشمن کے ہتھیار نقصان نہ پہنچائیں۔

پانچویں بات فرعون کے اجازت اذن والی ہے اس نے کہا کہ تم میرے اذن کے بغیر موسیٰ کے رب پر ایمان لے آئے تو اگر وہ جادوگر فرعون سے اجازت چاہتے تو کیا فرعون اجازت دیتا، کیا اس کا اذن اس اجازت کے بارے میں جاری ہوتا، ہرگز نہیں یہاں بھی وہی بات ہے یعنی فرعون کا قانون یہ تھا کہ میں سب کا رب ہوں اور میری حکومت میں میرا قانون چلتا ہے اور میرے قانون میں یہ ہے کہ میرے علاوہ کسی اور پر ایمان نہیں لایا جائے گا، ہرگز میری اجازت نہیں ہے، میرے قانون کی خلاف ورزی کرنے کی کسی کو اجازت نہیں ہے۔

یہ ہے وہ اذن والی بات گویا اذن سے مراد قانون ہے، اس لیے شفاعت والی آیت میں بھی اذن سے مراد قانون ضابطہ ہے، اب اللہ کا قانون کیا ہے، دیکھا جائے جیسی کرنی ویسی بھرنی۔

اللہ نے کلام پاک میں متعدد آیات میں یہ بتایا ہے کہ میں ہر حاضر اور غائب کو جانتا ہوں، میرے اس علم میں کوئی ذرہ برابر اضافہ نہیں کر سکتا اور ہر انسان کا نامۂ اعمال مرتب ہو رہا ہے، جس کو عزت والے لکھ رہے ہیں اور جو ان کی گرفت میں نہیں آتا یعنی سینوں کے خیالات ان کو بھی نوٹ کیا جا رہا ہے اور اس اعمال نامہ سے آخرت کا فیصلہ ہونا ہے، جب سب اللہ کے سامنے حشر میں حساب کے لیے پیش ہوں گے تو حق کے ساتھ فیصلہ

ہو جائے گا، کسی پر ذرّہ برابر ظلم نہ ہوگا، چوں کہ اللہ عادل ہے اور عدل کا یہی تقاضہ ہے کہ ظلم نہ ہو، اللہ نے انسان کو خبر دار کرنے کے لیے متعدد آیات نازل کی ہیں جو میں نے بھی لکھی ہیں اور قرآن میں ان کے علاوہ اور بھی ہیں، ان میں یہی ہے کہ ڈرو اس دن سے جس میں کوئی کسی کے کام نہ آئے گا نہ شفاعت چلے گی نہ مدد کی جائے گی، نہ فرشتے ہی سفارش کر سکیں گے اور نہ ہی نبی اور نہ کوئی بزرگ یہ کام کرے گا نہ ہی نابالغ بچہ و حافظ شفاعت کریں گے۔

اتنا صاف حکم قانون ہوتے ہوئے کسی کی ہمت ہے کہ گناہ گار کی سفارش کرے اور اس کو دوزخ سے نکال کر جنت میں لے آئے، مگر افسوس قوم نے کیا لکھا ہے جس کو پڑھ کر ایسا لگتا ہے جیسے قرآن میں وہ باتیں غلط ہیں (نعوذ) لیکن قوم نے کیا لکھا ہے وہ دوسرے حصہ میں درج ہے۔ یہاں بھی میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے حکم کے مطابق کام کرنا ہی نبی کی سیرت و اسوہ تھا اس کے خلاف نہیں، اللہ رحم کرے۔

اذن کے بارے میں ایک اہم نوٹ:

اللہ نے بہت نبی انسانوں کی ہدایت کے لیے مبعوث کیے اور اللہ کی نظر میں سب برابر ہیں، وہ جانب داری نہیں کرتا، اگر ایسا کرے تو وہ ظالم ہوگا مگر وہ عادل ہے اس لیے سب کے لیے ایک ہی قانون ہے، اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی شفاعت کریں گے تو عدل کا تقاضہ ہے کہ سب نبی بھی اپنی امت کی شفاعت کریں گے اس لیے کوئی آدمی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جب دوزخ میں کوئی نہیں جائے گا تو پھر دوزخ کا سوال کیا ہے؟ غور کرو۔

قرآن کے ذریعہ فیصلہ اور نصیحت

قرآن کے ذریعہ فیصلہ اور نصیحت و عمل کرنا ہی نبی کی سیرت پاک اور سنت ہے نہ کہ قرآن کے خلاف عمل، آیات پیش ہیں:

سورہ نسا ۴: ۱۰۵۔ ہم نے یہ کتاب تم پر سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تا کہ تم اللہ کے نازل کیے ہوئے فرمان کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والوں، بے ایمانوں کی طرف سے بحث نہ کرنا۔

مائدہ ۵: ۴۴۔ بے شک ہم نے تورات نازل فرمائی جس میں ہدایت اور روشنی ہے، اسی کے مطابق انبیاء جو فرمانبردار تھے یہودیوں کو حکم دیتے رہے ہیں اور مشائخ علما بھی، کیوں کہ وہ اللہ کی کتاب کے نگہبان مقرر کیے گئے تھے اور اس پر گواہ تھے تو تم لوگوں سے مت ڈرنا اور مجھ ہی سے ڈرنا اور میری آیتوں کے بدلے تھوڑی سی قیمت نہ لینا اور جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے احکام کے مطابق حکم نہ دے تو ایسے لوگ کافر ہیں۔

۵: ۴۵۔ وہ ظالم ہیں آیت ۴۷ وہ فاسق ہیں۔

مائدہ ۵: ۴۸۔ اور ہم نے تم پر سچی کتاب نازل کی ہے جو اپنے سے پہلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو حفاظت کے درمیان ہے اور ان کی محافظ اور نگہبان ہے، لہٰذا اللہ کے نازل کیے ہوئے کے مطابق ان کے

درمیان فیصلہ کرواور جوسچائی تمہارے پاس آچکی ہے اسے چھوڑ کران کی خواہشوں کی پیروی نہ کرو۔

سورہ ق ۵۰: ۴۵ ۔وہ لوگ جو باتیں بناتے ہیں ہم انہیں خوب جانتے ہیں اور آپ کا کام جبر کرنا نہیں ہے،لہٰذا جو شخص ہمارے عذاب کی سختی سے ڈرتا ہوا سے قرآن کے ذریعہ نصیحت کرتے رہو۔

محمد کو یہ امید نہ تھی کہ ان پر کتاب نازل ہوگی

سورہ القصص ۲۸: ۸۶ ۔آپ کوتو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل کی جائے گی لیکن یہ آپ کے رب کی مہربانی سے نازل ہوئی ہے،تو آپ ہرگز کافروں کے مددگار نہ ہونا۔

سورہ نساء ۴: ۱۱۳ ۔اگر اللہ کا فضل اور رحم آپ پر نہ ہوتا تو ان کی ایک جماعت نےتو آپ کو بہکانے کا قصد کر ہی لیا تھا مگر دراصل وہ اپنے آپ کو ہی گمراہ کرتے ہیں،وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے،اللہ نے آپ پر کتاب جو حکمت ہے اتاری اور آپ کو وہ سکھایا جن کو آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ کا آپ پر بڑا فضل ہے۔

سورہ ہود ۱۱: ۴۹۔ یہ نوح کا قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے جسے ہم وحی کے ذریعہ آپ کی طرف بھیجتے ہیں، اس سے پہلے نہ تو آپ کو اس کا علم تھا اور نہ آپ کی قوم کو لہٰذا صبر کرو اور یقین کرو اچھا انجام پرہیزگاروں ہی کے لیے ہے۔

یوسف ۱۲: ۳ ۔اے رسول! اس قرآن کے ذریعہ جسے ہم نے آپ پر نازل کیا ہے آپ کو ایک بہترین قصہ سناتے ہیں، حالانکہ اس سے پہلے اس قصہ سے بے خبر تھے۔

سورہ عنکبوت ۲۹: ۴۸ ۔اور تم اس سے پہلے کوئی کتاب نہیں پڑھتے تھے اور نہ لکھتے تھے اپنے ہاتھ سے اگر ایسا ہوتا تو اہل باطل ضرور شک کرتے۔

الشوریٰ ۴۲: ۵۲ ۔اور اسی طرح ہم نے آپ کی طرف اپنے حکم سے ایک روح (یعنی قرآن) بھیجی ہے اس سے پہلے نہ تو تم کتاب کو جانتے تھے اور نہ ایمان کو لیکن ہم نے اس روح (وحی) کو ایک روشن کتاب بنا دیا ہے، جس سے ہم اپنے بندوں میں سے جو چاہتے ہیں ان کو دین کا سچا سیدھا راستہ دکھا دیتے ہیں اور بے شک تم اے محمد اس کتاب سے لوگوں کو سیدھا راستہ دکھاتے ہو۔

حکم صرف اللہ کا چلتا ہے کسی اور کا نہیں

سورہ انعام ۶: ۵۷ ۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے رب کی روشن دلیل پر ہوں اور تم اس کو جھٹلاتے ہو، جس چیز کے لیے تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے، ایسا حکم تو اللہ کے اختیار میں ہے، حکم اس کا ہی چلتا ہے وہ سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

انعام ۶: ۶۲ ۔ پھر سب اپنے مالک حقیقی کے پاس لائے جائیں گے، خوب سن لو فیصلہ اللہ ہی کا ہوگا اور وہ بہت جلد حساب لے گا۔

یوسف۱۲:۶۷ ۔ جب یعقوبؑ اپنا بیٹا ان کے ساتھ بھیجنے کو راضی ہو گئے تو نصیحت کی اور کہا کہ بیٹا ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا مگر اللہ کے حکم سے ہونے والی کسی بات سے میں تمہیں نہیں بچا سکتا، بے شک حکم اس کا ہے میں اسی پر بھروسہ رکھتا ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

الکہف۱۸:۲۶ ۔ کہہ دو کیوں جھگڑتے ہو، کیا اس مدت کو اللہ نہیں جانے گا؟ وہ جانے گا جو اس نے بتا دیا ہے یعنی تین سو نو سال، اسی کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں معلوم ہیں وہ کیا خوب دیکھنے والا ہے، اس کے بعد ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

جو بالا آیات میں درج ہے وہی نبی پاک کی پاک سیرت اور اسوہ وسنت ہے یعنی حکم صرف اللہ کا لیکن قوم نے ایسا لکھا ہے جس سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ نبی نے اللہ کے حکم کے خلاف حکم دیا جس کو وحی خفی بتا کر قوم کو قائل کیا جاتا ہے جب کہ نبی اللہ کے حکم کے خلاف کچھ نہیں کرتے تھے اس حکم میں جو وحی کے ذریعہ نازل شدہ ہے جو قرآن میں درج ہے، تاہم اللہ کو معلوم ہے کہ کچھ حالات ایسے بھی آئیں گے جس پر وقت کے تقاضوں کے ساتھ شوریٰ میں مشورہ کر کے عمل کیا جائے گا ان کے لیے حتمی حکم نازل نہیں کیا بلکہ یہ کہا کہ ایسے معاملات کو شوریٰ میں مشورے سے حل کرنا جو ذیل میں درج ہے۔

شوریٰ

سورہ آل عمران۳:۱۵۹ ۔ یہ اللہ کی رحمت ہے کہ تم ان کے لیے اتنے نرم مزاج واقع ہوئے ہو، اگر تم سخت مزاج اور سنگ دل ہوتے تو تمہیں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوتے (اب تو ان سے غلطی ہو گئی) یہ ان کا قصور معاف کر دو، ان کے لیے دعائے مغفرت کرو (یہی نہیں بلکہ) اس طرح کے (جنگ وصلح) معاملات میں ان سے مشورہ کرو، پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کر لو تو اللہ پر بھروسہ کر کے سرگرم عمل ہو جاؤ، اللہ انہیں لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

سورہ شوریٰ۴۲:۳۸ ۔ اور جو اپنے رب کا ہر حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور ان کے سارے کام آپس کے مشورے سے ہوتے ہیں اور جو مال ہم نے ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔

آیات بالا میں اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کتنا اچھا طریقہ بتایا ہے اگر اس پر عمل کیا جائے تو کامیابی قدم چومے گی اور نبی اور نبی کے نیک صحابہ نے اس حکم پر عمل کیا تب ہی تو وہ بہت تھوڑے دنوں میں اس وقت کی معلوم دنیا کے بہت بڑے حصہ پر حاکم ہو گئے تھے اور یہی نبی کی سیرت پاک، سنت اور اسوہ ہے، مگر بعد والوں نے اس حکم کو توڑ دیا اور انفرادی طریقے سے اپنا کام کیا، اس وجہ سے آج یہ قوم جو کبھی غالب تھی مغلوب ہو گئی، آج کہیں بھی شوریٰ قائم نہیں ہے ہر عالم اور بادشاہ انفرادی طریقے سے کام کر رہا ہے اور ہر ایک کا فرقہ اور

طریقہ جدا ہے اور اس انفرادیت سے ہی فرقے بنے جن کو اللہ شرک بتا رہا ہے اللہ رحم کرے۔ یہ انفرادیت نبی کی سیرت نہیں ہے۔

قرآن کی پیروی کرنے کا حکم

سورہ نساء ۴:۱۷۴۔ لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل آ چکی ہے اور ہم نے تمہاری طرف چمکتا ہوا نور بھیج دیا (یعنی قرآن اور محمد)

۴:۱۷۰۔ لوگو! اللہ کا رسول تمہارے پاس تمہارے پروردگار کی طرف سے حق بات لے کر آیا ہے تو ان پر ایمان لاؤ، تمہارے حق میں اچھا ہے اور اگر کفر کرو گے تو جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے، اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

مائدہ ۵:۱۵۔ اے اہل کتاب تمہارے پاس ہمارا رسول آ گیا ہے کہ جو تم بہت کچھ چھپاتے تھے وہ اس میں سے کھول کھول کر بتاتے ہیں اور تمہارے بہت سے قصوروں کو معاف کر دیتے ہیں، بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے نور جو روشن کتاب ہے، آ چکی ہے۔

۵:۱۶۔ جس نور سے اللہ اپنی رضا پر چلنے والوں کو نجات کے راستے دکھاتا ہے اور اپنے حکم سے اندھیروں میں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جاتا ہے اور ان کو سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔

انعام ۶:۱۰۴۔ لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس بصیرت آموز کتاب آ چکی ہے، اب جو کوئی (اس کتاب کو سمجھے اور اس سے) دل و دماغ کو روشن کرے تو اس کا فائدہ اسی کو ہوگا اور جو کوئی اس سے اندھا ہو جائے تو اس کا وبال بھی اسی کے سر ہوگا اور میں تم پر کوئی نگراں اور محافظ تو ہوں نہیں۔

انعام ۶:۸۹۔ وہ، وہ لوگ تھے جنہیں ہم نے کتاب جو حکمت سے پُر ہے اور نبوت عطا کی تھی، اگر وہ لوگ (مشرکین عرب) اس سے یعنی محمد کی کتاب اور نبوت کا انکار کریں تو (کوئی پروا نہیں) ہم نے انہیں ماننے کے لیے ایسے لوگوں کو مقرر کر دیا ہے جو ان کا انکار کرنے والے نہیں ہیں۔

قرآن کی ان ہدایات کے ہوتے ہوئے، نبی اپنا بندہ نہیں بناتا یعنی اپنا حکم نہیں منواتا بلکہ اللہ کا بندہ بناتا ہے اللہ کا حکم منوا کر۔

آل عمران ۳:۷۹۔ کسی بشر کے لیے یہ لائق نہیں کہ اللہ اسے کتاب اور حکم و نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں کو یہ کہے کہ تم اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ (یعنی میرا حکم مانو) بلکہ اس کے لیے یہ لائق ہے کہ وہ یہ کہ لوگو! رب والے بنو اس لیے کہ تم اللہ کی کتاب کا علم حاصل کرتے ہو اور اسی کتاب کا درس دیتے ہو۔

۳:۸۰۔ وہ تم سے ہرگز یہ نہ کہے گا کہ فرشتوں کو یا رسول کو اپنا رب بنا لو، کیا یہ ممکن ہے کہ ایک نبی تمہیں کفر کا حکم دے جب کہ تم مسلم ہو۔

اطاعت رسول

سورہ نساء ۴: ۸۰ ۔جو شخص رسول کی فرمانبرداری کرے گا تو بے شک اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی اور جو نافرمانی کرے تو اے رسول تمہیں ہم نے ان کا داروغہ بنا کر نہیں بھیجا۔

سورہ آل عمران ۳: ۳۱ ۔اے رسول! کہہ دیجئے گا اگر تم اللہ سے یعنی اللہ کے قانون سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو، اس طرح اللہ تم پر شفقت یعنی پسند کرے گا اور تمہاری خطائیں معاف کرے گا کیوں کہ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

سورہ نساء ۴: ۵۹ ۔اے ایمان والو! اللہ کی اطاعت کرو رسول کے ذریعہ اور رسول کی اطاعت کرو (جیسا اللہ نے حکم دیا ہے) اور جو تم میں صاحب امر ہیں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف ہو جائے تو اس کو واپس کرو اللہ اور رسول کی طرف، اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو، یہ بہت اچھا ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

اتباع رسول کے لیے قرآن میں متعدد آیات ہیں، اللہ نے رسول کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے تو کیا اللہ اور رسول کی اطاعت الگ الگ ہیں؟ ان آیات کے پردے میں کتب روایات کی اتباع کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے، حالانکہ قرآن کے ذریعہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے خود اعلان کرا دیا ہے کہ "ان اتبع مایوحیٰ الی (۶: ۵۰، ۱۰: ۵) میں اس پر چلتا ہوں اس کی اتباع کرتا ہوں جو مجھ کو وحی کے ذریعہ حکم آیا ہے اور آپ پر کیا وحی کیا جاتا ہے، اس کا جواب بھی قرآن میں درج ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی دلایا گیا ہے۔

سورہ انعام ۶: ۱۹ ۔واوحی الی ھذا القرآن لِاُنذِرَکُم بِہٖ ومن بلغ اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے تا کہ اس کے ذریعہ تمہیں اور جس شخص تک یہ پہنچ سکے آگاہ کر دوں۔

سورہ یوسف ۱۲: ۳ ۔بما اوحینا الیک ھذا القرآن اس قرآن کے ذریعہ جسے ہم نے تم پر نازل کیا ہے۔

آیات ۶: ۵۰، ۱۰: ۱۵، ۴۶: ۹، سے ثابت ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم وحی کی پیروی کرتے تھے اور آپ پر کیا وحی کیا گیا تھا وہ آیات (۶: ۱۹، ۱۲: ۳) سے ظاہر ہو گیا کہ آپ پر قرآن ہی وحی کیا گیا تھا اس بارے میں قرآن میں اور بھی آیات ہیں ۔اس طرح اگرچہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں موجود نہیں ہے لیکن ہمارے درمیان اصل وحی الٰہی قرآن کریم اپنے صحیح متن پورے آب و تاب کے ساتھ موجود و محفوظ ہے اور قیامت تک موجود و محفوظ رہے گا، پس آیت زیر بحث ۳: ۳۱ میں اور دیگر آیات میں اطباع رسول کی صورت میں اطباع قرآن کا حکم دیا گیا ہے اور وہ رسول کے ذریعہ کیا جائے گا۔

سورہ آل عمران ۳: ۱۰۱ ۔ایمان والو! تم کس طرح انکار کرو گے جب کہ تم وہ ہو کہ تم پر اللہ کی آیات

پڑھی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اللہ کا رسول موجود ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ (یعنی اللہ کی کتاب ۳:۳۱) کو مضبوط پکڑے گا پس وہ بلاشبہ سیدھی راہ کی طرف چلا دیا گیا۔

سورہ آل عمران ۳:۱۰۳۔ اور ایمان والو! اللہ کی کتاب کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو اور آپس میں افتراق کر کے فرقے فرقے نہ ہو جانا اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر کی گئی۔

سورہ زخرف ۴۳:۴۵۔ (اے رسول!) ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول بشر بھیجے تھے اور ان کے ساتھ کتابیں جو وہ بھی رسول ہیں ان سے پوچھ لو (یعنی ان کتابوں کو پڑھ کر دیکھ لو) اس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ کی کتابیں بھی رسول ہیں۔ (ارسال کی ہوئیں) کیا ہم نے اپنے علاوہ کوئی اور رحمٰن بنایا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ (۱۰:۹۴، ۳۹:۷۱، ۴۴:۱۳) ان آیات سے ثابت ہوا کہ قرآن بھی رسول ہے۔ قرآن کی کسی بھی آیت میں کتب روایات کی پیروی کا حکم نہیں ہے چنانچہ آیت ۳:۳۲ میں بھی محمدؐ کو دوبارہ حکم ہوا ہے کہ کہہ دیجئے گا کہ لوگو! اللہ کی اطاعت اس کے رسول کے لائے ہوئے ضابطہ حیات کے ذریعہ کرو۔ آیت ۴۳:۴۵۔ اور دوسری آیات کو بھی دیکھو کہ رسول سے مراد کیا ہے رسول بشر کے ساتھ ساتھ رسول کتاب سے بھی مراد ہے کہ کتاب بھی رسول ہے۔

سورہ آل عمران ۳:۳۲۔ اے رسول کہہ دو کہ اللہ کی اطاعت کرو اس کے رسول کے ذریعہ پھر اگر لوگ روگردانی کریں تو اللہ انکار کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْل میں واو (و) بمعنی بذریعہ ہے جس کی وضاحت قرآن کے سورہ توبہ کی آیات ۱، ۲، ۳ میں کر دی ہے۔

سورہ توبہ ۹:۱۔ مسلمانو! جن مشرکین کے ساتھ تم نے (صلح کا) معاندہ کیا تھا اب اللہ کی طرف سے رسول کے ذریعہ اس معاہدے سے بری الذمہ ہونے کا اعلان ہے۔

۹:۲۔ (تو مشرکو! تم) زمین میں چار مہینے چل پھر لو اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے اور یہ بھی کہ اللہ منکروں کو رسوا کرنے والا ہے۔

۹:۳۔ اور اللہ کا اعلان ہے اس کے رسول کے ذریعہ لوگوں کے لیے حج اکبر کے دن کہ بے شک اللہ اور اس کا رسول مشرکوں سے بیزار ہے۔

سورہ توبہ کی آیات ۱، ۲، ۳ سے ظاہر ہو گیا کہ اللہ اور رسول کا اعلان ایک ہے، دو نہیں۔ اگر دو ہیں تو بتاؤ حج کے موقع پر حکم اللہ کا بتایا گیا ہے جو قرآن میں درج ہے، وہ یہ کہ جو تم نے معاہدہ کیا تھا اللہ نے یعنی اللہ کے قانون نے اس کو منسوخ کر دیا اور مشرکوں کو چار ماہ کی مہلت دی گئی اور بتایا گیا کہ مشرکوں سے اللہ بیزار ہے تو اس چیز سے اس کا رسول بھی بیزار ہے اور جس بات سے اللہ خوش تو اس کا رسول بھی خوش، کیوں کہ رسول اللہ کے حکم کی اتباع کرتے تھے اور جو کچھ آیات میں درج ہے، وہ سب اللہ کی طرف سے تھا، رسول کے ذریعہ اس کے علاوہ آج

تک کسی نے نہیں بتایا کہ رسول کا یہ حکم تھا جس کو ماننا ان مشرکین کے لیے ضروری تھا۔ اللہ کا کیا حکم ہے وہ **آیات** ۹:۱، ۹:۲، ۹:۳ میں درج ہے جو لکھا جا چکا ہے۔

جس طرح **ان آیات** میں روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ کا اعلان رسول کے اعلان یا رسول کا اعلان اللہ کے اعلان سے الگ نہیں تھا اسی طرح رسول کی اطاعت اللہ کی اطاعت سے الگ نہیں۔ اطاعت ہوتی ہے حکم کی اور حکم صرف اللہ کا ہے۔

سورہ انعام ۶:۵۷۔ **ان الحکم الا للّٰہ**، بے شک حکم صرف اللہ کا ہے۔

سورہ یوسف ۱۲:۴۰۔ **ان الحکم الا للّٰہ**، فرمانروائی حکم صرف اللہ کا ہی ہے۔

سورہ الکہف ۱۸:۲۶۔ **ولایشرک فی حکمه احداً** اللہ اپنے حکم میں کسی کو بھی شریک نہیں کرتا حتیٰ کہ کوئی نبی بھی (اللہ کے حکم میں ہرگز شریک نہیں ہوتا) اللہ کا حکم نبی کے ذریعہ بتایا اور نافذ کیا جاتا ہے پس اطاعت صرف اللہ کے حکم کی ہے جسے وہ کراتا ہے نبیوں کے ذریعہ انہیں وحی ارسال کر کے۔

چوں کہ وحی ارسال کی جاتی ہے اور ارسال کی ہوئی چیز رسول ہوتی ہے اس طرح اگر غور کیا جائے تو قرآن اللہ کا ارسال کیا ہوا ہے تو یہ بھی رسول ہوا جس کی تائید قرآن کی آیات کرتی ہیں جو درج کی ہیں۔

اللہ کے نبی چوں کہ صد فیصد اللہ کے فرمانبردار تھے اس لیے وہ (۶:۵۷، ۱۲:۴۰، ۱۸:۲۶) کے تکراری اعلان کے مطابق اپنی مرضی نہیں بلکہ اللہ کی اطاعت کراتے تھے اپنے عمل کے ذریعہ۔ اس کے علاوہ قرآن میں اطاعت رسول سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ احکام بھی ہیں جو بحیثیت صاحب امر دیا کرتے تھے، یعنی وہ امور جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہ کرام کے ساتھ مشورہ کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ (۳:۱۵۹، ۴۲:۳۸) جو قرآن میں نہیں۔ اللہ نے فرمایا کہ **آپ** صحابہ کے ساتھ وقتی اہم امور میں مشورہ کیا کریں پھر باہمی مشورہ کے بعد جس کام کا ارادہ فرمائیں تو اللہ پر بھروسہ کیا کریں۔

اسی طرح ہر زمانہ میں قرآن کے علاوہ جو امور پیش آئیں ان کو (۳:۱۵۹، ۴۲:۳۸) کے مطابق شوریٰ میں طے کیا جائے گا اتفاق رائے سے یہ اتباع اللہ اور رسول ہے نہ کہ اختلاف اور شوریٰ، مرکزیت کو ختم کر دینا جیسے آج نہ کوئی شوریٰ ہے اور نہ کسی کام میں اتفاق ہے، ہر کام دین و دنیا میں اختلاف ہے، یہ اطاعت رسول نہیں ہے، پھر غور کیا جائے کہ اتباع رسول اللہ کی اطاعت قرآن سے الگ کوئی چیز نہیں ہے اگر ہے تو یہ دو اطاعت ہو گئیں اور دو کا ماننے والا مشرک ہوتا ہے، اس لیے شرک سے دور رہنا چاہیے جس شرک کی معافی نہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انتقال کے بعد کسی نے **حضرت عائشہؓ** سے معلوم کیا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل و اخلاق کیا تھا تو انہوں نے جواب دیا کہ تم نے یہ قرآن نہیں پڑھا؟ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہ کہا کہ میں یہ قرآن چھوڑ رہا ہوں، اس کو مضبوطی سے پکڑ لینا، بخاری شریف میں بھی حدیث ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قرآن کے علاوہ جو دو دفتیوں کے درمیان ہے اور کچھ نہیں چھوڑا تو ظاہر ہوا سب کچھ قرآن ہے، جس پر

رسول نے بھی عمل کیا اور بتایا تھا۔

اس لیے ہم کو بلا کسی شک وشبہ کے اطاعت رسول کرنے میں کوئی جھجک نہ ہونی چاہیے کیوں کہ رسول نے قرآن پر عمل کیا تھا اس کے خلاف نہیں اس لیے جو قرآن ہے وہ سنت ہے اور جو سنت ہے وہ قرآن ہے۔ ایسے ہی جو قرآن ہے وہ حدیث ہے اور جو حدیث ہے وہ قرآن ہے۔

نبی کسی فاسق سے راضی ہو جائیں کیا یہ ممکن ہے؟
اور نہ ہی نبی کسی کو ہدایت دے سکتے ہیں

سورہ یوسف ۱۲:۱۰۳۔اور بہت سے آدمی گو تم (کتنی ہی) خواہش کرو، ایمان لانے والے نہیں۔

نمل ۲۷:۹۲۔اور یہ بھی حکم دیا گیا ہے کہ میں قرآن پڑھ کر سناؤ (تو اے لوگو! اچھی طرح سن لو) جو راہ راست اختیار کرے گا وہ اپنے فائدے کے لیے اختیار کرے گا اور جو گمراہ ہوگا تو اس سے کہہ دو کہ میں تو صرف نصیحت کرنے والا ہوں۔

۲۷:۸۱۔اور اسی طرح نہ اندھوں کو گمراہی سے نکال کر راستہ دکھا سکتے ہو آپ تو انہی کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں اور فرمانبردار ہو جاتے ہیں۔

القصص ۲۸:۵۶۔(اے محمد) یہ تمہارا کام نہیں ہے کہ آپ جسے چاہیں سیدھے راستے پر چلا دو، اللہ کا قانون جسے چاہتا ہے سیدھے رستہ چلا دیتا ہے (ہدایت اسے ملتی ہے جو اس کا اہل ہو) اور اللہ ہی جانتا ہے کہ کون لوگ ہدایت پانے کے مستحق ہیں۔

۲۸:۶۸۔اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے اپنے کام کے لیے چن لیتا ہے اس کی اہلیت کے مطابق اور ان کو اس کام کا اختیار نہیں ہے وہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے پاک اور بالاتر ہے۔

سورہ روم ۳۰:۵۳۔اور نہ عقل کے اندھوں کو ان کی گمراہی سے نکال کر راہ راست پر لا سکتے ہو تم تو ان ہی لوگوں کو سنا سکتے ہو جو ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں سو وہی فرمانبردار ہیں۔

شوریٰ ۴۲:۴۸۔(اے رسول!) اگر وہ لوگ روگردانی کریں (تو کرنے دو) ہم نے تم کو ان پر داروغہ بنا کر تو نہیں بھیجا۔ تمہارے ذمہ تو اللہ کا پیغام پہنچا دینا ہے۔ بات یہ ہے کہ جب انسان کو ہم اپنی رحمت کا مزہ چکھاتے ہیں تو خوش ہو جاتا ہے اور اگر ان کو انہی کے اعمال جو انہوں نے آگے بھیجے ہیں کوئی سختی پہنچتی ہے تو سب احسانوں کو بھول جاتا ہے بیشک انسان بڑا ہی نافرمان ہے۔

احقاف ۴۶:۹۔ کہہ دو کہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا، میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو کھلا ڈرانا ہے۔

اللہ کی بات سچی، بدلی نہیں جاتی

سورہ نسا ۴:۸۷۔ وہ اللہ (کون کہتا ہے) اللہ نہیں ہے، سنو! بے شک اللہ ہے، وہ تم سب کو قیامت کے دن جمع کرے گا جس کے آنے میں کوئی شبہ نہیں اور اللہ کی بات سے بڑھ کر سچی بات اور کس کی ہو سکتی ہے۔

الجاثیہ ۴۵:۶۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جنہیں ہم آپ کو سچائی سے سنا رہے ہیں پس اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

المرسلات ۷۷:۵۰۔ اب اس قرآن کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

طور ۵۲:۳۴۔ اچھا اگر یہ سچے ہیں تو بھلا اس جیسی ایک ہی بات یہ بھی تو لے آئیں۔

الکہف ۱۸:۲۷۔ اور اپنے رب کی کتاب جو آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کر واس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں ہے (اور اگر مشرکوں کے کہنے سے کسی نے اس کو بدلنے کا ارادہ کیا تو) ہرگز اس کے سوا کہیں پناہ بھی نہیں پائے گا۔

آیات بالا کے ہوتے ہوئے کیا نبی اللہ کے کسی حکم کو بدل سکتے تھے۔ ہرگز نہیں اور اللہ کے حکم پر چلنا ہی نبی کی سیرت و اسوہ اور سنت ہے۔ لیکن روایات میں درج ہے کہ نبی نے اللہ کے نازل کردہ قانون بدل دئے (نعوذ) نبی ہرگز نہیں بدل سکتے تھے جو بدلے ہوئے قانون ہمارے سامنے آرہے ہیں وہ مفاد پرستوں نے نفس پرستی کے لیے خود بدل کر نبی سے منسوب کیے ہیں جو شتم ہے کردارکشی ہے۔

لہوالحدیث

نفس پرستوں نے اللہ کے احکام کو کس طرح بدلا اس کی خبر بھی اللہ نے اپنے کلام میں دے دی، جس کو نبی نے بھی پڑھا تو پھر نبی ایسی غلط باتوں پر عمل کیسے کر سکتے تھے۔

سورہ لقمان ۳۱:۶۔ اور بعض لوگ ایسے بھی ہیں بیہودہ قصے کہانیاں خرید کر لاتے ہیں تاکہ بے سمجھے لوگوں کو اللہ کی راہ سے بھٹکائیں اور اس سے مذاق کریں وہ ایسے لوگ ہیں جن کے لیے ذلیل کرنے والا عذاب ہے۔

۳۱:۷۔ اور جب اس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو اکڑ کر ان سے منہ پھیر لیتا ہے گویا اس نے سنا ہی نہیں گویا اس کے کان بہرے ہیں تو اس کو درد دینے والے عذاب کی خبر سنا دو۔

جو وحی آتی تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو نہیں بھولتے تھے

اللہ پکا یاد کراتا تھا اور جلدی کرنے کو منع کیا

سورہ القلم ۶۸:۴۸۔ (اے رسول!) آپ اپنے رب کے حکم کے لیے مستقل مزاج رہیں اور مچھلی والے کی طرح نہ ہو جانا وہ وقت قابل ذکر ہے جب اس نے پکارا اور وہ غصہ کو پیے ہوئے تھا۔

سورہ طٰہٰ ۲۰: ۱۱۴۔ پس بالا و برتر ہے اللہ بادشاہ حقیقی (اس قرآن کی تکمیل کا ایک وقت مقرر ہے) آپ لوگوں کے ردوقبول سے بے نیاز ہو کر جس ترتیب سے یہ اتر رہا ہے لوگوں کو سناتے رہو (اس کی تکمیل کے لیے اللہ نے جو مدت مقرر کر رکھی ہے وہ اس کی حکمت اور مصلحت سے اچھی طرح واقف ہے) اس لیے اس کے پورا ہونے سے پہلے آپ اس قرآن کے نازل ہونے کے بارے میں جلدی نہ کریں، یقیناً اس کی وحی آپ پر ہی پوری ہوگی اور دعا کرو اے رب مجھے مزید علم دے۔

سورہ اعلیٰ ۸۷: ۶۔ ہم آپ کو ابھی پڑھا دیں گے پھر آپ نہ بھولیں گے۔

۸۷: ۷۔ یقیناً جو چاہا اللہ نے اور اللہ نے یہی چاہا ہے کہ آپ ہرگز نہ بھولیں گے وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔

سورہ قیامہ ۷۵: ۱۔ اب شہادت میں پیش ہے قیامت کا دن (کیا تم کو یقین نہیں)

۷۵: ۲۔ اور ملامت کرنے والا نفس بھی شہادت میں پیش ہے (جو انسان کو برائی سے روکے کیا اس پر بھی یقین نہیں)

۷۵: ۳۔ کیا انسان نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ ہم اس کی ہڈیوں کو جمع نہ کریں گے۔

۷۵: ۴۔ کیوں نہیں؟ بلکہ ہم تو اس کی انگلیوں کے پور پور تک (یعنی انگلیوں کے وہ نشان جن سے آج مجرم کی شناخت ہوتی ہے) ان نشانوں تک کو ٹھیک بنا دینے پر قادر ہیں۔

۷۵: ۵۔ بلکہ انسان چاہتا ہے کہ آگے بھی اس کی نگاہ کے سامنے نافرمانیاں کرتا رہے (اور زبان چلائے)

۷۵: ۶۔ اور پوچھے کہ وہ قیامت کا دن کیسا ہے؟ (مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر یہ سب باتیں صحیح ہیں تو ان کو جلدی لاؤ میں دیکھ لوں اور جو میرا نامہ اعمال مرتب ہو رہا ہے اس کو پڑھاؤ اللہ فرماتا ہے کہ سن وہ کب آئے گی)

۷۵: ۷۔ جس وقت آنکھیں پتھرا جائیں گے۔

۷۵: ۸۔ اور چاند بے نور ہو جائے گا۔

۷۵: ۹۔ اور سورج اور چاند ایک جگہ جمع کر دئے جائیں گے۔

۷۵: ۱۰۔ اس دن وہی انسان (جو زبان چلا رہا ہے) کہیگا کہ بھاگ کر کہا جاؤں۔

۷۵: ۱۱۔ سن لے کہیں بچاؤ نہیں۔

۷۵: ۱۲۔ اس روز تیرے رب (یعنی مجھ اللہ) ہی کے سامنے جا کر ٹھہرنا ہوگا۔

۷۵: ۱۳۔ اس روز انسان کو اس کا سب اگلا پچھلا کیا کرایا بتا دیا جائے گا۔

۷۵: ۱۴۔ بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے جو کیا ہے اس کو معلوم ہے اور نامہ اعمال اس کے سامنے کر دیا جائے گا۔

۷۵:۱۵۔اوراس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لا ڈالے جب بھی نہ سنا جائے گا (چاہے کتنی ہی زبان درازی کرلے)

۷۵:۱۶۔(تو سن) اب اپنی زبان درازی نہ کر یعنی زبان نہ چلا اور جلدی نہ کر۔

الکہف ۱۸:۴۹۔(اور اس روز ہر ایک کے سامنے) نامہ اعمال پیش کیا جائے گا اس وقت تم دیکھو گے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہوا ہے اس سے مجرم ڈر رہے ہوں گے اور کہہ رہے ہوں گے ہائے ہماری شامت یہ کیسی کتاب ہے ہماری کوئی بات چھوٹی بڑی ایسی نہیں جو اس میں درج نہ ہو اور جو کچھ انہوں نے (دنیا میں) کیا تھا سب اپنے سامنے موجود پائیں گے اور اس دن آپ کا رب یعنی میں اللہ کسی پر ظلم نہ کروں گا۔

اعراف ۷:۷۔پھر اپنے علم سے ان کے حالات عمل بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب نہ تھے (یعنی ان کی کتاب لکھی جا رہی ہے اور اس کو وہ بھی پڑھ لے گا اور سنائی بھی جائے گی۔)

۷:۸۔اس روز (اعمال کا) تلنا حق ہے تو جن لوگوں کے وزن بھاری ہوں گے وہ تو نجات پانے والے ہیں۔

۷:۹۔اور جن کے وزن ہلکے ہوں گے تو وہی لوگ ہیں جنہوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالا اس لیے کہ ہماری آیتوں کے بارے میں بے انصافی کرتے تھے۔(۶:۱۰۱ تا ۱۱)

سورہ ذاریات ۵۱:۵۹۔کچھ شک نہیں کہ ان ظالموں کے حصہ کا ویسا ہی عذاب تیار ہے جیسا ان ہی جیسی قوموں کو مل چکا ہے تو وہ لوگ جلدی نہ کریں۔

۷۵:۱۷۔(اور اے انسان کان کھول کر سن لے اب دنیا کی زندگی میں موقع ہے اچھے عمل کر لے یا برے) یقیناً جو ہم تیرے اوپر نامہ اعمال جمع کر رہے ہیں اس کو ہم پڑھوا دیں گے۔

۷۵:۱۸۔اور جب تیرے سامنے پڑھنے کو پیش ہوگا تو اس کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا تو اس کا اتباع کرے گا۔

۷۵:۱۹۔(یہ بھی ایک حقیقت ہے) کہ اس نامہ اعمال کا کھول کھول کر بیان کر دینا تیرے اوپر ہمارا کام ہے۔

۷۵:۲۰۔تو سنو! تم یہ چاہتے ہو کہ وہ جلدی آ جائے۔

۷۵:۲۱۔اور آخرت میں اس کے خطرے سے بچانے میں جو اعمال کام آئیں گے ان کو چھوڑ رہے ہو (یعنی بھولے ہوئے ہو)

آیات بالا سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ نے محمدؐ سے کہا کہ اس وحی کو لینے کے لیے جلدی نہ کرنا یعنی جیسے یہ نازل ہو رہی ہے ایسے ہی لیتے رہو ہم جانتے ہیں کہ کب کیا دیا جائے جلدی کرنے میں جیسے حضرت یونسؑ کو پریشانی ہوئی تھی ایسے ہی ہوگی اور ہر کام کو کرنے کے لیے اللہ کے حکم کا انتظار کرنا حکم آنے کے بعد کرنا یہ ہے

حقیقت لیکن علماء کرام نے ان آیات میں زبان چلانے والا محمد کو لکھا ہے کہ محمد وحی کے وقت اس کو یاد کرنے کے لیے جلدی جلدی زبان چلاتے تھے اللہ نے ان کو منع کیا، لیکن یہ حقیقت نہیں ہے۔ حقیقت کیا ہے وہ آیات بالا میں درج ہے عالموں نے کیا لکھا ہے وہ دوسرے حصے میں درج ہے۔

آیات بالا میں سیرت پاک بڑی آب وتاب کے ساتھ چمک رہی ہے مگر روایات اور تفاسیر میں کیا ہے اس سے کردارکشی ہو رہی ہے۔

آخیر وقت میں ایمان لانا قبول نہیں

سورہ یونس ۱۰:۹۰۔ اور جب ہم نے بنی اسرائیل کو سمندر کے پار اتار دیا تو فرعون اور اس کے لشکر نے ظلم وسرکشی سے ان کا پیچھا کیا، یہاں تک کہ جب فرعون ڈوبنے لگا تو پکارا تھا میں ایمان لایا اس پر جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں مسلمانوں میں سے ہوں۔

۱۰:۹۱۔ (جواب ملا) اب ایمان لاتا ہے حالانکہ تو پہلے نافرمانی کرتا رہا اور مفسدوں میں رہا۔

۱۰:۹۲۔ خیر آج ہم تیرے جسم کو بچائے لیتے ہیں تاکہ تیرے بعد آنے والی نسلوں کے لیے تو (یعنی تیری لاش اللہ کی قدرت کی) ایک نشانی ہو لیکن زیادہ تر لوگ ایسے ہی ہیں جو ہماری نشانیوں سے بے خبر ہیں۔

آیات بالا میں کتنا صاف حکم ہے کہ مرتے وقت کا ایمان نہیں مانا جائے گا اس لیے ان آیات کے مطابق نبی نے عمل کیا مگر افسوس نبی کے بارے میں لکھا ہے کہ آپ نے اپنے چچا ابو طالب کے لیے ایمان لانے کو کہا تھا اور انہوں نے انکار کر دیا (نعوذ) مگر یہ یاد رہے کہ ابو طالبؑ کافر نہیں تھے وہ مومن تھے تب ہی تو انہوں نے ہر نازک موقع پر اپنی زندگی میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی کیا کافر مدد کر سکتا تھا حضرت ابو طالب کے بارے میں کیا ہے وہ دوسرے حصہ میں ہے۔

قرآن کی آیات کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے
جس سے نبی پر الزام آتا ہے صحیح ترجمہ لکھا جا رہا ہے

سورہ مومن ۴۰:۵۵۔ تو (ظالموں کے پریشان کرنے پر) صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور اپنے تبلیغ دین کے کام میں کوئی کمی اگر ہو جائے جو ممکن ہے تو اس کے مضر اثرات سے محفوظ رہنے کے لیے قانون الٰہی میں حفاظت طلب کرو اور صبح اور شام اپنے رب کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

سورہ محمد ۴۷:۱۹۔ پس جان رکھ کہ کافر کہتے ہیں کہ اللہ نہیں ہے یقیناً اللہ ہے، اور آپ سے اور آپ کے ساتھی مومن مردوں اور مومن عورتوں سے تبلیغ دین یا دوسرے کام جہاد وغیرہ میں کوئی کمی ہو جائے تو آپ اور وہ سب مل کر اپنی کمیوں پر غور کرو کہ ایسا کیوں ہوا اور اب تک جو کوتاہی ہو گئی اس کے لیے اللہ سے معافی مانگو اور آئندہ کے لیے ان کمیوں کو دور کر کے کام کرو، اور آپ لوگ دین کا کام کرنے کے لیے چلتے پھرتے ہیں اور

ٹھہرتے ہیں اللہ اس سے واقف ہے۔

سورہ الفتح ۴۸: ۲۔(اس صلح کا ایک یہ بھی فائدہ ہے کہ آپ کے تبلیغ دین کے کام میں اس بدامنی کے زمانہ میں جو کمی ہوئی ہے جس کو آپ محسوس کرہے ہی اس امن کے زمانہ میں آپ کو اس کمی کے تلافی کرنے کا موقع ملے اور جو الزامات غیروں نے لگا رکھے ہیں ان کا بھی ازالہ ہو اور آپ ان سے بری ہو جائیں) تا کہ اللہ تمہاری اگلی اور پچھلی کوتاہیاں جو تبلیغ دین کے بارے میں بدامنی کی وجہ سے ہو گئیں ہیں ان سے درگزر کرے اور تم پر اپنی نعمتوں کی تکمیل کر دے اور آپ کو سیدھے رستے پر چلائے۔

سورہ مجادلہ ۵۸: ۱۔اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شاہر کے معاملہ میں آپ سے بات کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کر رہی ہے۔اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے۔بے شک اللہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۵۸: ۲۔تو سنو! تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں گے (یعنی) ماں کہہ دیتے ہیں تو اس سے ان کی بیویاں مائیں نہیں ہو جاتی ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، وہ لوگ ایک سخت جھوٹی ناپسندیدہ بات کہتے ہیں اور حقیقت میں اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔

۵۸: ۳۔جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیں پھر اپنے اس قول سے رجوع کر لیں تو ہم بستر ہونے سے پہلے ان کو ایک غلام آزاد کرنا ہوگا، اس حکم سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو سب خبر ہے۔

۵۸: ۴۔اور جس کے پاس غلام نہ ہو تو اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں وہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور جو اس پر بھی قادر نہ ہوں تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور نا ماننے والوں کو دردناک عذاب ہے۔

سورہ احزاب ۳۳: ۴۔اللہ نے کسی آدمی کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے تمہاری عورتوں کو جنہیں تم ماں کہہ دیتے ہو تمہاری ماں نہیں بنایا اور نہ تمہارے لے پالکوں کو تمہارے بیٹے بنایا، یہ سب تمہارے منہ کی باتیں ہیں اور اللہ تو سچی بات بتاتا ہے اور وہی سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔

سورہ تحریم ۶۶: ۱۔اے نبی کس لیے اور کیوں آپ حرام کرو گے اس کو جو اللہ نے آپ کے لیے حلال کیا ہے (جملہ استفہام) یقیناً آپ ہرگز اللہ کے حلال کو حرام نہیں کرو گے) آپ اس لیے بھی حلال کو حرام نہ کرو گے کہ آپ اپنی بیویوں کو راضی کرو؟ حالانکہ آپ کی بیویاں بھی ایسا کرنے کو نہ کہیں گی اگر وہ اللہ پر ایمان رکھنے والی ہیں۔

۶۶: ۲۔اللہ نے تمہارے لیے یہ فرض کیا ہے کہ تم نے اپنے عہد سے اللہ کی شریعت کی پابندی کی جو گرہ باندھی ہے اس گرہ کی عظمت واحترام کرنا اس کو پورا کرنا حلال کرنا ہے اس عہد کے مطابق عمل کرنا ہے اس کام پر اگر کوئی پریشانی آئے تو اللہ تمہارا مددگار ہے اور وہ دانا اور حکمت والا ہے۔

سورہ عبس ۸۰: ۱۔وہ ترش رو ہوا

۸۰:۲۔اس بات پر کہ ایک نابینا اس کے یعنی محمد کے پاس آیا۔
۸۰:۳۔آپ کو اللہ سے بڑھ کر اور کون بتا سکتا ہے؟ شاید نابینا سدھر جائے جس کو وہ جھڑک رہا ہے۔
۸۰:۴۔یا نصیحت پر دھیان دے اور نصیحت کرنا اس کے لیے مفید ہو جائے۔
۸۰:۵۔اور جو پروا نہیں کرتا۔
۸۰:۶۔کیا آپ اس کی طرف توجہ کریں گے۔
۸۰:۷۔حالانکہ آپ پر کچھ گناہ نہیں کہ وہ نہ سنورے۔
۸۰:۸۔جو خود تمہارے پاس دوڑتا آتا ہے۔
۸۰:۹۔اور ڈر رہا ہوتا ہے۔
۸۰:۱۰۔کیا آپ اس سے بے رُخی برتیں گے ہرگز نہیں، آپ اس سے بے رُخی نہیں کریں گے۔
۸۰:۱۱۔تو سنو! یہ تو ایک نصیحت ہے۔
۸۰:۱۲۔جس کا دل چاہے اسے قبول کرے۔

مذکورہ بالا آیات کی تفسیر ترجمہ عالموں نے جو کیا ہے اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی اللہ کی آیات کے خلاف کام کرتے تھے اور کیا نبی گناہ گار تھے جو گناہوں کی معافی کے لیے لکھا ہے اس طرح لکھنا نبی کی کردار کشی ہے کیا لکھا ہے وہ دوسرے حصہ میں ملاحظہ ہو۔

کیا قرآن میں متعہ کا حکم ہے؟ جس کو نبی نے رائج کیا ہو

اس وقت جو قرآن ہے وہ مکمل ہے، اس میں کوئی کمی بیشی نہ ہوئی اور نہ ہو سکتی ہے، کیونکہ یہ اللہ کی حفاظت میں ہے، سورہ نساء کی آیت ۲۴ اس طرح درج ہے جو حقیقت ہے "**فما استمعتم به منهن فاتو هن اجورهن فريضة**" ترجمہ: پھر ان عورتوں سے جس سے فائدہ اٹھاؤ تو جو ان کے مہر مقرر کیے گئے ہیں انہیں دے دیا کرو۔

پوری آیت کا ترجمہ اس طرح ہے۔

سورہ نساء ۴:۲۴۔اور شادی شدہ عورتیں بھی حرام ہیں، سوائے نو مسلم بیاہی عورتوں کے جو مسلمان ہو کر تمہارے داہنے ہاتھ یعنی ہجرت کر کے تمہاری حفاظت میں آجائیں، یہ اللہ نے تم پر فرض کر دیا ہے لکھ دیا ہے اور مذکورہ بالا عورتوں کے سوا باقی تمام عورتیں تمہارے لیے حلال ہیں۔ (شرط) یہ ہے کہ تم ان سے نکاح کی طلب اپنے مالوں کے ساتھ کرو اور غرض نکاح عمر بھر نکاح میں رہنا ہو صرف پانی بہانا نہ ہو، پھر ان عورتوں سے جن سے نکاح کا فائدہ اٹھاؤ تو ان کے مہر جو مقرر کیے گئے ہیں انہیں دے دیا کرو اور اس امر میں تم پر کوئی حرج نہیں کہ مہر مقرر ہو چکنے کے بعد کسی بات پر تم آپس میں راضی ہو جاؤ (یعنی کچھ رقم تمہاری بیویاں تمہیں اپنی خوشی سے واپس

کر دیں یا تم کچھ اور بڑھا دو) بے شک اللہ بڑھ کر جاننے والا اور حکمت والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت میں یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ وقتی متعہ جو میعاد مقرر کر کے کیا جاتا ہے وہ مقرر وقت آنے پر بغیر طلاق دیئے ہی ختم ہو جاتا ہے۔ باقی رہنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے، آیت میں عمر بھر نکاح میں رہنے کو کہا گیا ہے، ہاں اگر کسی تنازع کی وجہ سے طلاق کی نوبت آئے تو طلاق کے ذریعہ الگ ہوا جا سکتا ہے، مگر وہ بھی بڑے غور و فکر کے بعد، گواہوں کے سامنے مگر اس آیت کی تفسیر میں کیا درج ہے وہ ملاحظہ ہو، جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک زبر دست الزام لگا دیا ہے کہ محمدؐ نے متعہ کی اجازت دی چار بار اور چار بار حرام کیا اور تفسیر کرنے والے بڑے زبر دست عالم اور صحابہ ہیں مگر ان کا بلند مقام دیکھتے ہوئے بھی اس تفسیر کو تسلیم نہیں کیا جانا چاہیے مگر تسلیم کیا جا رہا ہے، جس کو دوسرے حصہ میں عنوان متعہ کے تحت لکھا جائے گا۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کرنا شاید نبی وحی میں سے کچھ چھوڑ دیں

اللہ کے حکم کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تبلیغ دین شروع کی تو قرآن سنایا مگر قرآن کی آیات کو ان لوگوں نے اپنے غلط عقیدوں کے خلاف پایا تو انہوں نے نبی سے مطالبہ کیا کہ اس قرآن میں ہمارے معبودوں اور ہمارے عقیدے کے خلاف ہے اس کو بدل دو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے منع کر دیا تب انہوں نے نبی کو تنگ کرنا شروع کر دیا کہ شاید اس طرح نبی کچھ بدلاؤ کر دیں، اس پر نبی نے کہا کہ جو وحی سے دیا جا رہا ہے اس میں میں تبدیلی نہیں کر سکتا جو نازل کیا جا رہا ہے وہ بتایا جا رہا ہے، مانو یا نہ مانو یہ تمہاری مرضی اگر کچھ بدل دوں تو اللہ کی پکڑ سے مجھے کون بچا سکتا ہے، مگر افسوس مشرکوں کے اس مطالبہ کے مطابق ہی مترجمین نے ترجمہ کر رکھا ہے جس ترجمہ سے یہ مترشح ہو رہا ہے کہ محمد بھی بدلنا چاہتے تھے (نعوذ باللہ) کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے کلام کو بدل سکتے تھے؟ ہرگز نہیں، قرآن میں متعدد آیات ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ لوگو! میں اپنی طرف سے قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا، اگر ایسا کروں تو اللہ کی پکڑ سے کوئی نہیں بچا سکتا اور اللہ نے بھی بڑی سختی کے ساتھ کہا ہے کہ اگر نبی کچھ اپنی طرف سے ہماری طرف منسوب کریں تو ہم ان کی رگ گردن کاٹ دیں اور اس لیے نبی نے اللہ کی نازل کردہ وحی میں کوئی تبدیلی نہیں کی اور یہی بشر اکمل کی سیرت، سنت اور اسوہ ہے۔ ذیل میں آیت کا صحیح مفہوم لکھا جا رہا ہے اور عالموں نے کیا کیا ہے وہ دوسرے حصہ میں لکھا جائے گا۔

سورہ ۱۱:۱۲۔ کافر لوگ کہیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے کہ اس پر نہ کوئی خزانہ اترا اور نہ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ آیا، وہ اس امید پر یہ کہیں گے کہ آپ تنگ ہو کر شاید کچھ وحی سے چھوڑ دیں اور کچھ بڑھا دیں، تنگ کرنے اور انکار کرنے سے وہ یہی امید لگائے بیٹھے ہیں (مگر آپ ایسا نہیں کریں گے) آپ تو صرف ڈرانے والے ہو، سو صبر کے ساتھ اپنا کام کرتے رہو اور اللہ ہر چیز کا نگہبان ہے۔ یہ رہا صحیح مفہوم جس کی تائید دوسری آیات سے

ہورہی ہے۔

القصص ۲۸:۸۷۔اورایسا کبھی نہ ہونے پائے کہ اللہ کی آیات جب آپ پر نازل ہوں تو کفار آپ کو ان کی تبلیغ سے روک دیں اپنے رب کے دین کی طرف دعوت دواور مشرکوں میں ہرگز شامل نہ ہون۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۷۳۔(اے رسول!)ان لوگوں نے اس بات میں کوئی کسر نہیں اٹھار کھی تھی کہ آپ کو فریب دے کر اس کلام کی تبلیغ سے جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے باز رکھیں تا کہ آپ ہمارے نام پر جھوٹی باتیں کہیں اور وہ لوگ(جھوٹی باتیں سن کر خوش ہو جائیں اور)آپ کو دوست بنالیں۔

۱۷:۷۴۔اوراگر ہم نے(راہ حق میں)آپ کو ثابت قدم نہ رکھا ہوتا تو آپ ان کی طرف کسی قدر مائل ہو ہی جاتے۔

۱۷:۷۵۔(اگر ایسا ہو جاتا تو)اس صورت میں ہم آپ کو زندگی کا بھی دوہرا عذاب چکھاتے اور مرنے پر بھی دونا مزہ چکھاتے پھر آپ ہمارے مقابلہ میں کسی کو اپنا مددگار نہ پاتے۔

اگر محمد وحی سے کچھ بدل دیتے تو ان کے ساتھ کیا ہوتا وہ سورہ الحاقہ کی آیت ۴۰ سے ۴۸ تک دیکھ جو اسی کتاب میں پہلے درج ہیں۔

سورہ الکہف ۱۸:۶۔پس اگر وہ لوگ اس بات پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ ان کے پیچھے اس رنج میں اپنی جان ہلاک کر ڈالیں گے۔

سورہ طہٰ ۲۰:۱۳۰۔پس جو کچھ وہ بکواس کرتے ہیں اس پر صبر کرو اور سورج نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے رب کی تسبیح وحمداور پاکی بیان کیا کرو۔

یہ رہا قرآن کا فیصلہ کہ نبی وحی کی پابندی کرتے تھے اور وہی بتاتے تھے اپنی طرف سے بدلنے والے نہ تھے اگر بدلتے تو اللہ کی پکڑ بڑی سخت ہوتی،اس لیے سیرت رسول وسنت رسول اور اسوہ رسول وہ ہے جو قرآن میں درج ہے،جس کا کچھ حصہ میں لکھ رہا ہوں،مگر ہمارے یہاں کچھ اور لکھا ملتا ہے جو نبی کی سیرت کے خلاف ہے مگر یہ کہہ کر اس پر عمل کیا جاتا ہے کہ رسول نے ایسے ہی بتایا ہے،جب کہ قرآن میں اس کے خلاف ہے کیا نبی قرآن کے خلاف بتا سکتے تھے،ہرگز نہیں۔

صحیح اور مکمل سیرت کو دیکھنے کے لیے پورے قرآن کو تدبر کے ساتھ پڑھنا ضروری ہے یہ کچھ باتیں لکھ دیں ہیں ان کو دیکھو اور فیصلہ کرو حقیقت کیا ہے اس کے بعد دوسرا حصہ شروع کر رہا ہوں جس میں روایات درج ہوں گی،جن روایات نے بشر اکمل کی سیرت کو داغ دار کر دیا ہے جس کو پڑھ کر غیر اعتراض کرتے اور اپنے بدظن ہوتے ہیں اور دوسروں کے اعتراض پر قوم احتجاج کرتی ہے جس میں جانی اور مالی کافی نقصان ہوتا ہے اور اپنوں کے خلاف علماء کفر کا فتویٰ صادر کرتے ہیں مگر یہ سب باتیں قرآنی اسلام کے خلاف ہیں،اللہ ہم کو قرآن کی صحیح فہم دے۔(تقبّل)

حصہ دوم

بشرا کمل کا کردار کس طرح مشکوک کیا اس کردار کو دوسرے حصہ میں درج کیا جارہا ہے، اس امید پر کہ قارئین کرام مطالعہ کر کے خود فیصلہ کریں کہ حق کیا ہے، سب سے پہلے یہ لکھا جارہا ہے کہ کیا نبی وحی کی خلاف ورزی کر سکتے تھے؟ مگر لکھا ایسا ہی ہے جیسے اللہ نے قرآن مین زانی کی سزا سو کوڑے بتائی ہے، مگر مسلم فقہ میں شادی شدہ کو سنگ سار کرنا لکھا ہے اور یہ بتایا ہے کہ محمد صلی اللہ عیہ وسلم نے ہی یہ سز بتائی ہے اور اس پر عمل کیا ہے جو ذیل میں درج ہے۔

قرآن نے زانی کی سزا ۱۰۰ کوڑے بتائی ہے مگر کیا نبی نے زانی کو سنگ سار کیا؟

سورہ نور ۲۴:۱۔ یہ ایک سورہ ہے جس کو ہم نے نازل کیا اور اسے ہم نے فرض کیا (کہ اس کے حکموں کی پابندی کی جائے)اور اس میں ہم نے صاف صاف یہ ہدایات نازل کی ہیں تا کہ تم سبق لو۔

۲۴:۲۔ زانیہ عورت اور زانی مرد دونوں میں سے ہر ایک کو سو (۱۰۰) کوڑے مارو اور ان پر ترس کھانے کا جذبہ اللہ کے دین (قانون) کے معاملہ میں تمہارے ہاتھ نہ پکڑے، یعنی ان پر ترس نہ آئے، اگر تم اللہ اور روز آخر پر ایمان رکھتے ہو اور ان کو سزا دیتے وقت اہل ایمان کا ایک گروہ موجود رہے۔

۲۴:۳۔ بدکار مرد تو بدکار یا مشرک عورت کے سوا نکاح نہیں کرتا اور بدکار عورت بھی بدکار یا مشرک مرد کے سوا اور سے نکاح نہیں کرتی اور یہ مومنوں پر حرام ہے۔

اس مسئلہ کے بارے میں لکھنے سے پہلے درج ذیل آیات لکھی جارہی ہیں جن سے زنا کی سزا کے بارے میں حقیقی علم حاصل ہوتا ہے کہ زانی کی سزا سو (۱۰۰) کوڑے ہیں یا سنگ سار کرنا۔

سورہ نساء ۴:۲۵۔ اور جو کوئی تم میں سے اس چیز کی طاقت نہ رکھے کہ وہ نکاح کرے، خاندانی آزاد مومنہ عورتوں سے تو وہ کافر معاشرے سے آئی ہوئی مہاجرہ نومسلمہ خاتون (ما ملیت ایمان) سے جو تمہارے حفاظت میں ہوں اور نکاح کے لائق ہوں مومنہ عورتوں سے نکاح کرے (جن کا امتحان ہو چکا ہو ۶۰:۱۰) حقیقت یہ ہے کہ اللہ تمہارے ایمان کو اچھی طرح جانتا ہے تم سب آپس میں ایک دوسرے کے ہم جنس ہو، پھر تم کافر معاشرے سے آئی ہوئی نومسلمہ (ما ملیت ایمان)عورتوں کے ساتھ ان کے مالکوں کی رضامندی (یعنی اس شعبہ کے حاکم کی) کے ساتھ نکاح کرلو، اور ان کے مہر معروف طریقہ سے ادا کرنا، وہ نکاح دائم میں رکھی جانے والی ہوں نہ کہ صرف مستی کرنے والی اور نہ چھپی یاری کرنے والی، پھر جب وہ نکاح کرلیں اور اس کے بعد بے حیائی کریں تو ان کے لیے اس سزا سے نصف سزا مقرر کی جاتی ہے، جو خاندانی شریف عورتوں کی مقرر ہے، یہ

حکم تم میں سے اس کے لیے ہے جسے جنسی بے راہ روی کا اندیشہ ہو اور اگر صبر کرلو تو یہ تمہارے لیے بہت اچھا ہے اور اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

سورہ احزاب ۳۳: ۳۰۔ نبی کی بیویو! تم میں سے کسی صریح فحش حرکت کا ارتکاب کرے گی تو اسے دہرا عذاب دیا جائے گا اللہ کے لیے یہ بہت آسان ہے۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷: ۳۲۔ اور زنا کے قریب بھی نہ جانا بے شک وہ بے حیائی (فحش) ہے اور یہ برا راستہ ہے۔ سورہ نور کی آیات ۲: ۳، میں زانی مرد اور عورت کی سزا اللہ نے ۱۰۰ ارکوڑے بتائی ہے، آیت میں یہ کوئی قید نہیں ہے کہ عورت، مرد شادی شدہ ہیں یا نہیں صرف ایک بات زانی بتائی ہے، اگر یہ سزا غیر شادی شدہ کی ہے اور شادی شدہ کی سنگ سار کرنا ہے مگر آیت میں کوئی قید نہیں ہے، اس لیے حقیقت میں شادی شدہ اور غیر شادی شدہ کی یہی سو (۱۰۰) کوڑے سزا ہے، مگر علماء نے اللہ کے فرض کیے ہوئے قانون کہ یہ کہہ کر بدل دیا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی شدہ کی سزا سنگ سار بتائی ہے، کس قانون سے بتائی ہے؟ جواب دیتے ہیں کہ ایک آیت نازل ہوئی تھی جس میں شادی شدہ کی سزا سنگ سار ہے اور وہ آیت تلاوت میں منسوخ ہو گئی، حکم باقی ہے اور آیت کا مطلب بتایا جاتا ہے کہ بوڑھی عورت اور بوڑھا آدمی (الشیخ والشیخۃ) زنا کرے تو اس کو سنگ سار کر دو اور مار دو۔

بخاری جلد دوم کتاب المحاربین حدیث ۱۷۳۰۔ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عباسؓ ہیں انہوں نے فرمایا.... حضرت عمرؓ کے بارے میں پس حضرت عمرؓ منبر پر بیٹھ گئے، جب مؤذن خاموش ہوئے تو یہ کھڑے ہو گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہے، پھر فرمایا اما بعد، میں ایک ایسی بات کہنے لگا ہوں جس کا کہنا میرے مقدر میں تھا، مجھے نہیں معلوم کہ شاید میری آخری گفتگو ہو، جو اسے سمجھے اور یاد رکھے اس پر لازم ہے کہ جہاں تک اس کی سواری جا سکے وہاں تک یہ بات پہنچا دے اور جو اس کو سمجھ نہ سکے تو اس کے لیے حلال نہیں ہے کہ مجھ پر جھوٹی تہمت رکھے۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا اور ان پر کتاب نازل فرمائی جس میں اللہ تعالیٰ نے آیت رجم نازل کی، جس کو ہم نے پڑھا، سمجھا اور یاد رکھا، چنانچہ رسول اللہ نے سنگ سار کیا اور ان کے بعد ہم نے سنگ سار کیا، میں ڈرتا ہوں کہ لوگوں پر ایک ایسا زمانہ بھی آئے گا کہ کوئی کہنے والا کہیگا کہ اللہ کی کتاب میں تو ہمیں رجم کی آیت ملتی ہی نہیں، پس جو فرض اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا اسے ترک کر کے گمراہ ہو جائیں گے، سنگ سار کرنے کا حکم قرآن کریم کی رو سے حق ہے؟ جو بھی شادی شدہ زنا کرے خواہ وہ مرد ہو یا عورت جبکہ گواہی قائم ہو جائے یا حمل ٹھہر جائے یا خود اعتراف کرے، ایک حدیث نسائی میں ابی بن کعب سے روایت ہے۔

سورہ احزاب، سورہ بقرہ کے برابر یا اس سے بھی بڑی تھی، اس میں آیت رجم بھی تھی، لیکن اس کی بہت سی دوسری آیتوں کے ساتھ یہ بھی اٹھالی گئی، اس روایت کی سند کو حافظ ابن کثیر نے حق قرار دیا ہے، یہ سورہ

سے ۵ھ میں مدینہ میں نازل ہوئی۔

غور طلب بات یہ ہے کہ حضرت عمرؓ یہ اقرار کر رہے ہیں کہ آیت رجم نازل ہوئی تھی اور اب قرآن میں نہیں ہے تو قرآن میں لکھی کیوں نہیں گئی؟ جب کہ عمر کے کہنے پر ہی ابوبکر کے حکم سے قرآن جمع ہو کر لکھا گیا، ایک روایت یہ ہے کہ قرآن جمع ہو چکا تھا اور وہ چار صحابی تھے جنہوں نے لکھا تھا، مگر حقیقت یہ ہے کہ قرآن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں آپ کی نگرانی میں ہی لکھا جا چکا تھا اور قرآن کی جلدیں ہر جگہ محفوظ حالت میں ہی جا چکی تھیں، نہ ابوبکر نے جمع کیا نہ عثمان نے، یہ سب روایتیں موضوع ہیں اور قرآن محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام کو شک کے دائرے میں لانے کے مترادف ہیں، یہ ایک زبردست سازش ہے جس کا شکار یہ مسلم قوم ہو چکی ہے جس سے نجات پانا مشکل ہو رہا ہے۔

بھلا ایک اتنی اہم کتاب ضابطہ حیات جو قیامت تک رہنا ہے جس سے روشنی ملے گی، محمد صلی اللہ علیہ وسلم منتشر حالت میں چھوڑ کر کیسے رخصت ہو سکتے تھے، جب کہ دین محمد کی زندگی میں غالب مکمل ہو چکا تھا، اس طرح کی باتیں ایک زبردست سازش ہیں، اس لیے نہ تو آیت رجم نازل ہوئی نہ اس پر کسی نے عمل کیا، نہ ہی کوئی آیت منسوخ ہے، نہ ناسخ، اب دیکھا یہ جائے کہ قرآن کی روشنی میں زانی کی سزا سو (۱۰۰) کوڑے ہے یا سنگ سار؟

سورہ نساء ۴: ۲۵۔ میں شادی شدہ ما ملکت ایمان کی سزا زنا کرنے پر آدھی بتائی گئی ہے اور سورہ احزاب ۳۳: ۳۰۔ میں شادی شدہ کی سزا کے لیے لفظ فحش آیا ہے جو سورہ بنی اسرائیل ۱۷: ۳۲ میں زنا کے لیے آیا ہے ایسے ہی عذاب کا لفظ سورہ نور ۲۴: ۱: ۲، میں کوڑوں کی سزا کے لیے استعمال ہوا ہے، یہی لفظ عذاب سورہ احزاب ۳۰ میں آیا ہے جس میں عذاب یعنی سزا دوگنا بتایا گیا ہے دو سو (۲۰۰) کوڑے۔

اب ایمان داری سے فیصلہ ہوتا ہے کہ سزا کون سی ہے، اگر شادی شدہ کی سزا رجم تسلیم کر لی جائے جیسا کہ رائج ہے تو رجم میں آدھی اور دوگنی کیسے ہو گی؟ دوگنی، آدھی یا چوتھائی تو اس عدد کی ہو سکتی ہے جس کی تعداد معلوم ہو اور جس کی تعداد معلوم نہ ہو تو اس کی آدھی یا دوگنی کیسے ہو سکتی ہے؟ جب کہ سنگ ساری میں زانی کو پتھر مارتے مارتے ہی ختم کر دیا جاتا ہے، وہ پہلے پتھر میں بھی مر سکتا ہے اور دو چار سو پتھروں کے بعد بھی زندہ رہ سکتا ہے، پتھروں کا وزن بھی مختلف ہو سکتا ہے، ایسی حالت میں پتھروں کی سزا آدھی دوگنی کیسے ہو سکتی ہے؟ جبکہ (۴: ۲۵) میں شادی شدہ کی سزا آدھی ہے اور ۳۳: ۳۰۔ میں شادی شدہ کی دوگنی سزا ہے، اس سے ثابت ہوا کہ رجم کی سزا کا کوئی وجود نہیں ہے صرف اور صرف سو (۱۰۰) کوڑوں کی سزا ہے، چاہے شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ، روایت میں کہا گیا ہے کہ آیت رجم تو رات میں ہے اور محمد نے اس کو دیکھ کر ہی زانی کو یہ سزا دی اور مقرر کی اور کہا جاتا ہے کہ اس سزا کو دینے کے بعد محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا کہ اے اللہ! میں نے تیرے اس حکم کو زندہ کیا جس کو وہ مٹا چکے تھے۔

کیا توریت میں آج یہ آیت موجود ہے؟ اگر ہے یا تھی تو قرآن میں کیوں نہیں؟ جب قرآن ہی سے

ثابت ہے کہ جو شریعت پہلے رسولوں کی تھی وہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور جو قرآن میں ہے وہی پہلی کتابوں میں تھا، مگر پہلوں نے بدل دیا۔ (۴۲:۱۳، ۲:۱۳۰، ۳۵:۱۳۶، ۳:۹۵) یہ آیات قرآن میں ہیں اور ہم پڑھتے بھی ہیں، پھر ہم غور کیوں نہیں کرتے؟ کیا ہمارے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں؟ (۴۷:۲۴) اصل بات یہ ہے کہ آیت رجم توریت میں بھی نہیں تھی، اگر کوئی توریت کا نسخہ لا کر بتائے کہ اس میں سنگ سار لکھا ہے تو وہ تحریف شدہ توریت ہوگی، علاوہ ازیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور امت محمد کو اللہ کا حکم یہ ہے کہ آپ لوگ جو بھی فیصلہ کرو اس قرآن کے مطابق کرو، جو اللہ نے نازل کیا ہے جو محفوظ ہے، اگر اس کے مطابق فیصلہ اور عمل نہیں کرو گے تو تمہارا شمار کافروں، ظالموں اور فاسقوں میں ہوگا اور کڑی سزا ملے گی، اس حکم کے ہوتے ہوئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم تحریف شدہ توریت کی طرف کیوں دیکھ رہے تھے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوسکتا کہ محمد قرآن کے علاوہ کسی اور کتاب کی طرف دیکھیں، پھر بھی جو اس اصل توریت میں تھا وہ سب قرآن میں آ گیا، تو قرآن ہی اصل ہوا۔

ایک واقعہ لکھا ہوا ہے کہ حضرت عمرؓ کے ہاتھ میں کچھ کاغذ تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کیا، عمر یہ کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا توریت کے کاغذ ہیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا، عمر اگر اب موسیٰ بھی زندہ ہوتے تو مجھ پر قرآن پر ایمان لاتے اور قرآن کو پڑھتے، ان کاغذوں کو الگ کرو، اس فرمان کے بعد کیا گنجائش رہتی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم توریت کو دیکھ کر فیصلہ کریں، جب کہ قرآن موجود ہو، یہ پڑھنے کے بعد بھی ہم نے محمد کی طرف ایسی باتیں منسوب کردیں جو ممکن ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے خلاف کچھ نہیں کر سکتے تھے جو کچھ ہم پڑھتے چلے آ رہے ہیں جس کے لیے یہ کہا جا رہا ہے کہ یہی درست ہے اگر کوئی اس کو تسلیم نہیں کرتا تو وہ سنت کو نہیں مانتا اور سنت کو نا ماننے والا اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ اس لیے ڈر کی وجہ سے کسی میں یہ ہمت نہیں ہو پاتی کہ اس لکھے کو چیلنج کردے، اگر کسی نے یہ ہمت کی بھی تو اس کا جینا دوبھر کر دیا۔ اس پریشانی کو دیکھ کر وہ بھی خاموش ہو جاتا ہے یا کر دیا جاتا ہے اور گاڑی اسی لائن پر چلتی رہتی ہے جس پر چلا دی گئی ہے۔

غلط سنت کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہوا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ پر ایک غلط الزام لگ رہا ہے، یہ ایک تہمت ہے اور تہمت لگانے والوں پر اسی (۸۰) کوڑے لگنے چاہئیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ عمل کیا اور فرمایا جو ان پر وحی آتی تھی اس کے خلاف ایک عمل بھی نہیں کیا نہ فرمایا۔ ایسے ہی صحابہ نے وہ عمل کیا جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا اور وہ قرآن میں محفوظ ہے۔

مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے بھی تدبر قرآن جلد ۵ ص ۳۶۶ پر روایت رجم اور سنگ سار کو غلط بتایا ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں بھی سنگ سار کو غلط لکھا ہے، جس جملہ کو آیت رجم کے نام سے منسوب کیا گیا ہے، جس سے شادی شدہ کی سزا رجم بتائی جاتی ہے، اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں ہے جس کا مطلب شادی شدہ ہوتا ہو، مفروضہ جملہ میں ''الشیخ والشیخۃ'' ہے جس کا مطلب ہے بوڑھا اور بوڑھی اور وہ بھی بہت زیادہ عمر رسیدہ، شادی شدہ کی عربی کچھ اور ہے، یعنی متزوّج متزوّجۃ۔

مذکورہ بالا تحریر پڑھنے کے بعد ہر آدمی پر یہ ظاہر ہو جائے گا کہ نبی نے قرآن کے مطابق زانی شادی شدہ یا غیر شادی شدہ کو سو(۱۰۰) کوڑوں کی سزا دی جو حقیقت ہے کیوں کہ نبی قرآن کے خلاف کوئی عمل نہیں کرتے تھے مگر افسوس بخاری اور دوسری احادیث کی کتابوں میں محمد کو سنگ سار کرتے لکھا ہے کہ شادی شدہ زانی کو آپ نے سنگ سار کیا۔

ذیل میں لکھا جا رہا ہے ملاحظہ ہو: جو بخاری کی روایت ہے، کتاب بخاری جلد سوم کتاب المحاربین ص ۶۱۶ حدیث نمبر ۱۷۲۲۔عبداللہ بن دینار کا بیان ہے کہ حضرت ابن عمر نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں یہودی مرد وعورت کا ایک جوڑا لایا گیا جنہوں نے بدکاری کی تھی، پس آپ نے ان سے فرمایا کہ تم اپنی کتاب میں اس کا کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمارے علماء نے یہ بتایا ہے کہ ایسے کا منہ کالا کیا جائے اور گدھے پر پیچھے کو منہ کر کے بٹھایا جائے ۔حضرت عبداللہ بن سلام عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ان سے تو ریت منگوایئے ۔پس وہ لائی گئی تو ان میں سے ایک نے رجم کی آیت پر ہاتھ رکھ لیا اور اس کے اول وآخر کی عبارت پڑھنے لگا چنانچہ حضرت ابن سلام نے اس سے کہا کہ اپنا ہاتھ تو اٹھاؤ دیکھا تو رجم کی آیت اس کے ہاتھ تلے تھی ۔پس رسول اللہ نے حکم فرمایا اور ان دونوں کو سنگ سار کر دیا ۔حضرت ابن عمر کا بیان ہے کہ ان دونوں کو بلاط کے مقام پر سنگ سار کیا گیا، پس میں نے یہودی کو دیکھا کہ اس عورت پر جھک جاتا تھا۔

صفحہ ۶۱۷، حدیث نمبر ۱۷۲۳ ابوسلمہ نے حضرت جابر سے روایت کی ہے کہ قبیلہ اسلم کا ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا اور اس نے زنا کا اعتراف کیا پس نبی کریم نے اس کی جانب سے منہ پھیر لیا یہاں تک کہ اس نے چار مرتبہ اپنے اوپر گواہی دی تو نبی کریم نے اس سے فرمایا کیا تمہیں جنون ہے؟ اس نے کہا نہیں، فرمایا کیا شادی شدہ ہو؟ عرض گزار ہوا کہ ہاں، پس آپ نے حکم فرمایا تو اسے مقام مصلّٰی پر رجم کیا گیا ۔جب اسے پتھر لگے تو بھاگ کھڑا ہوا، ہم نے اسے پکڑ کر سنگ سار کیا، یہاں تک کہ وہ مر گیا ۔پس نبی کریم نے اسے بھلائی کے ساتھ یاد فرمایا اور اس کی نماز جنازہ پڑھی، یونس ابن جریج نے زہری سے نماز پڑھنا روایت نہیں کیا ۔کتب روایات میں اور بھی روایات ہیں جن میں نبی کریم کو سنگ سار کرتے دکھایا گیا ہے، کیا یہ ممکن ہے؟ ہرگز نہیں، اس لیے نبی کریم کا وہ کردار درست ہے جو پہلے حصہ میں لکھا گیا ہے ۔دوسرے حصہ کا کردار ختم ہے اس لیے اس کردار کو ماننا درست نہیں، اللہ ہم پر رحم کرے۔

نوٹ: ۔مسلمانوں نے علاقہ عجم جس میں ایران وعراق شامل ہیں کو تلوار سے فتح کیا مگر ان عجمیوں یعنی ایرانیوں نے فریب کے ساتھ اپنی ہار کا بدلہ لینے کے لیے مسلمانوں کو اپنے قلم سے فتح کر لیا اور قرآن کے خلاف ایسا فقہ بنا کر پیش کر دیا جس کو یہ مسلم قوم مان رہی ہے جس کے نتیجے میں یہ ذلیل ہو چکی ہے جب کہ اس کو غالب رہنا چاہیے، کب جب یہ مومن ہو قرآن کو مان کر۔

متعہ

متعہ جوایک وقتی نکاح کیا جاتا ہےاس کوقرآن نے حرام بتایا ہے، مگراس کوتراجم وتفاسیراورروایات میں ایسا لکھا گیا ہے گویا یہ حلال ہےاوراس کی اجازت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے دی تھی، کیا قرآن کے حرام کورسول حلال کر سکتے تھے؟ ہرگزنہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے متع کومنسوب کر کےان کی کردارکشی کی گئی ہے۔ذیل میں اس کے بارے میں لکھاجارہاہے، کیامتعہ جائز ہے؟یا حرام؟

سورہ نساء۴:۲۴۔میں لفظ ''فـمـا اسـتمتعتم '' آیا ہےاس کا مطلب یہ ہے کہ جن سے نکاح کا فائدہ حاصل کرو، لیکن اس لفظ سےایک فرقہ متعہ ثابت کرتا ہےاورمتعہ کررہاہے۔ویسےشروع زمانہ میں ایسا لگتا ہے کہ ہرمسلمان متعہ کوجائزمان کرکیا کرتا تھااورکہا گیا ہےاس کی اجازت رسول نے دی تھی جوروایات میں درج ہے، جس سے دوراوّل کے مسلمانوں نے اس اجازت سے فائدہ اٹھایا، جب کہ یہ فعل قطعی حرام ہے۔کیا دوراوّل کے مسلمان قرآن کواس طرح ہی سمجھتے تھے؟اورکیا محمد اس غلط کام کی اجازت دے سکتے تھے؟یا بفرض محال اگر اجازت دی تھی توضروراللہ کےحکم سے ہوگی۔اس کے بعد لکھتے ہیں کہ محمد نے متعہ سے منع کردیا، اگرانکارکیا ہےتو وہ بھی اللہ کےحکم سے ہوگا اوردونوں حکم قرآن میں ہونا ضروری ہیں، جب کہ قرآن میں یہ حکم موجودنہیں ہیں۔ اب غورکیا جائے حقیقت کیا ہے؟

سورہ نساء کی آیت میں ''فيـمـا تراضيتم به من بعد الفريضة'' کے الفاظ''فما استمتعم به منهـن فـاتو هن اجورهن فريضة'' کے بعد آئے ہیں،جن میں باہمی رضامندی کے ساتھ مقررہ زرمہر میں سے کچھ واپس لے لینے کوجائزقراردیا گیا ہے۔اس سے بھی''فمااستمتعتم'' کامعنی دائمی نکاح ثابت ہوتا ہے، کوئی نام نہادوقتی نکاح (متعہ) ثابت نہیں ہوتا، کیوں کہ جوعورت ایک دن یاایک سال کے لیے نکاح متعہ کرتی ہےاوراس مدت کااس حرام کام پرزراجرت حاصل کرتی ہےاورجس کومیعاد کے بعد نکاح سے خودبخودآزاد ہوجاتا ہے،اسےاپنے وقتی مشروطیار سے کیاخاک محبت ہوگی کہ وہ اپنی مقررہ اجرت میں سے کچھ واپس دےیا ایسے ہی شوہر کامعاملہ ہے کہ مشروط حرام شوہر،جانے والی حرام بیوی کوکیوں دےگا۔

متعہ کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ میعادی نکاح ہوتا ہے، جومیعادختم ہوتے ہی بغیرطلاق کے ٹوٹ جاتا ہے، اس مدت میں جوکہ مقررکی گئی ہے، مسلمانوں کےتقریباً سارےمسلکوں کا ماننا ہے کہ اوائیل اسلام میں اس قسم کےنکاح کی اجازت تھی جورسول اللہ نے دی تھی،ملاحظہ ہو۔

بخاری جلد دوم کتاب التفسیرص۲۷۷، حدیث نمبر ۲۸ ۷ارمیں ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود فرماتے ہیں کہ ہم جہاد کی غرض سے نبی کے ہمراہ تھےاورہمارےساتھ عورتیں نہ تھیں۔ہم نے کہا کہ کیا ہم اپنے آپ کوخصی نہ کرلیں؟ آپ نے ہمیں ایسا کرنے سے روکا اوراس کے بعد ہمیں اجازت مرحمت فرمائی کہ تھوڑی

مدت کے لیے کسی عورت سے نکاح کرلیا جائے۔آپ نے پھر اس آیت کی تلاوت کی کہ'' حرام نہ ٹھہراؤ، وہ ستھری چیزیں جواللہ نے تمہارے لیے حلال کیں'' (سورہ مائدہ آیت ۸۷)

ذیل میں مؤطاامام مالک کا حوالہ پیش ہے اس میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے متعہ کو چار بار حلال کیااور چار بار حرام (نعوذ)مؤطاامام مالک مترجم مطبوعہ آرام باغ، کراچی، ص ۴۵۰ سطر ۱ تا ۱۰ ار پر درج ہے۔

ایک تفسیر ذیل میں درج ہے جس تفسیر نے قرآن کو نامکمل کر دیا (نعوذباللہ)،اختلاف روایات میں تو بہت ہیں مگراس تفسیر نے قرآن میں بھی اختلاف ثابت کردیا اور قرآن کو بھی شک کے دائرے میں لانے کی کوشش کی گئی ہےاور کسی کے چہرے پر کوئی شکن نہیں پیدا ہوا۔

قرآن کی شکایت

تو نے یہ کیا غضب کیا مجھ کو ہی مجبور کردیا: میں ہی تو ایک حق ہوں اس بساط کائنات پر، امام طبری کی تفسیر اہل سنت کے یہاں ام التفاسیر کہلاتی ہے،مگراس تفسیر اورامام طبری تاریخ اور سیرت کی کتاب نے قرآن کو مجبور بنا کر رکھ دیا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط الزام لگا کران کی کردار کشی کی گئی ہے جو شتم کے درجہ میں آتی ہے، اللہ رحم کرے، یہ سب سے پہلی مدون تفسیر ہے، بعد کی تمام تفسیریں اور تراجم قریب قریب اسی سے ماخوذ ہیں۔امام طبری متعہ کی سند کس طرح لاتے ہیں؟ وہ کہتے ہیں ابو ثابت کا بیان ہے کہ ابن عباسؓ نے مجھے ایک مصحف دیا اور کہا کہ یہ ابی بن کعب کی قرأت کے مطابق ہے۔یحییٰ بن عیسیٰ جو اس روایت کے ناقل ہیں، نصیر بن ابی الاشعث سے ان کا بیان ہے کہ اس مصحف کو نصیر کے پاس دیکھا، اس میں لکھا تھا "**فما استمتعتم به مهن الى اجل مسمى**" (یعنی تم عورتوں سے متعہ کرو ایک میعاد مقررہ کے لیے) ابونصیر کی روایت ہے کہ میں نے ابن عباس سے متعہ کے متعلق دریافت کیا، انہوں نے کہا کہ کیا تم سورہ نساء کی تلاوت نہیں کرتے؟ میں نے کہا کیوں نہیں؟ پھر اس میں یہ آیت نہیں پڑھا کرتے: "**فما استمتعتم به مهن الى اجل مسمى**" میں نے کہا نہیں، میں اگر اس طرح پڑھتا ہوتا آپ سے دریافت کیوں کرتا۔انہوں نے کہا اچھا تو معلوم ہونا چاہیے کہ اصلی آیت یونہی ہے۔عبداللہ علی کی روایت بھی ابونصیر سے نقل ہے کہ میں نے ابن عباس کے سامنے یہ آیت پڑھی "**فما استمتعتم به مهن**" ابن عباس نے کہا "**الى اجل مسمى**" میں نے کہا کہ میں تو اس طرح نہیں پڑھتا۔انہوں نے تین مرتبہ کہا خدا کی قسم خدا نے اسی طرح نازل کی ہے، ابو اسحٰق کی روایت ہے کہ ابن عباس نے پڑھا "**فما استمتعتم به مهن الى اجل مسمٰى**" یہ سب روایات مشتبہ ہیں اور اس میں بھی ابو اسحٰق سے روایات ہے، قتادہ کا بیان ہے کہ ابی بن کعب کی قرأت میں یوں ہے "**فما استمتعتم به مهن الى اجل مسمٰى**" عمرہ بن مرہ کی روایت ہے کہ میں نے سعید بن جبیر کو پڑھتے سنا "**فما استمتعتم به مهن الى اجل مسمٰى**"

یہ اقتباس کسی شیعہ کی کتاب کا نہیں بلکہ سنیوں کے جلیل القدر امام طبری کی تفسیر کا ہے اور جن حضرات کی طرف یہ روایت منسوب ہے وہ بلند پایہ صحابہ ہیں جو خدا کی قسم کھا کھا کر کہہ رہے ہیں کہ یہ آیت اس طرح نازل نہیں ہوئی تھی جس طرح قرآن میں درج ہے، بلکہ اس اضافہ کے ساتھ نازل ہوئی تھی، جس سے متعہ کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

نوٹ: امام طبری جن کو سنی کہا گیا ہے غلط ہے، بلکہ پکا شیعہ ایرانی تھا اور اس نے جان بوجھ کر تفسیر، سیرت اور تاریخ اس طرح مرتب کی کہ کسی کو شبہ بھی نہ ہو اور اس نے قرآن کو مجبور بنا دیا اور مسلمانوں کو قرآن سے دور کر دیا جس کا نتیجہ آج یہ قوم دیکھ رہی ہے، یعنی مغلوب ہو چکی ہے، کہیں اس سے ہمدردی کی گنجائش نہیں ہے، ان کو شیعہ ثابت کرنے کے لیے بہت کچھ ہے جو ان کی تصانیف میں درج ہے اور اس مذکورہ عبارت نے بھی اس کو اس مقام پر کھڑا کر دیا ہے جس کی تردید نہیں ہو سکتی۔

مقام غور ہے کہ بات کہاں سے کہاں تک پہنچ رہی ہے۔ ان روایات اور تفاسیر کی رو سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ:

(۱) جو آیات قرآن میں درج ہیں اس شکل میں نازل نہیں ہوئیں تھیں بلکہ مختلف صحابہ کی قرأتوں کی رو سے ان کی تنزیلی شکلیں کچھ اور تھیں۔

(۲) خود رسول اللہ نے صحابہ کو مٹھی بھر جو یا آٹے کے عوض عورتوں سے متعہ کی اجازت دے رکھی تھی اور یہ اجازت نبوت کے آخری دور تک جاری رہی۔

(۳) عہد رسالت میں اور عہد صحابہ کے اسلامی معاشرہ میں متعہ عام تھا اور اس میں کسی قسم کی جھجک محسوس نہیں ہوتی تھی نہ مردوں کو نہ عورتوں کو۔

(۴) اس کے باوجود (عہد ابوبکر کے ابتدائی زمانہ تک) متعہ برابر جاری رہا۔

(۵) حضرت عمر نے متعہ کو بند کر دیا، لیکن اس کے باوجود (صحابہ) تابعین اور فقہائے مکہ اسے جائز سمجھتے رہے۔

(۶) اور جنہوں نے اسے طوعاً و کرہاً ناجائز سمجھا وہ بھی کہ کہتے رہے کہ عمر نے خدا کی ایک بہت بڑی نعمت کو روک دیا۔

چنانچہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی اپنی تفسیر مظہری صفحہ ۲۷۵ میں لکھتے ہیں کہ محدث عبدالرزاق نے اپنی کتاب میں ابن جریج سے اور انہوں نے عطا سے روایت کی ہے کہ ابن عباس کہا کرتے تھے کہ متعہ کا جائز ہونا خدا کی طرف سے اپنے بندوں پر رحمت کی حیثیت رکھتا تھا اگر عمر نے اس کی مخالفت نہ کر دی ہوتی تو کبھی کسی کو زنا کی ضرورت نہ ہوتی۔

کیا کوئی عقلمند انسان تسلیم کر سکتا ہے کہ یہ روایات اور تفسیر اور اجازت واقعی رسول صلی اللہ علیہ وسلم

کی ہو سکتی ہیں؟ کبھی نہیں، رسول نے کبھی متعہ کی اجازت نہیں دی، متعہ بعد والے نفس پرستوں نے جاری کیا ہے جو آج تک جاری ہے۔

ائمہ اربعہ اور جمہور کے نزدیک متعہ ناجائز ہے اوائل اسلام میں متعہ درست تھا پھر واقعہ خیبر کے روز حرام ہوا، پھر عمرۃ القضا میں درست ہوا، پھر فتح مکہ کے دن حرام ہوا، پھر جنگ اوطاس میں درست ہوا پھر حرام ہوا، پھر جنگ تبوک میں درست ہوا، پھر حجۃ الوداع میں حرام ہوا، اس بار بار کی حلت و حرمت سے لوگوں کو شبہ باقی رہا۔ بعض لوگ متعہ کرتے تھے بعض نہیں کرتے تھے، مال کے ساتھ یہاں تک کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات ہوئی اور حضرت ابو بکر کی خلافت میں بھی ایسا ہی رہا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے اس کی حرمت بر سر منبر بیان کی، تب سے لوگوں نے متعہ کرنا چھوڑ دیا، مگر بعض صحابہ اس کے جواز کے قائل رہے، جیسے جابر بن عبداللہ، عبداللہ بن مسعود (یعنی مفسر قرآن) ابو سعید، معاویہ، اسماء بنت ابو بکر، عبداللہ بن عباس (یعنی مفسر قرآن) عمر بن حویرث اور سلمہ بن الاکوع اور جماعت تابعین میں سے بھی ایک تعداد متعہ کے جواز کی قائل ہوئی ہے، یہ رہا حدیثوں کا بیان، مؤطا امام مالک مترجم مطبوعہ آرام باغ، کراچی، ص ۴۵۰ سطر ا تا ۱۰ پر درج ہے۔

تھوڑا رک کر اس آیت پر غور ضروری ہے جس آیت کی شان نزول کو متعہ کی اجازت مانا جا رہا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شان نزول کی وجہ سے ہی متعہ کی اجازت دی تھی، آیت پیش ہے۔ اہل علم حضرات غور کریں کیا اس آیت سے متعہ کی اجازت ہے؟

سورہ مائدہ: ۸۷۔ اے ایمان والو! اللہ نے جو پاک چیزیں تمہارے لیے حلال کی ہیں انہیں حرام مت کرنا اور حد سے آگے نہ بڑھو (۳:۹۳، ۱:۶۶) حد سے آگے بڑھنے والوں کو اللہ دوست نہیں رکھتا۔

۸۸:۵۔ لہٰذا جتنی پاک اور حلال چیزیں اللہ نے تمہیں دے رکھی ہیں انہیں کھاؤ اور جس اللہ پر تمہارا ایمان ہے اس کی نافرمانی سے ڈرتے رہو۔

تفسیر مولانا مودودی، اس آیت میں دو باتیں ارشاد فرمائیں ہیں، ایک تو یہ ہے کہ خود حلال و حرام کے مختار نہ بن جاؤ، حلال وہی ہے جو اللہ نے حلال کیا اور حرام وہی ہے جو اللہ نے حرام کیا، اپنے اختیار سے کسی حلال کو حرام کرو گے تو قانون الٰہی کے بجائے قانون نفس کے پیرو قرار پاؤ گے، دوسری بات یہ ہے کہ عیسائی راہبوں، ہندو جوگیوں، بدھ مذہب کے بھکشوؤں کی طرح رہبانیت اور قطع لذت کا طریقہ اختیار نہ کرو۔

اس آیت کی تفسیر قارئین نے پڑھ لی، اگر یہ تفسیر بھی نہ پڑھی جائے تب بھی آیت کا مطلب صاف ہے۔ اللہ نے جو رزق اور چیزیں پاک اور حلال دی ہیں ان کو حرام نہ کرو اور جو حرام کیا ہے اس کو حلال نہ کرو، اگر اللہ کی نافرمانی کرو گے تو تم خود ہی اللہ بن جاؤ گے جو غلط ہے، مولانا مودودی صاحب نے اس آیت کی تفسیر درست کی ہے جو آیت سے ظاہر ہے مگر افسوس اسی آیت کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نہ سمجھ سکے اور اصحاب کے کہنے پر ان کی پریشانی کو دور کر دیا اور متعہ کی اجازت دے دی یہ کہہ کر کہ متعہ اللہ نے حلال کیا ہے اس کو حرام نہ کرو کیا یہ ممکن

ہے؟ ہرگز نہیں، نبی نے قرآن کو سمجھا عمل کیا اور بتایا، انہوں نے کبھی متعہ کی اجازت نہیں دی قرآن نے متعہ کو حرام بتایا ہے۔(۲۴:۴)

حدیث میں درج ہے کہ جنگ کے موقع پر نبی نے مسلمانوں کے کہنے پر متعہ کی اجازت دی، جنگیں مدینہ میں شروع ہوئیں اور اس وقت تک قرآن میں یہ نازل ہو چکا تھا کہ کسی بھی عورت سے جس سے نکاح جائز ہے اس سے مباشرت قانونی نکاح کے بعد ہی ہو سکتی ہے وہ نکاح جو دائمی ہو وقتی نہ ہو اور مہر وغیرہ کے ساتھ ہو، اگر کبھی طلاق کی نوبت آئے تو قرآن میں درج ہدایات کے مطابق ہی طلاق ہو گی یا خلع ہو گا آج کل جو طلاق کا طریقہ چل رہا ہے وہ قرآن کے خلاف ہے۔

اب اس حدیث پر غور کیا جائے جس میں درج ہے کہ صحابہ نے بیویوں سے دور ہونے کی وجہ سے یہ اجازت مانگی تھی، اس لیے ان سے نفس کی شدت برداشت نہیں ہو رہی تھی۔ انہوں نے اس کا علاج یہ سوچا کہ خصی ہو جائیں مگر نبی نے (۵:۸۷) کے مطابق کہا کہ تم عورتوں سے میعاد کے ساتھ اجرت پر نکاح کرو، انہوں نے کر لیا، علاج بہت آسان بتایا گیا، پریشانی دور ہو گئی۔ غور طلب بات یہ ہے کہ صحابہ کے ساتھ اتنی مومنہ عورتیں چلتی تھیں؟ یا اس علاقے میں اتنی غیر مسلم عورتیں فارغ تھیں جو صحابہ کو مل جاتی تھیں؟ کیا صحابہ کے پاس اتنی رقم تھی جس سے متعہ ہو جاتا تھا؟ کیا صحابہ اتنے نفس پرست تھے کہ ان سے گنتی کے چند دن بھی عورتوں کے بغیر کاٹنے مشکل ہو جاتے تھے؟ جب کہ لکھا ہے کہ ان کو پیٹ بھر کھانا بھی نہیں ملتا تھا، پیٹ پر پتھر باندھنے پڑتے تھے اور زیادہ تر روزے رکھتے، ایسی حالت میں کیا نفس اتنا پریشان کر سکتا ہے؟ اور جب مسلمانوں کا لشکر وہاں سے روانہ ہوتا تھا تو کیا ان عورتوں کو چھوڑ آتا تھا؟ پھر دوسری جگہ عورتوں کو تلاش کر کے متعہ کیا جاتا تھا؟ یا وہ عورتیں ہی وہاں پہنچ جاتی تھیں؟ گویا ساتھ ساتھ ایک لشکر ان عورتوں کا بھی چلتا ہوگا، مباشرت ہونے کے بعد ان عورتوں کو حمل بھی ٹھہر جاتا ہوگا تو ان بچوں کا کیا ہوتا ہوگا؟ یا برتھ کنٹرول کا طریقہ اختیار کیا جاتا تھا؟ یا ان کا اسقاط حمل کرایا جاتا تھا؟ اگر ہاں تو کیا آج ان طریقوں پر عمل جائز مانا جائے گا، مگر اسلام میں یہ سب باتیں حرام ہیں اس لیے متعہ بھی حرام ہے۔

ہاں ایک بات اور یہ کہ جنگ تو دشمن سے ہوتی ہے تو اس دشمن علاقے میں متعہ کے لیے عورتیں کیسے مل سکتی تھیں؟ کیونکہ وہاں تو سب دشمن ہوتے ہیں اور اگر عورتیں مل بھی جائیں تو وہ سب دشمن ہوں گی، کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ اس بات کو نہیں جانتے تھے؟ اور ان دشمن عورتوں کو اپنے لشکر میں لا کر نفس پرستی کرتے تھے (نعوذ باللہ) کیا وہ عورتیں جاسوسی نہیں کر سکتی تھیں؟ دشمن کا مقصد تو ہر قیمت پر لشکر مخالف کی جانکاری حاصل کرنا ہوتا ہے اور اس کام میں بڑی پریشانی آتی ہے، مگر دشمن کو مسلمانوں کی جاسوسی کرانے کا یہ موقع بڑا آسان اور مسلمانوں کی نفس پرستی اور رضامندی سے ہی حاصل ہو جاتا تھا۔ قرآن میں تو مہاجر مومنہ عورتوں کا بھی امتحان لینے کو کہا ہے (۶۰:۱۰) پھر نبی دشمن عورتوں کو اپنے لشکر میں کیسے داخلہ دے سکتے تھے؟ اللہ مسلمانوں کو عقل دے یا

وہ عورتیں دشمن نہ ہوتے ہوئے مومن ہوتی تھیں، اگر ایسا ہے تو یہ کام بھی بڑی کراہت اور خلاف قرآن و اخلاق ہے۔ کیا کوئی مسلمان اس طرح اپنی عورتوں کو متعہ کے لیے پیش کرسکتا ہے؟ اور وہ مومن عورتیں دشمن علاقے میں کیوں تھیں۔

ان سب باتوں کو پڑھنے کے بعد ایک سمجھدار آدمی کیا کہیگا؟ اور اسلام کا مخالف کیا کہے گا؟ اور ایک حق کا متلاشی آدمی کیا اثر لے گا؟ سمجھدار آدمی یہی کہے گا کہ یہ سب بکواس ہے۔ قرآن اور نبی کے مقام کے خلاف ہے، صحابہ اور ہر ایماندار آدمی کے کردار کے خلاف ہے، کوئی مومن اس کام کو ہرگز نہیں کرسکتا اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس مفروضہ شان نزول سے اس گندے کام کی اجازت دے سکتے تھے۔ انہوں نے کبھی اجازت نہیں دی، جو متعہ کو صحیح مان کر کر رہا ہے یا اسے شروع اسلام میں جائز مانتا ہے وہ اسلام سے خارج ہے۔ ایسی تحریروں کو مخالف اسلام پڑھے گا تو وہ اس کو لے کر توہین آمیز مضمون لکھے گا (جیسے سلمان رشدی یا تسلیمہ نسرین یا مستشرقین وغیرہ) اور مسلمان احتجاج کرے گا اور جھگڑا ہوگا اور بہت سے مسلم نوجوان پولیس اور فوج کی گولیوں کا شکار ہوں گے۔ اس سے حق کا متلاشی حق سے نفرت کرے گا اور دور ہو جائے گا۔ اس لیے ایسی اخلاق سوز تحریروں، حدیثوں اور تفسیروں کو کتابوں سے خارج کر دیا جائے اور اعلان کر دیا جائے کہ یہ محمد کے قول نہیں ہیں۔ ان کا ہر قول اور عمل قرآن کے مطابق ہے اور یہی شان "بشر اکمل" کی ہے۔

اگر اس خلاف عمل قرآن کو درست مان لیا جائے تو آج بھی اس پر عمل کرنا سنت ہے، لیکن یہ سب غلط اور بکواس ہے اللہ عقل دے اور جو اس کام کو کر رہا ہے اس کا قرآنی اسلام سے کوئی مطلب نہیں ہے۔

متعہ نہ کبھی حلال تھا اور نہ ہی آج حلال ہے، بھلا حرام کام کو محمد کیسے اجازت دیتے، صحابہ کرام کی قرآن میں بڑی تعریف آئی ہے۔ اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی ہیں یعنی اس کے نبی اور دین سے راضی اور عامل، اس وجہ سے ہی اللہ نے ان کو کامیاب کیا اور وہ دنیا پر چھا گئے تھے۔ آج بھی کامیابی اسی میں ہے کہ ہم بھی اللہ سے راضی ہو جائیں اس کے سچے دین پر عمل کریں جو قرآن میں ہے اور یہی طریقہ راضی ہونے کا ہے، مگر آج ہم اللہ سے راضی نہیں ہیں ناراض ہیں اگر راضی ہونا ہے تو قرآن پر عمل کرنا ہے۔

کیا کبھی ہم نے غور کیا ہے کہ ان مومن ہستیوں کے بارے میں کیا لکھا گیا ہے؟ ایک ایسے وقت کے لیے جس وقت میں ہر آدمی کو اللہ کی رضا درکار ہوتی ہے یعنی اللہ کی فرمانبرداری، جہاد کے موقع پر دین کا غلبہ یا شہادت، اس کے علاوہ اور کوئی مقصد نہیں ہوتا، ہاں اگر وہ منافق ہوتے ہیں تو وہ اللہ کی رضا نہیں چاہتے بلکہ شیطان کی رضا چاہتے ہیں۔ اس لیے اسلام میں متعہ نفس پرستی حرام کاری کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے، نہ کبھی تھی۔ ذیل میں یہ بھی درج کر دیا جائے کہ اللہ کہتا ہے کہ غیروں کو راز دار نہ بناؤ۔

سورہ نسا ۴:۱۴۴ اے ایمان والو! مومنوں کو چھوڑ کر ان کافروں کو اپنا دوست نہ بناؤ کیا تم چاہتے ہو کہ اللہ کا کھلا ہوا الزام اپنے اوپر لے لو۔

توبہ۹:۲۳۔اے ایمان والو! اگر تمہارے باپ اور بہن بھائی ایمان کے مقابلہ میں کفر کو پسند کریں تو ان سے دوستی نہ رکھو اس حکم کے بعد جو اس حکم سے روگردانی کریں گے تو وہی ظالم ہیں۔

المجادلہ۵۸:۲۲۔جو لوگ اللہ پر اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتے ہیں تم ان کو اللہ اور اس کے رسول کے دشمنوں سے کبھی دوستی کرتے ہوئے نہ دیکھو گے، چاہے وہ ان کے ماں باپ یا بیٹے بھائی یا ان کے قریبی لوگ ہوں وہ وہ لوگ ہیں کہ اللہ نے ان کے دلوں میں ایمان کا نقش جما دیا ہے اور اپنی غیبی طاقت سے ان کی مدد کی ہے اور وہ ان کو باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے خوش ہیں، یقین رکھو کہ اللہ کا لشکر ہی فلاح پانے والا ہے۔

سورہ ممتحنہ ۶۰:۱۔اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اگر تم میری راہ میں جہاد کرنے کے لیے اور میری رضا جوئی کی آرزو سے نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت بنانا کیا تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجو گے؟ حالانکہ تمہارے پاس جو دین حق آیا ہے وہ اس کو ماننے سے انکار کر چکے ہیں اور اس وجہ سے کہ تم اپنے رب پر ایمان لائے ہو اور وہ رسول کو اور تم کو جلاوطن بھی کر دیں گے تو کیا تم ان کی طرف پوشیدہ دوستی کا پیغام بھیجو گے؟ اور جو کچھ تم چھپ کر اور ظاہر کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستے سے بھٹک جائے گا۔

۶۰:۹۔اللہ تمہیں انہیں لوگوں سے دوستی کرنے سے منع کرتا ہے جو تم سے دین کے بارے میں لڑے اور جنہوں نے تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں تمہارے دشمنوں کی مدد کی اور جو ان سے دوستی کرے گا اللہ کے حکم سے روگردانی کرتے ہوئے وہی ظالم ہیں۔

۶۰:۱۰۔مسلمانو! جو مومن عورتیں ہجرت کر کے تمہارے پاس آئیں، ان کی جانچ کر لیا کرو، ان کے ایمان کو اللہ ہی خوب جانتا ہے، پھر اگر تم کو یقین آ جائے کہ وہ مسلمان ہیں تو انہیں کفار کی طرف واپس نہ کرو، نہ تو وہ عورتیں کافروں کو حلال ہیں نہ کافر ان عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

۶۰:۱۳۔اے ایمان والو! اللہ نے سورت کے شروع میں جو بتا دیا ہے کہ کافروں کو دوست نہ بنانا تو اس حکم کی خلاف ورزی نہ کرنا کیوں کہ ان پر اللہ کا غضب ہوا ہے وہ وہ ہیں جو آخرت سے اسی طرح مایوس ہیں جس طرح مایوس تھے وہ کافر جو قبروں میں جا چکے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں بڑی وضاحت کے ساتھ بتا دیا کہ اپنے دشمنوں کو راز دار دوست نہ بنانا اور جس عورت سے نکاح کیا ہے وہ تو راز دار ہو جاتی ہے دوست تو باہر ہی رہتا ہے مگر وہ عورت اندر رہتی ہے اور ہر معاملہ سے واقف ہوتی ہے تو ایسی حالت میں اگر وہ عورت کافر منافق ہے تو ادھر کے راز اپنی قوم کو دے گی اور یہ کام ان متعہ والی عورتوں سے بڑی آسانی کے ساتھ لیا جائے گا، اللہ نے اسی وجہ سے ان کو راز دار بنانے سے منع کیا ہے اور خبردار کیا ہے کہ جو اس حکم کی خلاف ورزی کرے گا وہ ظالم ہے۔

مقام غور ہے کہ اس کھلے حکم کے ہوتے ہوئے محمد کیسے متعہ کی اجازت دیتے اور کیسے مجاہد اس غلط کام کی اجازت طلب کرتے ۔اس لیے نہ ہی صحابہ نے اجازت مانگی اور نہ ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی امید کی جا سکتی تھی ہرگز محمد اجازت نہیں دیتے، یہ ہے حقیقت لیکن آج تک قوم نے یہ نہ جانا کہ متعہ کے بارے میں جو لکھا ہے وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر شتم ہے کردار کشی ہے اس بشر اکمل کی سیرت کے خلاف ہے ۔اللہ رحم کرے۔

کیا نبی وحی کے کسی حصہ کو چھوڑنا چاہتے تھے؟

ترجمہ ایسا ہی کیا گیا ہے جو غلط ہے ملاحظہ ہو:

سورہ ہود ۱۱:۱۲۔پس شاید کہ آپ اس وحی کے کسی حصے کو چھوڑ دینے والے ہیں جو آپ کی طرف نازل کی جاتی ہے اور اس سے آپ کا دل تنگ ہے ۔صرف ان کی اس بات پر کہ اس پر کوئی خزانہ کیوں نہیں اترا؟ یا اس کے ساتھ کوئی فرشتہ ہی آتا ،سن لیجئے آپ تو صرف ڈرانے والے ہی ہیں اور ہر چیز کا ذمہ دار اللہ تعالیٰ ہے۔

تفسیر :مشرکین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بابت کہتے رہتے تھے کہ اس کے ساتھ کوئی فرشتہ کیوں نازل نہیں ہوتا یا اس کی طرف کوئی خزانہ کیوں نہیں اتار دیا جاتا (الفرقان) ایک دوسرے مقام پر فرمایا گیا ''ہمیں معلوم ہے کہ یہ لوگ آپ کی بابت جو باتیں کہتے ہیں، ان سے آپ کا سینہ تنگ ہوتا ہے (سورہ الحجر :۹۸) اس آیت میں انہی باتوں کے حوالے سے کہا جا رہا ہے کہ شاید آپ کا سینہ تنگ ہو اور کچھ باتیں جو آپ کی طرف وحی کی جاتی ہیں اور وہ مشرکین پر گراں گزرتی ہیں، ممکن ہے آپ انہیں سنانا پسند نہ کریں، آپ کا کام صرف انذار و تبلیغ ہے، وہ آپ ہر صورت میں کیے جائیں۔

یہ ترجمہ :اور تفسیر مولانا جوناگڑھی کی کتاب سے لیا ہے اور تقریباً سب نے ہی ایسا لکھا ہے کیوں کہ سب نے ایک دوسرے کی نقل کی ہے مختلف الفاظ کے ساتھ نفس مضمون ایک ہی ہے کیوں کہ سب کا استاد ایک محمد بن جریر طبری ہے، ایسی تفسیر اور ترجمہ کو پڑھ کر قاری غور کریں کہ نبی کو کس مقام پر رکھا گیا ہے ۔اللہ رحم کرے!

روایات کا ایک الزام نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر یہ ہے کہ آپ ایک نابینا پر ترش رو ہوئے ذیل میں پیش ہے۔

سورہ عبس ۸۰:۱۔وہ ترش رو ہوا اور منہ موڑ لیا۔

۸۰:۲۔(صرف اس لیے) کہ اس کے پاس ایک نابینا آیا۔

۸۰:۳۔تجھے کیا خبر شاید سنور جاتا۔

۸۰:۴۔یا نصیحت سنتا اور اسے نصیحت فائدہ پہنچاتی۔

۸۰:۵۔جو بے پروائی کرتا ہے۔

۸۰:۶۔اس کی طرف تو تو پوری توجہ کرتا ہے۔

۸۰:۷۔حالانکہ اس کے نہ سنورنے سے تجھ پر کوئی الزام نہیں۔

تفسیر :اس کی شان نزول میں تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ یہ حضرت عبداللہ بن ام مکتوم کے بارے میں نازل ہوئی ۔ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اشراف قریش بیٹھے گفتگو کررہے تھے کہ اچانک ابن مکتوم جو نابینا تھے ،تشریف لے آئے اور آ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دین کی باتیں پوچھنے لگے ۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر ناگواری محسوس کی اور کچھ بے توجہی سی برتی ،چنانچہ تنبیہ کے طور پر ان آیات کا نزول ہوا ۔(ترمذی تفسیر سورہ عبس ،صححہ الالبانی)

ابن مکتوم کی آمد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرے پر جو ناگواری کے اثرات ظاہر ہوئے اسے عبس سے اور بے توجہی سے تعبیر فرمایا ۔

اس میں آپ کو مزید توجہ دلائی گئی ہے کہ مخلصین کو چھوڑ کر معترضین کی طرف توجہ مبذول رکھنا صحیح بات نہیں ہے ۔تفسیر اور ترجمہ مولانا جونا گڑھی کی ہے اور سب اس راہ کے راہی ہیں ۔

کیا نبی سے اس امر کی امید کی جاسکتی ہے کہ وہ اس طرح کا برتاؤ کسی بھی آدمی کے ساتھ کریں ،اللہ کا کیا حکم ہے ملاحظہ ہو:

آل عمران ۳:۱۵۹ ۔سنو ! کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے سو تو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ کر کام میں ۔

انعام ۶:۵۲ ۔اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام ،چاہتے ہیں اس کی رضا ،تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے کچھ ،تو ان کو دور کرنے لگے پس ہو جائے گا تو بے انصافوں میں ۔

روم ۳۰:۱۱ ۔اور اے قوم کون چھڑائے مجھ کو اللہ سے اگر ان کو ہانک دوں ،کیا تم دھیان نہیں کرتے ۔

مذکورہ بالا آیات پڑھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضور کسی پر ترش رو ہوئے ؟ پھر نہ بیا پر ترش رو ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا اور لفظ عبس بھی اس الزام کی تردید کر رہا ہے ،اگر اس لفظ سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد ہوتے تو عبس کی جگہ عبست ہوتا ،چونکہ عبست حاضر ہے اور عبس غائب ماضی واحد اور حضور حاضر تھے اس لیے یہ عبس کوئی اور ہے اس کی تصدیق کے لیے دیکھا جائے قرآن کیا کہتا ہے ۔

سورہ مدثر ۷۴:۲۱ ۔پھر نظر اٹھا کر دیکھا (یعنی پھر اللہ کے قانون پر غور کیا مگر اپنے ہی بنائے اندازے پر قائم ہو گیا)

۷۴:۲۲ ۔(اور محمد کے بتائے ہوئے طریقے سے) پھر تیوری چڑھائی اور منہ بنایا (اللہ کے قانون کو پسند نہیں کیا) ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ

۷۴:۲۲ میں لفظ عبس آیا ہے کیا اس سے مراد محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں یہ کوئی اور ہے اس لیے سورہ عبس میں بھی محمد سے مراد نہیں ہے کس سے مراد ہے ،حاضر ہے ۔

حقیقت کیا ہے سنئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کے بڑے بڑے آدمی بیٹھے تھے، آپ ان کو تبلیغ دین کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک نابینا آ گئے، چونکہ وہ بے قرار تھے اسلام کا علم حاصل کرنے کے لیے، ان نابینا کو دیکھ کر ان قریشی سرداروں میں سے کوئی ایک اس نابینا پر ترش رو ہوا، اس لیے آپ کو خطرہ ہوا کہ اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان نابینا کی طرف رُخ کریں گے اور اس کی سنیں گے اور وہ لوگ چاہتے یہ تھے کہ آپ ہماری نازبرداری کرتے رہیں، ہمارے مقابلہ میں کسی ایسے ویسے کم حیثیت والے کو ترجیح نہ دیں، وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ آپ کا قیمتی وقت برباد کریں مگر ایسا نہ ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان نابینا کی سنی، دیکھئے یہاں بھی جو الزام حضور پر لگا رکھا ہے غلط ثابت ہو گیا اور غلط ثابت کر دیا لفظ عبس نے دلیل سورہ مدثر کی آیت ۲۲ میں پیش کر دی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس آدمی کی نازیبا حرکت کی خبر دی ہے جو اس نے نابینا کے آنے پر کی تھی اور اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی ہدایات سے باخبر کر رہا ہے کہ آپ ایسا کریں، اب ہم غور کریں کہ حقیقت کیا ہے اور ہمارے مفسرین نے بات کو کہاں تک پہنچا دیا ہے، لازم ہے کہ ناموس رسول کی حفاظت کی خاطر اس طرح کی تفاسیر کی پر زور تردید کی جائے۔

روایات میں درج نبی کے معجزات

بخاری جلد دوم کتاب الانبیاء، صفحہ ۳۴۶، حدیث ۸۴۷۔ حضرت عمران بن حصین کا بیان ہے کہ بیشک ہم ایک سفر میں رسول اللہ کے ہمراہ تھے۔ پس رات بھر چلتے رہے اور صبح کے نزدیک جا کر قیام کیا۔ جب آرام کرنے لگے تو نیند نے سب پر ایسا غلبہ کیا کہ سورج طلوع ہو کر بلند ہو گیا۔ ہم میں سے جو سب سے پہلے بیدار ہوا وہ حضرت ابوبکرؓ تھے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی جگانے کی جرأت نہیں کرتا تھا، یہاں تک کہ آپ خود ہی بیدار ہوں۔ پھر حضرت عمرؓ جاگے، پھر حضرت ابوبکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک کے پاس بیٹھ گئے اور بلند آواز سے تکبیر کہی تو نبی کریم بیدار ہو گئے۔ آپ اترے اور صبح کی نماز پڑھائی۔ ایک شخص علیحدہ بیٹھا رہا اور اس نے ہمارے ساتھ نماز نہ پڑھی، جب آپ فارغ ہوئے تو فرمایا اے فلاں تمہیں ہمارے ساتھ نماز پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ عرض کیا کہ جنابت نے مجھے روک رکھا ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ مٹی سے تیمم کر کے نماز پڑھ لو، مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سواروں کے ہمراہ آگے بھیج دیا تھا کیوں کہ ہم سب کو سخت پیاس محسوس ہو رہی تھی، ہم چلے جا رہے تھے پھر ہم نے ایک عورت سے دریافت کیا کہ پانی کہاں ہے؟ اس عورت نے جواب دیا کہ پانی نہیں ہے۔ ہم نے پوچھا کہ تمہارے گھر والوں اور پانی کے درمیان کتنا فاصلہ ہے؟ کہنے لگی ایک رات دن کا، ہم نے کہا تو رسول اللہ کے پاس چل۔ کہنے لگی کون رسول اللہ؟ ہم اس کی باتیں سنی ان سنی کرتے ہوئے اسے نبی کریم صلی اللہ علیہ کی بارگاہ میں لے آئے۔ آپ نے بھی اس سے وہی گفتگو فرمائی جو ہم نے کی تھی، ہاں

اب اس نے آپ کو یہ بھی بتایا کہ وہ دو یتیم بچوں کی ماں ہے اب آپ نے دونوں مشکوں کے کھولنے کا حکم دیا اور ان کے دہانوں پر دست مبارک پھیر دیا۔

پس ہم چالیس پیاس سے تڑپتے ہوئے آدمیوں نے پانی پیا، یہاں تک کہ ہم خوب سیراب ہو گئے اور جتنے پانی کے برتن ہمارے پاس تھے سب بھر لیے ماسوا اس کے ہم نے اونٹوں کو پانی نہیں پلایا، بہر حال اس کی مشکیں پانی کی زیادتی کے باعث اب بھی پھٹی جا رہی تھیں، پھر آپ نے فرمایا جو کچھ تمہارے پاس ہے اس کے لیے لے آؤ، چنانچہ روٹی کے ٹکڑے اور کھجوریں جمع کر دی گئیں تا کہ وہ اپنے گھر والوں کے لیے لے جائے، گاؤں میں جا کر اس عورت نے کہا کہ میں نے بہت بڑے جادوگر کو دیکھا ہے یا پھر وہ نبی ہے جیسا کہ اس کے متعلق گمان کیا جاتا ہے، پس اس گاؤں والوں کو اللہ نے اس عورت کے ذریعہ ہدایت دی کہ یہ مسلمان ہوئی اور دوسرے لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

بخاری جلد دوم، ابواب المغازی صفحہ ۵۵۸، حدیث ۱۲۷۰: حضرت جابر فرماتے ہیں کہ جب ہم خندق کھود رہے تھے تو ایک سخت پتھر نکل آیا، لوگ نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوئے کہ یہ بہت بڑا پتھر نکل آیا ہے۔ نبی کریم نے فرمایا کہ میں خود خندق میں اترتا ہوں، چنانچہ آپ خود کھڑے ہوئے اور اس حال میں کہ شکم مبارک پر پتھر بندھا ہوا تھا اور ہم نے بھی تین دن سے کھایا پیا نہ تھا۔ (فاقوں کا یہ حال اور نفس اتنا موٹا کہ جہاد کے میدان میں بھی متعہ کرنے کی نوبت) پس نبی کریم نے کدال لے کر اس پتھر پر ماری تو وہ ریزہ ریزہ ہو گیا، میں عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ مجھے گھر جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جائے، پس میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں نے نبی کریم کو (بھوک کی) اسی حالت میں دیکھا ہے جو میرے لیے نا قابل برداشت ہے۔

پس تمہارے پاس کھانے کے لیے کچھ ہے؟ اس نے کہا تھوڑے سے جو ہیں اور ایک بکری کا بچہ، پس میں نے بکری کے بچہ کو ذبح کیا اور بیوی نے جو پیسے یہاں تک کہ گوشت ہانڈی میں پکنے کے لیے رکھ دیا، پس میں نبی کریم کی خدمت میں حاضر ہو گیا، جب کہ بیوی نے آٹا گوندھ کر رکھ لیا اور ہانڈی پکنے کے قریب ہو گئی، میں عرض گزار ہوا کہ آپ کے لیے کھانا تیار کر دیا ہے۔ پس آپ ایک دو حضرات کو ساتھ لے کر تشریف لے چلیں۔ فرمایا کتنا کھانا پکوایا ہے؟ میں نے آپ کی خدمت میں عرض کر دیا، فرمایا یہ تو بہت ہے اور بڑا اچھا ہے، پھر فرمایا کہ اپنی بیوی سے کہہ دینا کہ ہانڈی کو نہ اتارے اور تنور سے روٹیاں نہ لگائے جب تک میں نہ آ جاؤں، پس آپ نے مہاجرین و انصار سے فرمایا کہ کھانے کے لیے کھڑے ہو جاؤ، میں اپنی بیوی کے پاس جا کر کہنے لگا کہ خدا کی بندی نبی کریم تو سارے مہاجرین و انصار کو ساتھ لے کر تشریف لا رہے ہیں، کہنے لگیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کچھ پوچھا تھا؟ میں نے جواب دیا، ہاں، پس آپ نے صحابہ کرام سے فرمایا کہ اندر چلو اور شور غل نہ کرنا، پھر روٹیاں توڑ کر ان پر گوشت ڈالا اور ہانڈی سے گوشت اور تنور سے روٹیاں لے کر انہیں ڈھک دیتے تھے اور صحابہ کرام کے سامنے رکھتے جاتے تھے۔ آپ برابر روٹیاں توڑ کر لوگوں کو دیتے رہتے یہاں تک کہ سارے شکم

سیر ہو گئے اور کھانا بچ گیا، آپ نے فرمایا اب تم بھی کھا لو اور جن کے لیے کھانا بھیجنا ہے ان کے لیے بھی بھیج دو، کیوں کہ آج کل لوگوں کو بھوک نے ستایا ہوا ہے۔

اس روایت سے متصل دوسری روایت میں کچھ اضافہ ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آٹے میں لعاب دہن ڈالا اور برکت کی دعا مانگی، اس کے بعد فرمایا کہ روٹی نکالنے والی ایک اور بلا لو تا کہ میرے سامنے روٹیاں پکائے اور تمہاری ہانڈی سے گوشت نکال کر دیتی جائے اور فرمایا کہ ہانڈی کو نیچے نہ اتارنا، کھانے والوں کی تعداد ایک ہزار تھی۔

ایک معجزہ یہ بھی بتایا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند کے دو ٹکڑے کر دیے تھے، اپنی انگلی کے اشارہ سے جب کہ قرآن کی آیت یہ بتاتی ہے کہ چاند قیامت میں پھٹے گا اور عجیب بات یہ ہے کہ اس معجزے کی فرمائش کرنے والا تب بھی ایمان نہ لایا اور تو اور کوئی بھی ایمان نہ لایا۔

کتب روایات میں اور بھی بہت معجزے لکھے ہیں جب قرآن کہتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دور معجزوں سے خالی ہے یعنی محمد کو کوئی معجزہ نہیں دیا، صرف ایک معجزہ قرآن کا دیا ہے اور مخالف خود اعتراف کر رہے ہیں کہ یہ کیسا رسول کہ اس پر کوئی معجزہ کیوں نازل نہیں ہوا۔ ان کے اس اعتراض پر خود محمد فرماتے ہیں کہ بھائیو! میرا کام معجزہ دکھانا نہیں اور نہ ہی میرے پاس کوئی معجزہ ہے۔ اگر درج روایات میں محمد صلی اللہ علیہ نے معجزے دکھائے تھے تو مخالفوں کے اعتراض پر فوراً جواب دیتے کہ تم جھوٹ بول رہے ہو میں نے فلاں فلاں معجزہ دکھائے۔ چاند کے دو ٹکڑے کر دیئے، تھوڑا پانی اور کھانے کو بہت کر دیا، میرے ہاتھ میں کنکریوں نے شہادت دی اور بھی بہت معجزات دکھائے مگر محمد معجزوں سے انکار کر رہے ہیں جو حقیقت ہے لیکن قوم نے ان کے لیے کتنا جھوٹ بولا جو سامنے ہے، اللہ رحم کرے۔

روزے کی حالت میں اور حائضہ سے مباشرت

سورہ بقرہ ۲: ۱۸۷۔ روزے کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ملنا تمہارے لیے حلال کیا گیا، وہ تمہاری لباس ہیں اور تم ان کے لباس ہو، تمہاری پوشیدہ خیانتوں کا اللہ کو علم ہے، اس نے تمہاری توبہ قبول فرما کر تم سے درگزر فرمالیا، اب تمہیں ان سے مباشرت کرنے کی اور اللہ کی لکھی ہوئی چیز کو تلاش کرنے کی اجازت ہے، تم کھاتے پیتے رہو، یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے، پھر رات تک روزے کو پورا کرو اور عورتوں سے اس وقت مباشرت نہ کرو جب کہ تم مسجدوں میں اعتکاف میں ہو، یہ اللہ کی حدود ہیں، تم ان کے قریب بھی نہ جاؤ، اسی طرح اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے لیے بیان فرماتا ہے تا کہ وہ بچیں۔

بقرہ ۲: ۲۲۲۔ اے رسول! لوگ آپ سے عورتوں کی ماہواری کی حالت کے متعلق سوال کریں گے، آپ کہہ دینا کہ وہ بیماری (تکلیف) کے دن ہیں پس تم (ان دنوں میں) عورتوں سے الگ رہو اور ان کے

قریب بھی نہ جاؤ، جب تک وہ پاک وصاف نہ ہو جائیں، پھر جب وہ پاک صاف ہو جائیں تو ان کے پاس جاؤ، اس طرح جیسا جہاں سے اللہ نے تم کو حکم دیا ہے۔ اللہ ان کو پسند کرتا ہے جو بدی سے رُک جائیں اور پاکیزگی اختیار کریں۔

مذکورہ بالا آیات میں بغیر کسی جھول کے صاف الفاظ میں درج ہے کہ جب عورت حیض میں مبتلا ہو یا آدمی عورت روزے سے ہوں اور عورت کو حیض آتا ہو تو عورت کے قریب نہ جاؤ، اس سے الگ رہو، حیض ایک تکلیف دینے والی بیماری ہے، یہ اللہ کا حکم ہے، اس کا ماننا ضروری ہے، اس لیے نبی نے اس حکم کی پابندی کی، کسی بھی حالت میں مخالفت نہیں کی، یہی سیرت پاک ہے، مگر افسوس صد افسوس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے حدیث میں لکھا ہے کہ نبی ایسی حالت میں مباشرت کرتے تھے، جس مباشرت لفظ کا ترجمہ اختلاط کیا ہے، اختلاط کا مطلب بھی اگر دیکھا جائے تو قریب ہونا اور لپٹنا ہے مگر حدیث میں ہے، فیباشرنی وانا حائضٌ. مجھ سے مباشرت کرتے تھے اور میں حیض میں ہوتی تھی۔

بخاری جلد اوّل، باب الحیض صفحہ ۱۹۷، باب حائضہ عورت سے اختلاط کرنا (درست ہے) حدیث ۲۹۲: عائشہ کہتی ہیں، میں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم ایک ظرف سے غسل کرتے تھے اور ہم دونوں جنبی ہوتے تھے اور حالت حیض میں مجھے حکم دیتے تھے تو میں اِزار پہن لیتی تھی پھر آپ مجھ سے اختلاط کرتے تھے اور آپ بحالت اعتکاف اپنا سر میری طرف نکال دیتے تھے اور میں اس کو دھو دیتی تھی، حالانکہ میں حائضہ ہوتی تھی۔

حدیث ۲۹۳۔ عائشہ کہتی ہیں ہم میں سے جب کوئی بیوی حائضہ ہوتی اور رسول خدا اس سے اختلاط کرنا چاہتے تو اسے حکم دیتے تھے کہ اپنے حیض (کے غلبہ) کی حالت میں اِزار پہن لے تبھی آپ اس سے اختلاط کرتے تھے۔ عائشہ نے کہا کہ تم میں سے اپنی حاجت پر کون اس قدر قابو رکھتا ہے جس قدر نبی اپنی خواہش پر قابو رکھتے تھے۔

حدیث ۲۹۴۔ میمونہ کہتی ہیں کہ رسول خدا جب اپنی بیویوں میں سے کسی بیوی کے ساتھ اختلاط کرنا چاہتے تو اسے حکم دیتے کہ وہ حالت حیض میں اپنا اِزار پہن لے۔

مذکورہ بالا روایات میں لکھا ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو ازواج میں سے جب کسی کو حیض آتا تھا تو اس سے کہتے تھے کہ اپنا اِزار پہن لے وہ پہن لیتی تھی اور محمدؐ اس سے اختلاط کرتے تھے، اختلاط کے معنی بھی تو ملنے اور قریب ہونے لپٹنے کے ہیں، جب کہ حدیث میں عربی میں لکھا مجھ سے مباشرت کرتے تھے اور میں حیض سے ہوتی تھی۔ اللہ تو قریب جانے کو منع کرتا ہے اور حدیث اختلاط کو کہتی ہے، دوسری بات یہ ہے کہ جب حیض آتا تھا تو اِزار پہن لینے کو کہا جاتا تھا، تو کیا جب حیض نہیں آتا تھا نبی کی ازواج (نعوذ) کیا ننگی ہوتی تھیں؟

آیت میں روزے کی حالت میں مباشرت کو منع کیا ہے مگر حدیث میں لکھا کہ حضرت عائشہ کہتی ہیں کہ نبی روزے سے ہوتے تھے اور مباشرت کرتے تھے، بوسہ لیتے تھے، کیا ایسا کرنا ممکن ہے؟ ہرگز نہیں، اب ہم کو غور کرنا ہے درست کیا ہے۔

آیات کا غلط ترجمہ اور تفسیر کرنے سے نبی پر الزام آتا ہے ذیل میں پیش ہے

ایک عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آتی ہے اور اپنا معاملہ سناتی ہے جس کو مندرجہ ذیل آیت میں اللہ نے بتلایا ہے۔

سورہ مجادلہ ۵۸:۱۔نمبر نزول ۱۰۵۔ بقول مودودی صاحب: اللہ نے سن لی اس **عورت** کی **بات** جو اپنے شوہر کے معاملہ میں تم سے فریاد کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے، اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

مذکورہ بالا آیت کی تفسیر مودودی صاحب: یہ آیت خولہ بنت ثعلبہ کے معاملہ میں نازل ہوئی تھی، جس سے ان کے شوہر نے ظہار کیا تھا اور وہ حضور سے پوچھنے آئی تھی کہ اسلام میں اس کا کیا حکم ہے؟ اس وقت تک چوں کہ اللہ کی طرف سے اس معاملہ میں کوئی حکم نہیں آیا تھا اس لیے حضور نے فرمایا کہ میرا خیال ہے کہ تم اپنے شوہر پر حرام ہو گئی ہو، اس پر وہ فریاد کرنے لگی کہ میری اور میرے بچوں کی زندگی تباہ ہو جائے گی، اس حالت میں جب کہ وہ رو رو کر حضور سے عرض کر رہی تھی کہ کوئی **صورت** ایسی بتائے جس سے میرا گھر بگڑنے سے بچ جائے، اللہ کی طرف سے وحی نازل ہوئی اور اس مسئلہ کا حکم بیان کیا۔

سورہ احزاب ۳۳:۴۔نمبر نزول ۹۰۔اللہ نے کسی شخص کے دھڑ (جوف) میں دو دل نہیں رکھے نہ اس نے تم لوگوں کی ان بیویوں کو جن سے تم ظہار کرتے ہو تمہاری ماں بنا دیا ہے اور نہ اس نے تمہارے منہ بولے بیٹوں کو تمہارا حقیقی بیٹا بنا دیا ہے یہ تو وہ باتیں ہیں جو تم لوگ اپنے منہ سے نکال دیتے ہو۔

دونوں آیتوں کی تفسیر اور ترجمہ مودودی صاحب کا ہے اور تقریباً ہر عالم نے یہی کچھ لکھا ہے۔ **سورت** مجادلہ کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "اس وقت تک ظہار کے بارے میں کوئی حکم نہ آیا تھا" اس لیے حضور نے وہ الفاظ کہے "" یعنی میں سمجھتا ہوں کہ تو اپنے شوہر پر حرام ہو گئی" کیا حضور نے اس طرح کے الفاظ ادا کیے؟ ایک غور طلب امر ہے، ہر آدمی تسلیم کرتا ہے کہ حضور جو بھی کہتے یا عمل کرتے تھے وہ اللہ کے حکم کے مطابق کرتے تھے، اسی سورہ مجادلہ کی آیت ۲ کا آغاز "الذین یظھرون" سے ہوتا ہے، جو اسم موصولہ ہے، یہ تب آتا ہے جب پہلی آیت یا **آیات** سے تعلق ہو، اس لیے اس آیت میں بھی بتلا دیا گیا ہے کہ تم میں جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرتے ہیں ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں، پھر آیت تین میں بھی شروع میں اسم موصولہ والذین ہے، اس آیت میں ظہار کر کے رجوع کا طریقہ بتلایا گیا ہے کہ اگر ایسے آدمی رجوع کریں تو یہ کفارہ ادا کرنا پڑے گا۔ اسم موصولہ سے ثابت ہوا کہ آیت ایک سے تین تک نزول کے درمیان کوئی وقفہ نہیں ہے بلکہ یہ **آیات** کم سے کم وہاں تک جہاں تک ظہار کا تعلق ہے ایک ساتھ نازل ہوئی ہیں اللہ ادھوری **بات** نہیں بتلاتا بلکہ پوری **بات** بتاتا ہے، پھر **سورت**

احزاب کی آیت چار اس سورہ سے پہلے نازل ہوئی ہے، کیونکہ اس کا نمبر نزول ۹۰ ہے اور سورہ مجادلہ کا نزول نمبر ۱۰۵ ہے اور اس ترتیب کو مودودی صاحب بھی تسلیم کرتے ۔اس سے ثابت ہوا کہ اللہ نے ظہار کے مسئلہ کی نبی کو پہلے ہی واقفیت بہم پہنچا دی تھی ۔اس لیے نبی نے یہ نہیں کہا کہ میرے خیال میں تو اپنے شوہر پر حرام ہو گئی بلکہ بات یہ ہے کہ عورت نے آکر اپنا مسئلہ رکھا جو رو رہی تھی تو اللہ نے اپنے نبی کو اس کا حل بتلا دیا یہ تو اللہ پہلے ہی بتلا چکا تھا کہ ظہار کرنے سے ماں نہیں ہوتی، مگر رجوع کا طریقہ چوں کہ احزاب میں نہیں ہے اس لیے مجادلہ میں پوری بات بتلا دی گئی اور حضور نے اس عورت کو بھی یہ مسئلہ بتلا دیا اور ان کا گھر آباد رہ گیا ۔اب یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ حضور کو کام کرنے کے بارے میں اللہ کا کیا حکم ہے اور قرآن کی شہادت کیا ہے، بہر حال محمد اپنی مرضی سے کچھ نہیں کرتے تھے جو وحی میں آتا تھا اس کے پابند تھے۔

سورہ القلم ۶۸:۴۸۔(اے رسول!) آپ اپنے رب کے حکم کے لیے مستقل مزاج رہیں اور مچھلی والے (یونس) کی طرح (جلدی کرنے والے) نہ ہو جانا وہ وقت قابل ذکر جب اس نے پکارا اور وہ غصے کو ضبط کیے ہوئے تھا۔

سورہ نجم ۵۳:۳۔نہیں بولتے اپنے نفس کی خواہش سے۔

۵۳:۴۔یہ تو ایک وحی ہے، جو اس پر نازل کی جاتی ہے۔

ان آیات سے صاف ہوا کہ نبی اللہ کے حکم کے پابند تھے، اپنی مرضی سے کچھ نہ کہتے تھے نہ کرتے تھے، ساتھ ہی سورہ مجادلہ کی وہ آیات بھی پڑھ لی جائیں جن کا اوپر حوالہ دیا گیا ہے۔

سورہ مجادلہ ۵۸:۱۔اللہ نے سن لی اس عورت کی بات جو اپنے شوہر کے معاملہ میں تم سے فریاد کر رہی ہے اور اللہ سے فریاد کیے جاتی ہے اللہ تم دونوں کی گفتگو سن رہا ہے، وہ سب کچھ سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔

۵۸:۲۔تو سنو! تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کریں گے (یعنی) ماں کہہ دیتے ہیں تو اس سے ان کی بیویاں مائیں نہیں ہو جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے ان کو جنا ہے، وہ لوگ ایک سخت اور ناپسندیدہ اور جھوٹی بات کہتے ہیں اور حقیقت میں اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر کرنے والا ہے۔

۵۸:۳۔ جو لوگ اپنی بیویوں کو ماں کہہ دیں پھر اپنے اس قول سے رجوع کر لیں تو ہم بستر ہونے سے پہلے ان کو ایک غلام آزاد کرنا ہوگا ۔مسلمانو! اس حکم سے تمہیں نصیحت کی جاتی ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے۔

۵۸:۴۔اور جس کے پاس غلام نہ ہو تو اس سے پہلے کہ ایک دوسرے کو ہاتھ لگائیں وہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے اور جو اس پر بھی قادر نہ ہو تو وہ ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے ۔یہ حکم اس لیے دیا جا رہا ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ اور یہ اللہ کی حدیں ہیں اور نہ ماننے والوں کو درد دینے والا عذاب ہے۔

دوسری مثال:

سورہ تحریم کا صحیح ترجمہ حصہ اول میں درج ہو چکا ہے، یہاں پر وہ ترجمہ اور تفسیر درج کی جارہی ہے جو عالموں نے کی ہے جس سے رسول کی کردار کشی ہو رہی ہے۔

سورہ تحریم ۶۶:۱۔اے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر، چاہتا ہے تو رضامندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

(الف) مولانا مودودی تفہیم القرآن میں اس کی تفسیر اس طرح بیان کرتے ہیں: یہ دراصل سوال نہیں ہے بلکہ ناپسندیدگی کا اظہار ہے، یعنی مقصود نبی سے یہ دریافت کرنا نہیں ہے کہ آپ نے یہ کام کیوں کیا ہے بلکہ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا ہے کہ اللہ کے حلال کی ہوئی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے کا جو فعل آپ سے صادر ہوا ہے وہ اللہ کو ناپسند ہے چونکہ آپ کی حیثیت ایک عام آدمی کی نہیں بلکہ اللہ کے رسول کی تھی اور آپ کے کسی چیز کو اپنے اوپر حرام کر لینے سے یہ خطرہ پیدا ہو سکتا تھا کہ امت اس شئے کو حرام یا کم از کم مکروہ سمجھے لگے، اس لیے آپ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور آپ کو اس تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا، اس سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ رسول کو بھی بطور خود کسی چیز کو حلال یا حرام کرنے کا اختیار نہ تھا۔

(ب) شبیر احمد عثمانی صاحب قمطراز ہیں:

نوٹ: ۔تفاسیر حدیث اور تراجم میں صاف ہے کہ حضورؐ نے اپنے اوپر شہد یا ماریہ کو حرام کرلیا تھا، تفاسیر حدیث اور تراجم میں صاف ہے جس پر آپ کی نظر گئی، کیا آیت قرآن میں بھی اس ترجمہ اور تفسیر کی گنجائش ہے؟ یہ کام ماضی کا ہو گیا، اگر اس ماضی کے کام پر اللہ کو گرفت کرنی تھی تو ماضی کا صیغہ لِمَ حَرَّمْتَ آنا تھا لِمَ تُحَرِّمُ نہیں آنا تھا، جب لم تحرم آیا ہے تو صاف ظاہر ہے کہ اس سے مراد مستقبل ہے نہ کہ ماضی اور اس لحاظ سے ہی ترجمہ تفسیر ہونا تھا۔ مگر صیغہ مستقبل مضارع اور ترجمہ ماضی؟ کیا مطلب کیا اتنا بھی غور نہیں کیا؟ کیا اس کو ہی فراغت اور علم کہا جاتا ہے یہ تو بالکل جہالت ہے اور اس جہالت سے اللہ پر بھی کم علمی کا الزام لگا دیا (نعوذ باللہ) اس لیے ترجمہ اور تفسیر محل نظر ہے۔

سورہ احزاب کے فوائد میں گزر چکا ہے کہ جب اللہ نے مسلمانوں کو فتوحات عنایت فرمائیں اور لوگ آسودہ ہو گئے تو ازواج کو بھی خیال آیا کہ ہم کیوں آسودہ نہ ہوں، اس سلسلے میں انہوں نے مل کر حضورؐ سے زیادہ نفقہ کا مطالبہ شروع کر دیا (مسلم اور بخاری) اس پر ابو بکرؓ نے عائشہؓ کو اور عمرؓ نے حفصہ کو ڈانٹ پلائی، آخر ازواج نے وعدہ کیا کہ آئندہ ہم آپ سے اس چیز کا مطالبہ نہیں کریں گے جو آپ کے پاس نہیں ہے، پھر بھی رفتار واقعات کی ایسی رہی جس سے آپ کو ایک ماہ کے لیے ازواج سے ایلا کرنا پڑا تا آنکہ آیت تخییر نے جو احزاب میں ہے، نازل ہو کر اس قصہ کا خاتمہ کر دیا۔

اس درمیان میں کچھ ایسے واقعات اور بھی پیش آئے جس سے حضور کی طبع مبارک پر گرانی ہوئی۔ اصل یہ ہے کہ ازواج مطہرات کو جو محبت اور تعلق آپ کے ساتھ تھا اس سے قدرتی طور پر آپس میں ایک طرح کی

کشمکش پیدا کردی تھی ہر ایک زوجہ کی تمنا اور کوشش تھی کہ وہ زائد از زائد حضور کی توجہات کا مرکز بن کر دارین کی برکات وفیوض سے متمتع ہو، مرد کے لیے یہ موقع تحمل وتدبر اور خوش اخلاقی کے امتحان کا نازک ترین موقع ہوتا ہے، مگر اس نازک موقع پر بھی حضور کی ثابت قدمی ویسی ہی غیر متزلزل ثابت ہوئی جس کی توقع سید الانبیا ء کی سیرت سے ہوسکتی تھی (کیا اسی ثابت قدمی کا تقاضہ تھا کہ آپ کو ایلا کرنا پڑا، یہ ایلا تو اس ثابت قدمی کے خلاف نظر آرہا ہے اور ان واقعات سے یہ بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ آپ اپنے گھریلو معاملات میں ناکام نظر آرہے ہیں (نعوذ باللہ) اللہ رحم کرے میرے سیرت نگاروں، مفسروں، محدثوں اور ترجمہ کرنے والوں پر کہ انہوں نے نبی کی سیرت کو کسی طرح داغ دار کیا ہے۔ ایسا داغدار کردار اور سیرت نبی کی نہیں ہوسکتی اور نہ ہی نبی کی ازواج اس طرح کے مطالبات کر کے نبی کو پریشانی میں مبتلا کرسکتی تھیں۔ گزشتہ سے پیوستہ آپ کی عادت تھی کہ عصر کے بعد سب ازواج کے یہاں تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے جاتے، ایک روز حضرت زینبؓ کے یہاں کچھ دیر لگی، معلوم ہوا کہ انہوں نے شہد پیش کیا تھا، اس کو نوش فرمانے میں وقفہ ہوا پھر کئی روز یہ معمول رہا، حضرت عائشہؓ اور حضرت حفصہؓ نے مل کر تدبیر کی کہ آپ وہاں شہد پینا چھوڑ دیں، آپ نے چھوڑ دیا اور حفصہؓ سے فرمایا کہ میں نے زینب کے یہاں شہد پیا تھا، مگر اب قسم کھاتا ہوں کہ پھر نہیں پیوں گا، نیز یہ خیال فرما کر کہ زینب کو اس کی اطلاع ہوگی تو خوانخواہ دل گیر ہوں گی، حفصہ کو منع کر دیا کہ اس کی اطلاع کسی کو نہ کرنا۔

اس طرح ایک قصہ ماریہ قبطیہ کے متعلق (جو آپ کے حرم سے تھیں اور جن کے بطن سے صاحبزادے ابراہیم پیدا ہوئے) پیش آیا، اس میں آپ نے ازواج کی خاطر قسم کھائی کہ ماریہ کے پاس نہ جاؤں گا، یہ بات آپ نے حضرت حفصہ کے سامنے کہی تھی اور تاکید کردی تھی کہ دوسروں کے سامنے اظہار نہ ہو۔ حضرت حفصہ نے ان واقعات کی اطلاع چپکے سے حضرت عائشہؓ کو کردی اور یہ بھی کہہ دیا کہ اور کسی سے نہ کہنا، حضرت کو اللہ تعالیٰ نے مطلع فرمادیا، آپ نے حفصہ کو بتلایا کہ تم نے فلاں بات کی اطلاع عائشہ کو کردی حالانکہ منع کر دیا تھا، وہ کہنے لگی کہ آپ سے کس نے کہا شاید عائشہ کی طرف خیال گیا ہوگا۔ حضورؐ نے فرمایا کہ حق تعالیٰ نے مجھے اطلاع دی، ان ہی واقعات کے سلسلے میں یہ آیات نازل ہوئیں۔

مذکورہ بالا ترجمہ اور تفسیر میں لکھا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوپر اللہ کے حلال کو حرام کرلیا تھا، کسی شان نزول میں حرام کی ہوئی شئے شہد ہے اور اس میں بھی اختلاف ہے، شہد کس بیوی کے یہاں پیا؟ کسی میں ہے کہ حضرت زینب کے یہاں پیا، کسی میں ہے حضرت حفصہ کے یہاں پیا، ایک شان نزول میں یہ بھی ہے کہ حضور صلی علیہ وسلم نے اپنی زوجہ کی خوشی کے لیے اپنے اوپر ماریہ قبطیہ کو حرام کرلیا تھا اور ایلا کے لیے لکھا ہے کہ آپ نے ازواج کی پریشان کن باتوں سے ناراض ہوکر ایک مہینے تک ایلا کیا؟ ان حالات کا تجزیہ کرنے کے بعد یہ تاثر سامنے آتا ہے کہ آپ اپنے گھریلو معاملات میں ناکام تھے۔ (نعوذ باللہ)

کیا یہ ممکن ہے؟ جو شخص اللہ کی وحی کی روشنی میں پریشان انسانیت کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں

لا رہا ہوں اور وہاں ان کے کارنامے کامیاب ہو رہے ہوں تو کیا وہ اپنی ازدواجی زندگی میں اس طرح ناکام ہو سکتے ہیں؟ اور کیا آپ کی ازواج آپ کو اس طرح پریشان کر سکتی تھیں؟ کہ آپ سارے تبلیغی اور اہم کاموں کو چھوڑ کر ایلا کر بیٹھیں یہ ناممکن ہے، اس لیے جو کچھ لکھا ہے وہ کردار کشی اور شتم ہے۔ آپ کی زندگی ہر میدان میں کامیاب رہی ہے۔

کچھ دیر رک کر ایلا کی کیفیت ملاحظہ کریں۔ تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی حضرت کی ازواج نے دیکھا کہ لوگ آسودہ ہو گئے، چاہا کہ ہم بھی آسودہ ہوں، ان میں سے بعض نے آنحضرت سے گفتگو کی کہ ہم کو بھی مزید نفقہ اور سامان دیا جائے جس سے عیش کی زندگی بسر کر سکیں۔ اس سے آپ ناراض ہو گئے اور ایک مہینے تک کے لیے قسم کھائی کہ گھر میں نہ جائیں گے اور مسجد کے قریب ایک بالا خانہ میں فروکش ہو گئے، ابوبکر اور عمرؓ کو بڑی پریشانی ہوئی، دونوں نے جا کر حضور کو منایا اور اپنی لڑکیوں کو بہت دھمکایا، ادھر ایک ماہ پورا ہو گیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم واپس آ گئے اور ازواج سے کہا کہ تم ایک راستہ اختیار کر لو یا تو میں مال دے کر طلاق دے دوں یا میرے پاس رہنا ہے تو مال نہیں ملے گا۔ ازواج نے آپ کے پاس ہی رہنا پسند کیا، یہ فعل جو ہوا اس کو ایلا کہتے ہیں، بخاری میں ایک حدیث ایلا کے بارے میں ہے اس میں اتنا اور ذکر ہے کہ آپ کے پیر میں موچ آ گئی تھی اور بالا خانہ میں آرام سے رہنے لگے تھے، کتاب الطلاق۔

قابل ذکر بات یہ ہے کہ اکثر معاملات کے متعلق عورتوں میں دو نام عائشہؓ و حفصہؓ آتے ہیں اور مردوں میں ابوبکرؓ و عمرؓ ہی کیوں آتے ہیں؟ ہر جگہ ہر امر ان سے ہی منسوب کیا جاتا ہے۔ بات دراصل یہ ہے کہ جس گروہ نے ان کا نام آگے کیا ہے اس گروہ نے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کیا ہے، جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی کام حکم الٰہی کے خلاف نہیں کیا تفسیر میں لکھا ہے کہ آپ کی ازواج آپ کی زیادہ سے زیادہ عنایات چاہتی تھیں، اس لیے شہد کو حرام کرا دیا کیا یہ بات ٹھیک ہو سکتی ہے؟ ایک طرف محبت اور عنایات حاصل کرنے کی بات لکھی جا رہی ہے اور دوسری طرف حضور کو ان کی پسندیدہ غذا سے محروم کیا جا رہا ہے کہیں نان نفقہ کا مطالبہ سامنے آ رہا ہے، کیا محبت کرنے والی عورتیں ایسا کر سکتی ہیں؟ اور کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اپنی ازواج کے جھگڑوں میں ہی الجھے رہتے تھے تو پھر اقامت دین اور نفاذ اسلام کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وقت کہاں بچتا ہوگا اور کب آنے والے وفود سے بات کرتے ہوں گے، کب دشمنوں سے بچاؤ کے اقدامات کرتے ہوں گے؟ غور کریں، یہ سب تنازعات پیدا کرنا ناموس رسول کے منافی ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعجاز تو یہ ہے کہ جب آپ کو نبوت سے سرفراز کیا گیا تو سب سے پہلے آپ پر ایمان لانے والی آپ کی رفیقہ حیات حضرت خدیجہ تھیں۔ اس بات پر ہی ہم دیگر ازواج کے بارے میں قیاس کر لیں، وہ ہرگز آپ کے لیے پریشان کن مسائل کھڑے کرنے والی نہ تھیں۔ ساتھ میں یہ بھی دیکھ لیا جائے کہ کیا ازواج نے نان نفقہ کا مطالبہ کیا تھا؟ اور کیا اس کا ثبوت قرآن میں کسی آیت سے ملتا ہے؟ پورا قرآن دیکھ لیا جائے یہ مطالبہ قرآن میں درج نہیں، پھر یہ بات

کہاں سے آئی۔اکثر مترجمین نے آیت تخییر کا ترجمہ حسب ذیل کیا ہے:

سورہ احزاب ۳۳: ۲۸۔اے نبی کہہ دے اپنی عورتوں کو اگر تم چاہتی ہو دنیا کی زندگانی اور یہاں کی رونق تو آؤ کچھ فائدہ پہنچادوں اور تم کو رخصت کر دوں، بھلی طرح سے رخصت کرنا۔

۳۳: ۲۹۔اور اگر تم چاہتی ہو اللہ اور اس کے رسول کو اور پچھلے گھر کو تو اللہ نے رکھ چھوڑا ہے ان کے لیے جو تم میں سے نیکی پر ہیں بڑا اجر۔

۳۳: ۳۰۔اے نبی کی عورتو! جو کوئی کرلائے کام تم میں سے بے حیائی کا صریح تو دونا ہو اس کو عذاب دوہرا اور یہ ہے اللہ پر آسان۔

۳۳: ۳۱۔اور جو کوئی تم میں سے اطاعت کرے اللہ کی اور اس کے رسول کی اور عمل کرے اچھے، دیدیں ہم اس کو اس کا ثواب دوبارا اور رکھی ہے ہم نے اس کے واسطے روزی عزت کی۔

یہ ہیں وہ آیات تخییر جن کے تحت ازواج کی طرف ایک ایسا واقعہ منسوب کر دیا گیا جس کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کافی دنوں تک پریشان رہے اور ایلا کرنا پڑا، مگر ان آیات میں کسی لفظ سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا ہے کہ ازواج نے کوئی مطالبہ ایسا کیا ہو جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قدرت کے باہر ہو، باہر کا سوال تو دور رہا کوئی مطالبہ کیا ہی نہیں، ان آیات سے جو ظاہر ہو رہا ہے وہ یہ ہے کہ اللہ نے اپنی طرف سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اب جو آمدنی ہو رہی ہے اور مسلمانوں میں تقسیم ہو رہی ہے جس سے مسلمانوں کی حالت بہتر ہو رہی ہے، اس کو دیکھ کر آپ کی ازواج پریشان نہ ہو رہی ہوں، اس لیے ان سے معلوم کرلو کہ اگر آپ کو مال چاہیے تو میں تم کو مال دے دوں جیسے دوسروں کو مل رہا ہے، مگر یہ یاد رکھنا کہ میرے پاس مال رکھنے کی گنجائش نہیں ہے، میرے پاس جو مال آتا ہے فوراً ضرورت مندوں کو دے دیتا ہوں، ایسا ہی تم کو کرنا پڑے گا، اس لیے لینے سے کوئی فائدہ نہیں تاہم اگر تم لینا چاہتی ہو تو لو مگر پھر تم میرے پاس نہیں رہو گی، میں تم کو طلاق دے دوں گا، ان آیات کا صحیح مفہوم منظم مفہوم القرآن میں دیکھنے کی مہربانی کریں۔یا محمدؐ نے خود اپنے فہم کے مطابق ازواج سے معلوم کیا ہو۔

آیات میں نہ کہیں ازواج کا جواب درج ہے اور نہ ہی کوئی مطالبہ جیسا کہ تفسیر میں لکھا ہے، اس لیے کسی زوج نے کوئی مطالبہ نہیں کیا، اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کو زندگی گزارنے کے قانون بتائے ہیں جو کافی آیات میں درج ہیں، بس اتنی بات ہے کہ ازواج سے معلوم کرنے کو ضرور اللہ نے کہا ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے معلوم کرلیا اور اس کے مطابق ہی ازواج کا عمل رہا جس عمل کی ان نیک ازواج سے امید کی جا سکتی ہے۔

ایسے ہی ایک عذاب کی بات ہے کہ اگر تم کوئی برا کام فحش کرو گی تو دونا عذاب ملے گا تو کیا اس کو بھی ازواج کے کسی گناہ کرنے کے سبب نازل کیا گیا تھا؟ اس کے لیے بھی کوئی شان نزول تلاش کرو اگر ہو تو بھائیو! ازواج نے کوئی مطالبہ نہیں کیا تھا، یہ سب من گھڑت باتیں ہیں، جن کے گھڑنے کی وجہ سے حضور اور ازواج کو بدنام کرنا ہے۔

شہد کے حرام کرنے کا معاملہ اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ زینبؓ کے یہاں شہد پینے سے حضرت عائشہؓ وغیرہ کو اعتراض ہوا، اس لیے حضرت عائشہ اور حفصہ نے مل کر کہا کہ جب حضور آئیں تو یہ کہنا کہ آپ کے منھ سے بدبو آرہی ہے۔ جب حضور ان کے پاس آئے تو یہی کہا گیا کہ آپ کے منھ سے بدبو آرہی ہے۔ آپ نے کیا کھایا ہے؟ آپ نے کہا کہ میں نے شہد پیا ہے تو کہا گیا کہ ایسی بو ہے کہ جیسی مغافیر کی ہوتی ہے۔ تب حضور نے کہا کہ اب میں شہد نہیں پیوں گا اپنے اوپر حرام کرلیا۔ دوسری بات یہ بتلائی جاتی ہے کہ حضور نے اپنے اوپر ماریہ کو حرام کرلیا۔ یہ سب باتیں علماء نے لکھی ہیں اور یہی علما بھی تسلیم کرتے ہیں کہ حضور یا کسی نبی کو یہ اختیار نہ تھا کہ وہ اللہ کے حلال کو حرام کردیں یا حرام کو حلال، نبی بغیر اللہ کے حکم کے کچھ نہیں کرتے تھے، پھر یہ کیا لکھا ہے کہ حضور نے اللہ کے حلال کو حرام کرلیا اور اللہ نے گرفت کی، لکھنے والوں کو کبھی یہ خوف دامن گیر نہ ہوا کہ ہم کیا لکھ رہے ہیں؟ کیا آیت کے لفظ اس ترجمہ اور تفسیر کی اجازت دے رہے ہیں؟ شہد سے متعلق روایت کی حقیقت کو پرکھ لیا جائے۔

روایت ہے کہ حضور نے شہد پیا اور دوسری بیویوں کے اعتراض پر اپنے اوپر حرام کرلیا، کہا گیا کہ آپ کے منھ سے بدبو آرہی ہے اور بدبو مغافیر کی بتائی گئی، تب حضور نے کہا کہ میں نے شہد پیا ہے اور ہوسکتا ہے کہ مکھیاں مغافیر پر بیٹھی ہوں اور اس کا رس لائی ہوں۔ آئندہ میں شہد نہیں پیوں گا قسم کھائی، قابل غور بات یہ ہے کہ کیا حقیقت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے منھ سے بدبو آرہی تھی، جو عائشہؓ وغیرہ کو محسوس ہوئی۔ اگر حقیقت میں بدبو تھی تو یقیناً حضور صلی اللہ علیہ کو آنی چاہیے تھی۔ چونکہ حضور کو بدبو سے سخت نفرت تھی۔ اگر بدبو کا شائبہ بھی ہوتا تو یقیناً حضور شہد نہیں پیتے۔ ہم نے اتنا بھی غور نہیں کیا کہ جب آدمی کوئی چیز کھاتا پیتا ہے تو بعد میں پانی سے کلی کرکے منھ صاف کرلیتا ہے۔ پھر شہد پینے کے فوراً بعد ہی حضرت عائشہؓ کے پاس نہیں گئے ہوں گے۔ ان سے پہلے کسی اور سے بھی ملے ہوں گے۔ کیا ان کو بدبو نہیں آئی؟ اگر نہیں تو عائشہؓ کو بھی نہیں آنی چاہیے تھی اور نہ حضرت عائشہ اس مقام پر تھیں جہاں سے محمد کو پریشان کرنا مقصود ہو۔ وہ نیک اور شریف بیوی اور حضور سے محبت کرنے والی تھیں۔ اس لیے انہوں نے یقیناً ایسا نہیں کہا۔

(۱) اب ذیل میں وہ مفہوم لکھا جارہا ہے جو عربی قواعد کے مطابق متن سے ظاہر ہوتا ہے۔

سورہ تحریم ۶۶:۱۔ اے نبی کس لیے اور کیوں آپ حرام کروگے اس کو جو اللہ نے تیرے لیے حلال کی ہے۔ یقیناً آپ ہرگز اللہ کے حلال کو حرام نہیں کروگے۔ (جملہ استفہام) آپ اس لیے بھی حلال کو حرام نہیں کروگے کہ آپ اپنی بیویوں کو راضی کرو۔ حالانکہ آپ کی بیویاں بھی ایسا کرنے کو نہ کہیں گی۔ اگر وہ اللہ پر ایمان رکھنے والی ہیں۔ آپ حرام وحلال اللہ کا ماننے والے ہیں۔ اپنی مرضی سے حرام حلال نہیں کرتے۔

(۲) لفظ تُحَرِّمُ پر غور کرکے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو دیکھ کر اگر علما قلم اٹھاتے تو اس ترجمہ اور تفسیر کے لیے کوئی گنجائش نہیں تھی جو انہوں نے کیا ہے۔ حرف لِمَ بھی سوال کررہا ہے۔ مگر کیا کیا جائے اس

عقیدے کا جس میں یہ کہا گیا ہے کہ قرآن کو حدیث اور شان نزول سے سمجھو جب کہ قرآن کسی کا محتاج نہیں ہے، نہ اس پر کوئی قاضی ہے بلکہ قرآن سب پر قاضی ہے۔

قرآن کو متن اور تصریف آیات سے دیکھو، متن اور شان رسول سے تو بات صاف ہو جائے گی جو میں نے ''دو منظّم مفہوم القرآن'' میں لکھی ہے، یعنی بات حضرت زینب کی ہے، اللہ نے اس بارے میں ہی کہا ہے اور سوال کیا ہے کہ جس چیز کو میں نے آپ کے لیے حلال کیا ہے تو آپ کس کے کہنے سے اور کیوں اپنے اوپر حرام کرو گے؟ یقیناً حرام نہیں کرو گے۔ کیوں کہ منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح حلال ہے حرام نہیں ہے۔ دنیا اعتراض کرتی ہے کرتی رہے۔ کسی کے اعتراض سے نہ ڈرو اور نکاح کرو۔ جو پہلے سے ایک رسم بد چلی آرہی ہے آپ نکاح کر کے اس کو توڑ دو۔ چونکہ آپ آخری نبی ہیں اگر یہ رسم نہ توڑی تو چلتی رہے گی۔ اس لیے یہ نکاح کرو یہ حلال ہے۔ نکاح کر کے اسے توڑ دو۔ یہ ہے حقیقت تفصیل کے ساتھ سورہ احزاب ''منظّم مفہوم القرآن'' اردو ہندی میں ملاحظہ ہو جو میں نے ہی لکھا ہے۔

(۳) اب عبس کے بارے میں ملاحظہ کریں:

سورہ عبس ۸۰:۱،۲،۳۔ ترش رو ہوا اور بے رخی برتی اس بات پر کہ وہ اندھا اس کے پاس آ گیا۔ اے محمد تمہیں کیا خبر شاید وہ سدھر جائے یا نصیحت پر دھیان دے۔

تفسیر: بعد کے فقروں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ترش روئی اور بے رخی برتنے والے خود نبی تھے۔ (نعوذ باللہ) جن نابینا کا یہاں ذکر ہے وہ حضرت ابن ام مکتوم تھے۔ یہ ترجمہ اور تفسیر مولانا مودودی صاحب کا ہے تاہم ہر عالم نے تقریباً یہی لکھا ہے۔

نابینا پر ترش روئی اور بے رخی برتنے کا کام حضور کو بتلایا گیا ہے۔ کیا لفظ عبس اس ترجمہ اور تفسیر کا ساتھ دے رہا ہے اور قرآن میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کیا حکم ہے۔ اسے عربی قواعد سے پرکھا جائے یہ لفظ واحد مذکر غائب ہے اور اللہ خطاب محمد سے کر رہا ہے، جو حاضر ہیں۔ اگر حضور کا یہ فعل ہوتا تو لفظ عَبَسْتَ ہوتا کہ تو کیوں ترش رو ہوا۔ واحد مذکر حاضر ماضی۔ اگر اس سورۃ میں اس لفظ پر غور نہ کیا جائے تو پورے قرآن پر ہی نظر ہونا چاہیے تھی کہ اے محمد تیرے اخلاق سب سے اعلیٰ ہیں اور بیشک آپ اخلاق کے بڑے مقام پر ہیں۔ (۶۸:۴)

آل عمران ۳:۱۵۹۔ سو کچھ اللہ کی رحمت ہے جو نرم دل مل گیا ان کو اور اگر ہوتا تند خو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے سو تو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ اور ان سے مشورہ کر کام میں۔

انعام ۶:۵۲۔ اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے ہیں اس کی رضا تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے، کچھ تو ان کو دور کرنے لگے، پس ہو جائے گا تو بے انصافوں میں۔

روم ۳:۱۱۔ اور اے قوم کون چھڑائے مجھ کو اللہ سے اگر ان کو ہانک دوں کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

ان آیات کو پڑھنے کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کسی پر ترش رو ہوتے یا کسی کو ڈانٹتے؟ پھر نابینا پر ترش ہونے کا سوال نہیں ہوتا اور لفظ عبس بھی اس الزام کی تردید کر رہا ہے۔ حقیقت کیا ہے سنئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس قریش کے بڑے آدمی بیٹھے تھے۔ آپ ان کو دین کی تبلیغ کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک نابینا آ گئے چونکہ وہ بیقرار تھے اسلام کا علم حاصل کرنے کے لیے۔ ان نابینا کو دیکھ کر ان قریشی سرداروں سے کوئی ایک اس نابینا پر ترش رو ہوا۔ اس لیے کہ اس کو خطرہ ہوا کہ اب محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان نابینا کی طرف رُخ کریں گے اور وہ لوگ چاہتے یہ تھے کہ آپ ہماری ہی نازبرداری کرتے رہیں۔ ہمارے مقابلے میں کسی ایسے ویسے کو ترجیح نہ دیں۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ آپ کا قیمتی وقت برباد کرتے رہیں اور ان کی خواہش یہ بھی تھی کہ جب ہم آپ کے پاس آئیں تو آپ کم حیثیت والوں کو اپنے پاس سے بھگا دیں چونکہ ہم سردار ہیں اور ان غریب آدمیوں کے ساتھ بیٹھنے میں ہماری بے عزتی ہوتی ہے مگر ایسا نہ ہوا اور حضور نے ان نابینا کی سنی۔ اسی دوران ان قریشی سرداروں میں سے کوئی ایک ان نابینا پر ترش رو ہوا اور اس کو جھڑک دیا۔ جس کی خبر اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو آیات کے ذریعہ دی۔ دیکھئے یہاں بھی جو الزام حضور پر لگا رکھا ہے غلط ثابت کر دیا لفظ عبس نے اگر دلیل درکار ہے تو پیش ہے۔

سورہ المدثر ۷۴:۲۲۔ ثُمَّ عَبَسَ وَبَسَرَ: پھر تیوری چڑھائی اور منہ تھتھیایا، کیا یہاں بھی مراد محمد سے ہے، یقیناً نہیں۔ اس لیے سورہ عبس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد نہیں ہے بلکہ کوئی قریشی ہے جس نے یہ عمل کیا۔ ان آیات کا صحیح مفہوم دیکھنے کے لیے منظم مفہوم القرآن اردو ہندی ملاحظہ ہو اور اس کتاب کے پہلے حصہ میں ان آیات کا صحیح مفہوم لکھا ہے، دیکھنے کی مہربانی کریں۔ یہ ہے حقیقت جو اوپر لکھی گئی ہے۔ لیکن ہمارے مفسرین نے بات کو کہاں تک پہنچا دیا ہے اس لیے لازم ہے کہ ناموس رسول کی حفاظت کی خاطر اس طرح کی تفاسیر کی پرزور تردید کی جائے۔ بھلا جب اللہ کا یہ حکم ہے اے رسول اپنے پاس سے کسی کے کہنے سے غریب لوگوں کو نہ بھگانا تو نبی اس حکم کی خلاف ورزی کیسے کر سکتے تھے۔

نبی کے اوپر ایک الزام یہ بھی ہے کہ آپ نے کسی بیوی کو طلاق دی جس کو باغ میں بلایا گیا تھا جب کہ سورہ احزاب میں طلاق دینے کو منع کیا گیا ہے

سورہ احزاب ۳۳:۵۲۔ اے رسول! ان کے علاوہ اور عورتیں تم کو جائز نہیں اور نہ یہ کہ تم ان بیویوں کو چھوڑ کر اور بیویاں کر لو خواہ ان کا حسن آپ کو کیسا ہی اچھا لگے اور خصوصاً آپ کے لیے اس کے بعد ملکیت بھی حلال نہیں کہ ان سے نکاح کرو (کیونکہ پابندی سب پر ہے اس وقت جو بیویاں ہیں بس وہی رہنی ہیں) اور اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔

اس آیت پر جو تفسیر علماء کرام نے کی ہے وہ پیش ہے، مولانا محمد جونا گڑھی۔

تفسیر: آیت تخیر کے نزول کے بعد ازواج مطہرات نے دنیا کے اسباب عیش وراحت کے مقابلہ میں عسرت کے ساتھ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنا پسند کیا تھا۔ اس کا صلہ اللہ نے یہ دیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان ازواج کے علاوہ (جن کی تعداد اس وقت ۹ تھی) دیگر عورتوں سے نکاح کرنے یا ان میں سے کسی کو طلاق دے کر اس کی جگہ کسی اور سے نکاح کرنے سے منع فرما دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ بعد کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ اختیار دے دیا گیا اور نکاح کر سکتے ہو لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی نکاح نہیں کیا (ابن کثیر) یہ اختیار کس آیت میں دیا گیا؟ ظاہر نہیں کیا کیوں؟

روایات میں کیا لکھا ہے وہ پیش ہے:

بخاری جلد سوم کتاب الطلاق ص ۱۱۵/ باب ۱۵۷، کیا طلاق کے وقت مرد کو بیوی کی جانب متوجہ ہونا چاہیے۔ حدیث ۲۳۷، ص ۱۱۵/ اوزاعی کا بیان ہے کہ میں نے زہری سے پوچھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کون سی بیوی نے آپ سے پناہ مانگی تھی؟ انہوں نے فرمایا کہ مجھے عروہ بن زبیر نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حوالے سے بتایا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جون کی بیٹی کے پاس گئے اور اس کے نزدیک ہوئے تو اس نے کہا: میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں، پس آپ نے اس سے فرمایا تم نے بہت بڑی ہستی کی پناہ لی ہے لہٰذا اب اپنے گھر والوں کے پاس چلی جاؤ۔

امام بخاری نے حضرت عائشہ صدیقہ کی اس روایت کی دوسری سند بھی پیش کی ہے۔

(۱) بخاری حدیث ۲۳۸ ص ۱۱۵، ۱۱۶۔ حضرت ابواسید رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ نکلے۔ یہاں تک کہ ہم ایک باغ میں پہنچے جس کو شوط کہا جاتا تھا۔ حتیٰ کہ ہم دو دیواروں کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہیں بیٹھے رہنا اور آپ داخل ہو گئے۔ وہاں جونیہ لائی گئی، پس آپ ایک کھجور کے گھر میں اترے جو امیمہ بنت نعمان بن شراحیل کا گھر تھا اور اس کے ساتھ اس کی آیا بھی تھی۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس داخل ہوئے تو فرمایا اپنے نفس کو میرے سپرد کر دو، کہنے لگی کہ کہیں ملکہ بھی اپنے کو کسی بازاری (لِلسُّوقَۃِ) کے سپرد کر سکتی ہے۔ راوی کا بیان ہے کہ آپ نے اپنا داہنا دست مبارک بڑھایا تاکہ اس کے سر پر رکھ کر تسکین دیں، لیکن اس نے کہا، میں آپ سے اللہ کی پناہ مانگتی ہوں پس آپ نے فرمایا تم نے اس کی پناہ لی جس کی پناہ لی جاتی ہے۔ پھر آپ ہمارے پاس باہر تشریف لے آئے اور فرمایا: اے ابواسید اس کو رازقی کپڑے کے دو جوڑے دے کر اس کے گھر والوں کے پاس پہنچا دو۔

دوسری روایت میں حضرت سہیل بن سعد اور حضرت ابواسید فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے امیمہ بنت شراحیل سے نکاح کیا لیکن جب اس کے پاس گئے اور اس کی جانب ہاتھ بڑھایا تو اس نے ناپسند کیا، پس آپ نے ابواسید کو حکم دیا کہ اسے سامان اور رازقی کپڑے کے دو جوڑے دیدو، عبداللہ بن محمد، ابراہیم بن ابووزیر، عبدالرحمٰن، حمزہ ان کے والد ماجد، عباس بن سہیل بن سعد، حضرت سہیل بن سعد رضی اللہ عنہ سے اسی

طرح روایت کرتے ہیں۔ بخاری کی مذکورہ بالا روایت میں حاشیہ کی تشریح بخاری کے الفاظ میں اس طرح ہے۔ یہ لفظ بالکنایہ طلاق ہے اگر کوئی کہے ابھی نکاح تو ہوا نہ تھا آپ نے طلاق کیسے دے دی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ آنحضرت مختار تھے کہ کسی عورت سے نکاح کریں۔ کیونکہ آپ امت کے ولی ہیں۔ یا اس کے ولی کی اجازت سے نکاح کریں اور یہ جو آپ نے عورت سے کہا تو اپنا نفس مجھے دے دے تو اس کی خاطر داری کے طور پر تھا۔ جب اس نے آپ سے نکاح مکروہ جانا تو آپ نے اسے چھوڑ دیا، یہی باب کا ترجمہ ہے۔

سورہ احزاب میں ترجمہ شیخ الہند پر تفسیر عثمانی صاحب:

(۲) صفحہ ۵۶۲۔ روایات میں ہے کہ حضرت نے ایک عورت سے نکاح کیا اس کے نزدیک گئے۔ کہنے لگی اللہ تجھ سے پناہ دے۔ حضرت نے اس کو جواب دیا کہ تو نے بڑے کی پناہ پکڑی اس پر یہ حکم فرمایا اور خطاب فرمایا، ایمان والوں کو تا معلوم ہو کہ پیغمبر کا خاص حکم نہیں، سب مسلمانوں پر یہی حکم ہے۔ اس کے موافق حضرت نے اس کو جوڑا دے کر رخصت کر دیا پھر وہ ساری عمر اپنی محرومی پر پچھتاتی رہی۔

نبی کی بیویاں امت کی مائیں ہیں، اس لیے ان سے کوئی مسلمان نکاح نہیں کر سکتا، اس لیے اس سے بھی کسی نے نکاح نہ کیا ہوگا۔ مگر ان چند سطور میں اس کا ذکر ہو کر پھر پوری عمر کا ذکر کسی بھی کتاب میں نہیں ملتا، آخر وہ کہاں غائب ہو گئی؟ اس لیے یہ واقعہ قابل غور ہے اور غور کرنے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ واقعہ غلط ہے۔ اس مفروضہ واقعہ کو لکھنے کا صرف ایک ہی مقصد نظر آ رہا ہے کہ بشر اکمل کی کردار کشی کی گئی ہے۔ بشر اکمل ایسا قدم ہرگز نہیں اٹھا سکتے تھے اور نہ ہی اٹھایا اور ایک مقصد یہ بھی نظر آ رہا ہے کہ مطلقہ کو نان نفقہ میں صرف دو جوڑے کپڑے دینے پڑیں جیسا کہ فقہ میں لکھ رکھا ہے جب کہ نان نفقہ کے بارے میں قرآن کچھ اور بتا رہا ہے، پوری تفصیل منظم مفہوم القرآن ہو، ملاحظہ فرمائیں: ان حدیثوں کے بارے میں جب میں نے ایک عالم سے دریافت کیا تو انہوں نے بتلایا کہ ایک لڑکی سے حضور کا نکاح ہوا تھا وہ آپ کے گھر آئی تو حضور کی دوسری بیویوں نے حسد کی وجہ سے اس عورت کو یہ سکھا دیا کہ جب حضور تمہارے پاس آئیں تو یہ الفاظ کہنا (میں تجھ سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں) یہ لفظ حضور کو پسند ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس عورت کو حضور کے مرتبہ کا پتہ نہیں تھا کہ آپ نبی ہیں۔ یہ سن کر میں نے سوال کیا کہ جب حضور نے نکاح کیا ہوگا تو اس لڑکی سے ضرور اجازت مانگی ہوگی اور مہر بھی مقرر کیا ہوگا۔ دوسرے یہ کہ وہ لڑکی مسلمان ہوگی اور عربی زبان کو جانتی ہوگی، جو الفاظ اس عورت کو سکھائے گئے تھے ان کا مطلب بھی جانتی ہوگی۔ اس لیے وہ ان الفاظ کو ادا نہیں کر سکتی تھی، دوست تو دوست دشمن بھی حضور کو جانتے تھے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں پھر ایک مسلمان لڑکی کے لیے کیسے مان لیا جائے کہ وہ حضور کو نہیں جانتی تھی، مولوی صاحب نے بتایا کہ جب وہ آپ کے گھر آئی، مگر حدیث میں ہے کہ حضور باغ میں گئے اور وہاں پر یہ گفتگو ہوئی۔

حدیث کے الفاظ ایسے ہیں ان کو کوئی بھی عقل سلیم رکھنے والا انسان تسلیم نہیں کر سکتا اور ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ ان کو ایک دم مسترد کر دینا چاہیے، کیونکہ یہ حضور پر بہتان عظیم ہے۔ حدیث میں ایک لفظ ملکہ کے ساتھ

بازاری ہے۔بازاری لفظ کے معنی ہر آدمی جانتا ہے کہ کیا ہیں؟ یعنی برے چال چلن والا آدمی، بخاری کو یہ لفظ لکھتے وقت کچھ بھی احساس نہ ہوا کہ میں کیا لکھ رہا ہوں جیسا کہ امام بخاری کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ بہت نیک آدمی تھے اگر نیک آدمی تھے تو انہوں نے یہ حدیث نہیں لکھی، بعد میں کسی منافق نے ان کی کتاب میں شامل کر دی تو بعد والوں نے اس حدیث کو کتاب سے خارج کیوں نہ کیا؟ کیا بعد والوں کے لیے یہ لفظ بازاری آقا کی شان کے مطابق ہے؟ یہ لفظ بازاری میرے آقا کی شان کو بڑی بری طرح مجروح کر رہا ہے اور ساتھ میں ازواج کے کردار کو بھی مجروح کر رہا ہے۔تاویل تو اور بھی ہیں لیکن یہاں تو چند پر ہی قلم روک دیا گیا ہے۔

حدیث میں لکھا ہے کہ وہ لڑکی باغ میں لائی گئی تھی اور ساتھ میں اس کی آیا بھی تھی اور لکھا کہ آپ نے اس سے نکاح کیا تھا، نکاح تو دوسری ازواج سے بھی کیا تھا تو کیا ان سب کو بھی آپ کے لیے پہلے ایسے ہی باغ میں لایا گیا تھا جیسے آج کل شادی ہونے کے بعد ہنی مون منانے کے لیے کسی دوسرے اچھے مقام پر جاتے ہیں۔ کیا نبی کے بارے میں بھی اس طرح کا قیاس کیا جا سکتا ہے؟ اصل یہ ہے کہ نبی کی سبھی بیویاں نکاح کے بعد آپ کے حجروں میں ہی لائی گئیں اور ان حجروں میں انہوں نے نبی کے ساتھ زندگی بسر کی اور یہی بات نبی کے شایان شان ہے۔

جب اللہ نے نبی کے لیے طلاق دینے کو منع کر دیا ہے تو نبی کا کسی عورت کو طلاق دینے کا سوال ہی نہیں تھا۔یہ سب ہوتے ہوئے بھی ہم غلط روایتوں کو صحیح تسلیم کیے جاتے ہیں، یہ کیا بات ہے؟ بات صرف یہ ہے کہ ہم کو صحیح تعلیم سے ہٹا کر غلط علم پر لگا دیا گیا ہے۔دوسری روایت میں ولی کی بات ہے تو حضور کی وفات کے بعد ہر بادشاہ یا امیر اپنے عوام کا ولی ہوتا ہے۔اس روایت سے فائدہ اٹھا کر وہ جس عورت سے چاہے نکاح کرے اور چاہے طلاق دے اور سب پریشانیوں سے بچ جائے۔اس طرح تو معاشرے میں لاقانونیت جنم لے گی۔زور زبردستی رواج پائے گی۔عورتوں کی عصمت محفوظ نہ رہ سکے گی۔اللہ ہمارے حال پر رحم کرے۔ہم غور کریں کہ نبی کے مقام اور شان کے خلاف کس طرح کی لغو روایتیں رواج پا گئی ہیں اور غضب یہ کہ ان کو صحیح بتلایا جا رہا ہے۔ جب کہ یہ نبی کی شان میں سنگین گستاخی ہے اور ساتھ ہی صحابہ، ازواج اور بعد کے نیک بزرگوں کو بھی بدنام کرنے کے مترادف ہے۔

قرآن کا نزول محمد پر ہی پورا ہوا، ان کو جلدی کرنے کی خواہش کو منع کیا

ذیل میں جو آیات درج کی جا رہی ہیں ان کو پہلے حصہ میں درج کیا گیا ہے، اس حصہ میں اس لیے درج کی جا رہی ہیں کہ قارئین کے ذہن میں تازہ ہو جائیں اور غور کرنے کا موقع ملے جس سے درست نتیجہ برآمد ہو۔

سورہ طٰہٰ ۲۰: ۱۱۳۔اور ہم نے اس کو اسی طرح کا قرآن عربی نازل کیا ہے اور اس میں طرح طرح سے تنبیہات رکھی ہیں تا کہ لوگ پرہیزگار بنیں یا اللہ ان کے لیے نصیحت پیدا کر دے۔

۲۰:۱۱۴۔پس بالاوبرتر ہے اللہ بادشاہ حقیقی (اس قرآن کی تکمیل کے لیے ایک وقت مقرر ہے) آپ لوگوں کے ردوقبول سے بے نیاز ہو کر جس ترتیب سے یہ اتر رہا ہے لوگوں کو سناتے رہو اس کی تکمیل کے لیے اللہ نے جو مدت مقرر کر رکھی ہے وہ اس کی حکمت اور مصلحت سے اچھی طرح واقف ہے ۔اس لیے اس کو پورا ہونے سے پہلے آپ اس قرآن کے نازل ہونے کے بارے میں جلدی کی خواہش نہ کریں یقیناً اس کی وحی آپ پر پوری ہوگی اور دعا کرو! اے رب مجھے مزید علم عطا کر۔

اس آیت کے ساتھ (۲۵:۳۲،۳۳) کو دیکھ لیا جائے تو مطلب صاف ہو جاتا ہے۔

سورہ فرقان ۲۵:۳۲۔منکرین کہتے ہیں اس شخص پر سارا قرآن ایک ہی وقت میں کیوں نہ اتارا دیا گیا۔ ہاں تھوڑا تھوڑا اس لیے اتارا جا رہا ہے کہ اس سے آپ کا دل مضبوط کریں اور ہم نے اس کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھ سنایا۔

۱۷:۱۰۶۔اور اس قرآن کو ہم نے تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے تا کہ تم ٹھہر ٹھہر کر اسے لوگوں کو سناؤ اور اسے ہم نے بتدریج اتارا ہے۔

القلم ۶۸:۴۸۔(اے رسول!) اچھا اپنے رب کا فیصلہ صادر ہونے تک (یعنی جب تک کسی کام کے لیے اللہ کا حکم نہ آجائے) صبر کرو اور مچھلی والے (یونسؑ) کی طرح (جلدی کرنے والے) نہ ہو جاؤ (پھر) جب اس نے احساس کر کے پکارا تھا اور وہ غم کو پیے ہوئے تھا۔

الدہر ۷۶:۲۳۔اے نبی ہم نے ہی تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے۔

۷۶:۲۴۔لہٰذا تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو اور ان میں سے کسی بدعمل یا منکر حق کی بات نہ مانو یعنی وہ جو اعتراض کر رہے ہیں کرنے دو تم اس قرآن کو اس طرح لیتے رہو جیسے اللہ نازل کر رہا ہے۔یہ خواہش نہ کرو کہ پورا قرآن جلدی نازل ہو جائے۔

مذکورہ بالا آیات سے بات صاف ہوگئی۔منکر حق کہتے تھے کہ یہ قرآن ایک ساتھ کیوں نازل نہ ہوا؟ ہو سکتا تھا محمد صلی اللہ علیہ کو اس اعتراض کا جواب دینے میں کچھ پریشانی ہوتی کہ کیا جواب دیں لیکن اللہ نے قرآن نازل ہونے کا ایک قانون (۲۰:۱۱۴) میں بتا دیا ہے کہ آپ اس قرآن کے جلدی نازل ہونے کی خواہش نہ کریں یہ اپنے وقت پر یعنی آپ کی نبوت کی مدت جو مقرر ہے اس وقت تک بتدریج نازل ہوگا اور آپ پر ہی۔اس لیے جیسے نازل ہو رہا ہے پس ویسے ہی لیتے رہو، عمل کرتے رہو اور قوم کو بتاتے رہو۔کفار بکتے ہیں بکنے دو، پس آپ دعا کرتے رہو کہ اللہ مجھے اور علم دے اور جب تک کسی معاملہ میں مکمل ہدایت وحی سے نہ مل جائے اس کو طے کرنے میں جلدی نہ کرنا جیسے یونسؑ نے جلدی کر کے پریشانی اٹھائی۔بلکہ وحی کا انتظار کرنا جس میں وہ ہدایت ہو۔جب وحی سے علم ہو جائے تب قدم اٹھانا اور یہ بھی یاد رکھو ہم آپ کو کسی پریشانی میں مبتلا نہیں ہونے دیں گے، ہم یہ جانتے ہیں کہ منکروں کے اعتراض آئیں گے آپ کو ان کا کیا جواب دینا ہے۔اس لیے ان کے جواب دینے کے لیے آپ کو پہلے سے ہی ان اعتراضات کے جواب بتا دیں گے کیوں کہ ہم کو معلوم ہے ان کے

اعتراض سے آپ کو جواب دینے میں پریشانی ہو سکتی ہے۔اس لیے آپ کو ہر قیمت پر ہر اس اہم مسئلہ کا علم دے دیں گے جس کی آپ کو ضرورت پڑے گی۔مگر شرط یہ ہے کہ آپ کسی بھی کام کے لیے جلدی نہ کرنا اور نزول قرآن کے لیے بھی یہ خواہش نہ کرنا کہ یہ سب جلدی نازل ہو۔اگر جلدی کرو گے تو انجام آپ کے سامنے ہے کہ یونس کے ساتھ کیا ہوا تھا۔

یہ ہے حقیقت (۲۰:۱۱۴) اور دوسری آیات کی مگر ہمارے یہاں شان نزول کچھ اس طرح لکھا ہے جس کو پڑھ کر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے۔اس لیے جو شان نزول اس آیت کے بارے میں لکھا ملتا ہے وہ محل نظر ہے۔قرآن کسی شان نزول کا محتاج نہیں ہے وہ اپنی بات تصریف آیات سے صاف کرتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر عمل کر کے بتا دیا، جس عمل کو بہت آدمیوں نے دیکھا اور کیا جو قرآن کے مطابق تھا آج بھی قرآن ہمارے پاس اصل حالت میں موجود ہے اور آسان ہے مگر شرط یہ ہے کہ ہم اس کو کھلے دماغ سے دیکھیں۔

مگر قرآن کو نہ دیکھتے ہوئے دوسرے ذخیروں کو دیکھتے ہیں اور ان سے قرآن کا مطلب مقرر کرتے ہیں جو غلط بات ہے۔ہونا یہ چاہیے کہ دوسرے ذخیروں کو قرآن سے دیکھیں، قرآن ہر چیز پر قاضی ہے قرآن پر کوئی قاضی نہیں ہے۔یہ اللہ کا کلام ہے، بھلا اللہ کے کلام پر کوئی قاضی ہو سکتا ہے؟ اللہ ہمیں عقل دے۔(اقبال)

اس سلسلے میں سورہ قیامہ کے بارے میں بھی لکھ دیا جائے علماء کرام کیا کہتے ہیں، میرے پاس علامہ حمید الدین فراہی صاحب کی تالیف تفسیر نظام القرآن ترجمہ امین احسن اصلاحی صاحب آ گئی اور ساتھ ہی مبادی تدبر قرآن بھی۔ان کو پڑھا، ان حضرات کا دعویٰ ہے کہ قرآن کو قرآن سے سمجھو، دعویٰ تو حقیقت پر مبنی ہے، مگر عمل کیا ہے وہ افسوس ناک ہے۔امید کے خلاف، ملاحظہ ہو۔

سورہ قیامہ ۷۵:۱۴ تا ۱۹۔نمبر نزول ۳۱۔ بلکہ انسان اپنے لیے آپ سوجھ ہے، اگر چہ اپنے بہانے پیش کرے نہ چلا اس کے پڑھنے پر اپنی زبان کو کہ جلدی سیکھ لے۔ہمارا ذمہ ہے اس کو جمع کرنا اور اس کو سنانا، پس جب ہم اس کو سنا دیں تو اس کو پیروی کر، پھر ہمارے ذمہ ہے اس کی تفصیل۔

یہ رہا ترجمہ بشمول ان کے تقریباً سب ہی علماء لکھتے ہیں کہ جب وحی نازل ہوتی تھی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کو یاد کرنے کے لیے اپنی زبان کو جلدی جلدی حرکت دیتے تھے جس سے اس وحی کو یاد کر لیں۔محمد کو یہ اندیشہ تھا مبادا قرآن کی کوئی بات ضائع ہو جائے اور وحی کی زیادتی کی بھی تمنا تھی کہ شاید آپ کی قوم اس کے کسی حصہ کی برکت سے راہیاب ہو جائے۔

سورہ قلم ۶۸:۴۸۔نمبر نزول ۲۔میں کہا گیا ہے کہ آپ مچھلی والے کی طرح جلدی نہ کرنا جب جس کام کے لیے حکم آ جائے تب کرنا۔

طٰہٰ ۲۰:۱۱۴۔نمبر نزول ۴۵۔اس میں بھی عالموں نے یہی ترجمہ کیا ہے کہ وحی نازل ہوتے وقت اس کو یاد کرنے میں جلدی نہ کرنا بلکہ پہلے اس کو سننا یہ ترجمہ بھی غلط ہے صحیح یہ ہے کہ اے محمد! اس قرآن کی وحی اپنے وقت

پر آپ پر ہی پوری ہوگی ۔جس طرح یہ نازل ہو رہا ہے بس ایسے ہی لیتے رہو جلدی کی تمنا نہ کرو ۔

۲۰: ۱۱۵ ۔کو نازل کر کے اللہ نے یہ بھی بتادیا کہ ہم نے آدم سے عہد لیا تھا اور بتا دیا تھا مگر وہ اسے بھول گیا ،مگر وہ اس بھول پر ثابت قدم نہ رہا اور معافی مانگی تو آپ نہ بھولنا۔

سورہ فرقان ۲۵: ۳۲ ۔نمبر نزول ۴۲ ۔سورہ دہر ۷۶ مکیہ آیت ۲۳: ۲۴ ۔میں کہا گیا ہے اے نبی ہم نے ہی تم پر یہ قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے ۔لہٰذا تم اپنے رب کے حکم پر صبر کرو اور ان میں سے کسی بد عمل یا منکر حق کی بات نہ مانو ایسے ہی بنی اسرائیل کی آیت ۱۰۵: ۱۰۶ ۔میں کہا ہے کہ اے نبی یہ قرآن ہم نے ہی تھوڑا تھوڑا کر کے نازل کیا ہے اور تم خوشخبری اور ڈر سناؤ ۔

سورہ الحجر نمبر نزول ۵۴ :۱۵: ۹ ۔رہا یہ ذکر تو اس کو ہم نے نازل کیا ہے اور ہم خود اس کے نگہبان ہیں ۔

سورہ الاعلیٰ ۸۷: ۶ ،۷ ،۸ ۔نمبر نزول ۸ ۔ہم تمہیں ابھی پڑھوا دیں گے پھر تم نہیں بھولو گے بالکل ایسا ہی ہے اللہ کا قانون مشیت یہی ہے وہ ظاہر کو بھی جانتا ہے اور جو کچھ پوشیدہ ہے اس کو بھی اور ہم تمہیں آسان طریقے کی سہولت دیتے ہیں ۔

(۱) اللہ نے سورہ قلم جس کا نمبر نزول ۲ ہے میں کہا ہے کہ آپ جلدی نہ کرنا ، مچھلی والے کی طرح ، وحی اپنے وقت پر ہی پوری ہوگی ۔

(۲) سورہ الاعلیٰ جس کا نمبر نوزل ۸ ہے ۔اس میں کہا کہ ہم ابھی پڑھوا دیں گے سو آپ نہیں بھولیں گے پورا یقین دلا دیا اور (۱۷: ۶۸) میں کہا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو وحی کو دلوں سے نکال لیں مگر نہیں نکالیں گے ۔

(۳) فرقان نمبر نزول ۴۲ ۔اس میں کافروں کے اعتراض کا جواب دیا ہے وہ یہ کہتے تھے کہ قرآن سب ایک ساتھ کیوں نہ اتارا گیا ،تو اللہ نے کہا کہ اس کو تھوڑا تھوڑا ہی اتارا گیا ۔

سورہ قیامہ ۷۵: ۲ ۔نمبر نزول ۳۱ ۔اس آیت میں عالموں نے ترجمہ کیا ہے آپ قرآن کی وحی لیتے وقت اپنی زبان نہ چلائیں پہلے سن لیں ،ہم یاد کرا دیں گے جب کہ یہ ترجمہ غلط ہے ۔اگر اس کو صحیح مان لیا جائے تو محمد کس مقام پر کھڑے نظر آتے ہیں ۔یعنی اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بار بار سمجھاتا ہے مگر محمد اللہ کی بات کو نہیں مانتے اور پھر اللہ ۔

سورہ طٰہٰ ۔نمبر نزول ۴۵ ۔میں منع کرتا ہے کہ اپنی زبان کو جلدی نہ چلا ۔کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کی نصیحت یاد نہیں رہتی تھی ؟یا محمد بچے کی طرح عمل کرتے تھے جیسے بچے کو کسی کام کے کرنے سے منع کیا جاتا ہے مگر وہ بار بار اس کام کو ہی کرتا ہے ۔کیا کبھی غور کیا ہے ؟اس لیے سورہ قیامہ کا جو ترجمہ عالموں نے کیا ہے وہ غلط ہے ۔صحیح مفہوم میں نے دو منظم مفہوم القرآن اُردو اور ہندی میں لکھا ہے اور ابو بکر القفالؒ اور مولانا شبیر احمد ازہر میرٹھی نے بھی یہی لکھا ہے جو میں نے لکھا ہے غور ضروری ہے ۔

علامہ حمید الدین فراہی صاحب اور امین احسن اصلاحی صاحب کہتے ہیں قرآن سمجھنے کے لیے جن

باتوں کی ضرورت ہے ان میں یہ بھی ہیں، یعنی قرآن نازل ہونے کے وقت عرب اور خاص طور سے مکہ ومدینہ اور قرب وجوار کے کیا حالات تھے۔ ادیبوں اور شاعروں نے اپنی تصانیف میں کیا لفظ استعمال کیے ہیں ان کا کیا مطلب ہے۔ عربی علم اور نظم قرآن بھی لیکن ان باتوں پر خود ان بزرگوں نے غور نہیں کیا۔ اگر نظم قرآن پر غور کرتے تب بھی وہ حضرات محمد کے مقام کو نظر میں رکھتے اور ایسے مقام پر کھڑا نہیں کرتے جو نبی کا مقام نہیں، کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ کے بار بار بتانے کے بعد بھی محمد اپنی زبان کو بار بار چلائیں؟ یہ ممکن ہی نہیں۔ اس لیے وہ بزرگ اپنے ہی قانون کو نظر میں رکھتے ہوئے عربی متن جس میں نظم ہے اور مقام محمد کو دیکھ کر سورہ قیامہ کا ترجمہ ٹھیک کرتے۔ دوسری بات جو خرافات اس علاقے میں اور زمانہ میں ہو رہے تھے وہ تقریباً ہر علاقے میں تھے اور آج بھی ویسا ہی ہو رہا ہے۔ اگر اس علاقے کے حالات کچھ اور تھے آج نہیں تو پھر جو حالات آج ہیں جس علاقے کے اس کے تحت دوسرا قرآن کسی دوسرے نبی پر نازل ہونا ضروری ہے (نعوذ باللہ) لیکن یہ ممکن نہیں آخری نبی محمد ہیں ان کے بعد کوئی نبی نہیں اس لیے کسی اور قرآن کی ضرورت نہیں جو قرآن محمد پر نازل ہوا ہے وہی قیامت تک کے لیے کافی ہے۔

مگر جو حالات اس وقت اس علاقے میں تھے تقریباً وہ ہر علاقے اور ہر زمانے میں کم وپیش رہیں گے۔ اس لیے یہی قرآن جو محمد پر نازل ہوا تھا کافی ہے۔ اس کو سمجھنے کے لیے علم وعقل اور اللہ کے خوف کی ضرورت ہے جس علم وعقل سے قرآن میں جو نظم ہے اس کو قائم کیا جائے اور نبی کا مقام نظر میں ہو تو اللہ کے کرم وفضل سے ہر آیت کا مفہوم صاف ہو جائے گا اور خود ہی اپنے اصولوں کو تو ڑ کر قرآن کی تفسیر کی جائے گی جیسا کہ سامنے ہے اور خود ان دونوں بزرگوں نے بھی کیا ہے جو اوروں نے کیا ہے تو قرآن کا صحیح مفہوم پردے میں رہے گا مولانا موصوف نے لکھا ہے کہ محمد کو یہ اندیشہ رہتا تھا کہ مبادا قرآن کی کوئی بات ضائع ہو جائے (نعوذ) اللہ نے جب قرآن کی حفاظت کا ذمہ لے لیا و رمحمد کو یقین دلا دیا کہ قرآن میری حفاظت میں ہے اور آپ کو پختہ یاد کرانا بھی میرا کام ہے اور آپ نہیں بھولیں گے تو پھر اللہ کے یقین دلانے پر محمد کو یقین نہیں آیا تھا؟ اور آپ کو اندیشہ رہتا تھا کہ مبادا کوئی بات ضائع ہو جائے کیا ایسا الزام لگانا درست ہے۔

پھر لکھا جا رہا ہے کہ سورہ قیامہ کی آیات کا یا دوسری آیات کا ترجمہ جو اکثر عالموں نے لکھا ہے جو پڑھنے میں آ رہا ہے وہ سیاق وسباق نظم قرآن سے ہٹ کر اپنے عقیدے کے مطابق کیا گیا ہے یعنی اپنے سابق بزرگوں کی تصدیق کی ہے۔ نظم قرآن سیاق وسباق اور عربی متن کچھ اور بتا رہا ہے جو سورہ قیامہ یا دوسری آیات کے مفہوم میں درج ہے۔ منظم مفہوم القرآن میں ملاحظہ کریں:

ویسے ہم کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اللہ نے ان باتوں کی جن کی ضرورت محمد کو تھی ان کی معلومات وقت آنے سے پہلے ہی دے دی تھی۔ ایسا نہیں کہ بنا علم کے ہی محمد کو میدان میں اتار دیا ہو یا بڑے سمندر میں ڈال دیا ہو کہ تیرنا آتا نہیں اور آپ سمندر میں کود پڑے ہوں، اس لیے ضروری معلومات اللہ نے وحی کے ذریعہ محمد کو دے

دی تھیں۔اللہ جانتا تھ کہ لوگ سوال کریں گےاور یہ مسائل بھی آئیں گےاس لیےضرورت کے مطابق سب علم رسول کو دے دیا تھااوراللہ رسولوں کوچن کرہی بناتا تھا جواس کااہل ہوتا ہے۔اس لیے رسول اللہ کی نافرمانی نہیں کرتے یہ ہے نبی کا مقام اللہ کی ہر بات یادرکھتے ہیں اورعمل کرتے ہیں حکم کی نافرمانی نہیں کرتے۔مگر یہ بھی یاد رہے کہ نبیوں کا عمل اللہ کے حکم کے بعد ہوتا ہے، پہلے نہیں اور جو آیات میں ہوتا ہے ویسا ہی عمل ہوتا ہے۔ذیل میں سورہ قیامہ کی آیات کامفہوم درج ہے۔

سورہ قیامہ ۷۵:۱۴۔بلکہ آدمی خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے(جو کیا ہےاس کومعلوم ہے)۔

۷۵:۱۵۔اوراس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لاڈالے جب بھی نہ سنا جائے گا(وہ کتنی ہی زبان درازی کرے)۔

۷۵:۱۶۔(تو سن)اب اپنی زبان درازی نہ کر یعنی زبان نہ چلااورجلدی نہ کر۔(۱۸:۴۹،۵۱:۵۹)

۷۵:۱۷۔(اور اے انسان کان کھول کرسن لےاب دنیا کی زندگی میں موقع ہے اچھے عمل کر لے یا برے)یقیناً ہم تیرےاوپر نامہ اعمال جمع کر رہے ہیں اس کو ہم پڑھوادیں گے۔(۱۷:۱۳،۱۴،۷:۸،۹)

۷۵:۱۸۔اور جب تیرے سامنے پڑھنے کو پیش ہوگا تواس کوتسلیم کرنے پر مجبور ہوگا تو اس کی اتباع کرے گا۔

۷۵:۱۹:(یہ بھی ایک حقیقت ہے) کہ اس نامہ اعمال کا کھول کھول کر بیان کردینا تیرےاوپر ہمارا کام ہے۔

۷۵:۲۰۔تو سنو تم یہ چاہتے ہو کہ وہ جلدی آجائے یعنی قیامت (تو وہ تو اپنے وقت پر ہی آئے گی)۔

یہ رہا ان آیات کامفہوم غور کرو سورہ قیامہ میں قیامت کا ذکر ہےاس لیے سیاق وسباق قیامت کا ہونا چاہیے مگر علماءکرام نے کچھ اور لکھا ہے جو قارئین نے پڑھ لیا ہوگا۔

سورہ طہٰ ۲۰:۱۱۵۔اور یہ حقیقت ہے کہ ہم نے آدم سے عہد لیا تھااور بتا دیا تھا مگر وہ بھول گیا۔بھول سے وعدہ خلافی کر گیا مگر ہم نے اس کو(اس نافرمانی)پر ثابت قدم نہ دیکھا (اپنی بھول کی معافی طلب کی)۔

اور یہ حقیقت ہے کہ نبی آدم گناہ کرنے کے بعد نیک بھی بن جاتا ہے گناہوں پر ثابت قدم نہیں رہتا توبہ کر لیتا ہے،ایسے ہی آدم نے توبہ کی تھی، وہ اپنی غلطی پر قائم نہیں رہے تھے تو اے محمدؐ آپ بھی ہمارے احکام ملنے پر ہی کوئی کام کرنا جلدی نہ کرنا،کبھی بھول کر جلدی کر جاؤ اور اے نبی آدم اگر شیطان کے چکر میں غلطی ہو جائے تو اس پر قائم نہ رہنا توبہ کر لینا (جیسے تمہارے باپ آدم نے کی تھی)یہ ہے حقیقت۔

نبی معصوم ہوتے ہیں پھر گناہ معاف کرنے کا کیا مطلب

آیات قرآن کے تراجم میں لکھا گیا ہے کہ اے نبی اپنے گناہوں کی معافی مانگو،کیا نبی گناہگار تھے؟ آیات کا ترجمہ پیش ہے:

سورہ المومن ۴۰:۵۵۔پس اے نبی تو صبر کر اللہ کا وعدہ بلا شک (وشبہ) سچا ہی ہے تو اپنے گناہ کی معافی مانگتا رہ اور صبح اور شام اپنے پروردگار کی تسبیح اور حمد بیان کرتا رہ۔

سورہ محمد ۴۷:۱۹۔سو (اے نبی!) آپ یقین کر لیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگا کر، اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کے حق میں بھی۔اللہ تم لوگوں کی آمد و رفت کی اور رہنے سہنے کی جگہ کو خوب جانتا ہے۔

سورہ الفتح ۴۸:۲۔تا کہ جو کچھ تیرے گناہ آگے ہوئے اور جو پیچھے سب کو اللہ معاف فرمائے اور تجھ پر اپنا احسان پورا کر دے اور تجھے سیدھی راہ چلائے۔

مذکورہ بالا ترجمہ مولانا جونا گڑھی صاحب کا ہے اور تقریباً سب کا یہی ہے، مولانا مودودی صاحب کا بھی یہی ترجمہ ہے صرف سورہ فتح میں گناہ کی جگہ کوتاہی لکھا ہے اور کوئی فرق نہیں اور تھوڑا فرق اعلیٰ حضرت نے کیا ہے جو ذیل میں درج ہے۔

سورہ المومن ۴۰:۵۵۔تو اے محبوب! تم صبر کرو بیشک اللہ کا وعدہ سچا ہے، اپنوں کے گناہوں کی معافی چاہو اور اپنے رب کی تعریف کرتے ہوئے صبح اور شام اس کی پاکی بولو۔

سورہ محمد ۴۷:۱۹۔تو جان لو کہ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں اور اے محبوب اپنے خاصوں اور عام مسلمان مردوں اور عورتوں کے گناہوں کی معافی مانگو اور اللہ جانتا ہے دن کو تمہارا پھرنا اور رات کو تمہارا آرام لینا۔

سورہ الفتح ۴۸:۲۔تا کہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشے تمہارے اگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے اور اپنی نعمتیں تم پر تمام کر دے اور تمہیں سیدھی راہ دکھائے۔

یہ رہا علماء کرام کا ترجمہ جس میں نبی کو گناہ مانگنے کو لکھا ہے کیا نبی گناہ کرتے تھے؟ اور آگے کے گناہ معاف کرنے کی خبر دے کر گناہ کرنے کی کھلی چھوٹ دے دی (نعوذ) اعلیٰ حضرت نے کچھ محسوس کیا اور نبی کو گناہوں سے بری کیا اور ترجمہ کیا اپنے خاصوں اگلے اور پچھلوں کے گناہوں کی معافی چاہو، بڑی اچھی بات ہے کہ مولانا صاحب نے نبی کو گناہ گار ہونے سے بچا لیا لیکن کیا ان کے ترجمے کی تائید آیات کا متن کر رہا ہے؟ متن تو تائید نہیں کر رہا ہے۔عجیب بات ہے گناہ کریں امتی اور معافی چاہیں محمدؐ۔دوسری بات ترجمہ میں ہے ''تمہارے سبب، یہ تو وہی بات ہوئی جیسے عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ عیسیٰ کی صلیب پر موت ہونے سے تمام امت کے گناہوں کا کفارہ ہو گیا اب عیسائی کچھ کریں مگر عیسیٰ کی صلیب کی وجہ سے سب کے گناہ معاف۔کیا آسان نسخہ ہے؟

لیکن کیا ان کے ترجمہ اور تاویل کی تائید آیات کا متن کر رہا ہے؟ متن تو تائید نہیں کر رہا، متن تو کچھ اور بتا رہا ہے، اس طرح متن سے ہٹ کر ترجمہ کرنا بھی تحریف ہے، یہ رویہ درست نہیں ہے، علماء کرام کے تراجم اور تفاسیر نے اور روایات کی بھرمار نے نبی کو گناہ کی معافی مانگنے کو لکھ کر نبی کی کردار کشی کی ہے۔سیرت کو داغ دار کیا ہے جو ستم ہے ان آیات کا صحیح مفہوم پہلے حصہ میں درج ہے اور منظم مفہوم القرآن میں وہاں ملاحظہ فرمائیں۔

جنگی قیدیوں کو آزاد کرنا حکم الٰہی سے

سورہ محمد: ۴۷۔ ا ہجری میں نازل ہوئی جس میں درج ہے: جنگی قیدیوں کو آزاد کیا جائے گا۔ نبی نے اس حکم پر عمل کیا مگر ان کے لیے کیا لکھا ہے پیش ہے۔ پہلے یہ دیکھا جائے کہ کلام الٰہی اور دستور الٰہی میں تضاد نہیں ہے۔

سورہ نساء ۴: ۸۲۔ تو کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے (حالانکہ یہ اللہ کا کلام ہے) اگر قرآن اللہ کے علاوہ کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس کی بہت سی باتیں آپس میں مختلف ہوتیں۔ اللہ کی سنت اور دستور بدلتا نہیں۔ اس کے بارے میں بھی پہلے حصہ میں آیات لکھی ہیں، دیکھ لیا جائے۔ اللہ کا حکم نبی کے لیے کیا ہے۔ پیش ہے:

سورہ انفال ۸: ۶۷۔ یہاں تک کہ جب زمین میں دشمن مغلوب و کمزور ہو جائیں اور وہ اپنی مخالفانہ کاروائیوں سے رُک جائیں اور امن قائم ہونے کا مقصد پورا ہو جائے تو پھر نبی کے لیے یہ لائق نہیں ہے کہ اس کے پاس قیدی رہیں، ان کو آزاد کرنا ہے، کیا قیدیوں کو اپنے پاس رکھ کر تم دنیا کے فائدے چاہتے ہو، حالانکہ اللہ کے پیش نظر آخرت ہے اور اللہ غالب اور حکیم ہے۔

سورہ محمد ۴۷: ۴۔ تو جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو گردنیں مارنا ہے یعنی کاٹنا ہے (کیونکہ جنگ میں تو قتال ہوتا ہی ہے دونوں فریق ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں) یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو جائیں، مخالفانہ کاروائیاں کرنے کی طاقت ختم ہو جائے، وہ ایسی حالت میں ہو جائیں کہ اپنے ہتھیار ڈال دیں تو ان کو گرفتار کرلو، امن ہونے کی حالت میں ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دو اور اگر کسی کے پاس رقم نہیں ہے تو رحم کر کے چھوڑ دو (تیسری شق دستور زمانہ ہے یعنی اپنے قیدی دشمن کے پاس ہو سکتے ہیں ان کا بدلہ کرلو) ہر حال میں قیدیوں کو رہائی ملنی ہے اور اگر اللہ چاہتا تو آپ ہی بدلہ لیتا مگر یہ آپس میں جنگ اس لیے ہوتی ہے کہ ایک دوسرے سے جانچے جاؤ، کون مومن ہے اور کون منافق۔ جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں گے اللہ ہرگز ان کے عمل ضائع نہیں کرے گا۔

مذکورہ بالا آیات میں بڑی تفصیل کے ساتھ صاف ستھرے انداز میں اللہ نے بتا دیا اور وقت سے پہلے چوں کہ سورہ محمد ا ہجری میں نازل ہو چکی تھی اور جنگیں اس کے بعد شروع ہوئیں یعنی ۲ ہجری میں، پھر سورہ انفال کی تفسیر میں یہ کیوں لکھا گیا کہ جنگ بدر کے قیدیوں کے بارے میں محمد نے مشورہ کیا کہ ان کے بارے میں کیا کیا جائے، مولانا محمد جونا گڑھی صاحب کے ترجمہ، پھر تفسیر مولانا صلاح الدین یوسف صاحب کی تحریر ہے، رقم طراز ہیں:

جنگ بدر میں ستر کافر مارے گئے اور ستر ہی قیدی بنائے گئے، یہ کفر و اسلام کا چونکہ پہلا معرکہ تھا اس لیے قیدیوں کے بارے میں کیا طرز عمل اختیار کیا جائے، ان کی بابت احکام پوری طرح واضح نہیں تھے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان ستر قیدیوں کے بارے میں مشورہ کیا کہ کیا کیا جائے۔ ان کو قتل کر دیا جائے یا فدیہ لے

کر چھوڑ دیا جائے؟ جواز کی حد تک دونوں ہی باتوں کی گنجائش تھی، اسی لیے دونوں ہی باتیں زیرِ غور آئیں، لیکن بعض دفعہ جواز عدم جواز سے قطع نظر حالات وظروف کے اعتبار سے زیادہ بہتر صورت اختیار کرنے کی ضرورت ہوتی ہے، یہاں بھی ضرورت زیادہ بہتر صورت اختیار کرنے کی تھی لیکن جواز کو سامنے رکھتے ہوئے کم تر صورت اختیار کر لی گئی، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عتاب نازل ہوا، مشورے میں حضرت عمرؓ وغیرہ نے یہ مشورہ دیا کہ کفر کی قوت وشوکت توڑنے کے لیے ضروری ہے کہ ان قیدیوں کو قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ کفر اور کافروں کے سرغنے ہیں، یہ آزاد ہو کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف زیادہ سازشیں کریں گے، جبکہ حضرت ابوبکرؓ وغیرہ کی رائے اس کے برعکس یہ کہ فدیہ لے کر انہیں چھوڑ دیا جائے اور اس مال سے آئندہ جنگ کی تیاریاں کی جائے۔ نبی نے بھی اسی رائے کو پسند فرمایا، جس پر بعد کی آیات نازل ہوئیں (حتیٰ یثخن فی الارض) کا مطلب ہے کہ اگر ملک میں کفر کا غلبہ ہے (جیسا کہ اس وقت عربوں میں کفر کا غلبہ تھا) تو کافروں کی خوں ریزی کر کے کفر کی قوت کو توڑنا ضروری ہے اس نکتے کو نظر انداز کر کے تم نے جو فدیہ قبول کیا ہے تو گویا زیادہ بہتر صورت کو چھوڑ کر کم تر صورت کو اختیار کیا ہے جو تمہاری غلطی ہے۔ بعد میں جب کفر کا غلبہ ختم ہو گیا تو قیدیوں کے بارے میں امام وقت کو اختیار دے دیا گیا کہ وہ چاہے تو قتل کر دے یا فدیہ لیکر چھوڑ دے یا مسلمان قیدیوں کے ساتھ تبادلہ کر لے اور چاہے تو ان کو غلام بنا لے، حالات وظروف کے مطابق کوئی بھی صورت اختیار کرنا جائز ہے (قتل کرنے اور غلام بنانے کی اجازت کس آیت میں درج ہے ظاہر کیا جائے) بخاری میں کیا ہے وہ بھی درج ہے۔

بنی قریظہ کا محاصرہ اور ان کا قتل

بخاری جلد دوم، ص ۵۶۵، حدیث نمبر ۱۲۹۰۔ ابواب المغازی۔ حضرت ابوسعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر بنی قریظہ قلعہ سے نیچے اتر آئے تھے۔ بس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ کو بلانے کے لیے پیغام بھیجا۔ بس وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہونے کے لیے گدھے پر سوار ہو کر چل پڑے اور جب مسجد نبوی کے قریب آ گئے تو آپ نے انصار سے فرمایا کہ اپنے سردار یا اپنے بہترین فرد کے لیے تعظیمی قیام کرو۔ آپ نے فرمایا کہ یہ لوگ تمہارے حکم پر قلعہ سے نیچے اتر آئے ہیں اب ان کا فیصلہ کر دو۔ انھوں نے فیصلہ کیا کہ ان کے جو افراد لڑنے کے قابل ہیں وہ قتل کر دیئے جائیں اور ان کے اہل وعیال کو قیدی بنا لیا جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے حکم الٰہی کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور کبھی آپ یہ فرماتے کہ حکم فرشتے کے مطابق فیصلہ کیا ہے۔

حدیث نمبر ۱۲۹۱۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ جنگ خندک کے اندر حضرت سعد بن معاذ کو قریش کے ایک آدمی حبان بن عرفہ کا تیر لگ گیا تھا جو ان کی رگ ہفت اندام میں لگا تھا۔ پس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد نبوی میں خیمہ نصب کروا دیا تھا تا کہ ان کی تیمارداری میں آسانی رہے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جنگ خندق سے فارغ ہوکر دولت خانہ کی طرف لوٹے تو ہتھیار اتار کر غسل فرمانے لگے۔اسی وقت حضرت جبرئیل حاضر خدمت ہوئے اور آپ کے سر مبارک سے گرد جھاڑ رہے تھے۔عرض گزار ہوئے کہ آپ نے تو ہتھیار اتار دیئے لیکن خدا کی قسم میں نے ابھی نہیں اتارے۔ان کی جانب تشریف لے چلئے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کن کی جانب تو بنی قریظہ کی جانب اشارہ کیا۔پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے گئے۔پس وہ آپ کے حکم پر قلعے میں اتر آئے، کیونکہ فریقین نے حضرت سعد بن معاذ کو حکم (منصب) تعلیم کرلیا تھا۔انہوں (حضرت سعد) نے فرمایا کہ ان کا یہ فیصلہ کرتا ہوں کہ ان کے جو فرد لڑنے والے ہیں ان کو قتل کر دیا جائے اور ان کی عورتوں اور بچوں کو لونڈی غلام بنالیا جائے اور ان کے مال کو مسلمانوں پر تقسیم کر دیا جائے یہ رہا فیصلہ ان دونوں حدیثوں میں تضاد ہے اور قرآن کے خلاف ہے غزوہ بدر ۱۷ رمضان ۲ھ میں ہوا اور یہ بنی قریظہ والا معاملہ اس کے بعد ہوا جنگ خندق کے بعد اور سورہ محمد ۱ ہجری میں نازل ہو چکی پھر اس حکم کے خلاف یہ فیصلہ کیسے صادر ہوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو درست فرما رہے ہیں کیا یہ ممکن ہے۔

غزوۂ حنین کا بیان

بخاری کتاب المغازی، صفحہ ۱۳۸۔حدیث نمبر ۱۴۵۱۔ابن شہاب نے دو سندوں کے ساتھ حضرت عروہ بن زبیر سے اور انہوں نے مروان اور حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت کی ہے کہ جب ہوازن کا وفد مسلمان ہوکر رسول اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تو انہوں نے مطالبہ کیا کہ ان کا مال اور قیدی واپس کر دیے جائیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا کہ جتنے لوگ میرے ساتھ ہیں انہیں تم دیکھ رہے ہو اور سچی بات مجھے سب سے زیادہ پسند ہے، تم دو میں سے ایک چیز اختیار کر لو۔قیدی لینے چاہتے ہو یا مال؟ میں نے تو تمہاری وجہ سے تقسیم میں تاخیر بھی کی تھی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا دس روز سے زیادہ انتظار بھی فرمایا تھا۔یہاں تک کہ آپ طائف سے بھی لوٹ آئے تھے۔ جب ان پر بخوبی واضح ہوگیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں میں سے صرف ایک ہی چیز لوٹائیں گے تو انھوں نے عرض کی کہ ہمیں قیدی واپس دے دیجئے۔بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان کھڑے ہوئے اور اللہ کی حمد وثناء بیان کی جو اس کی شان کے لائق ہے۔اس کے بعد فرمایا کہ تمہارے بھائی ہمارے پاس تائب ہوکر آئے ہیں میری رائے یہ ہے کہ ان کے قیدی انہیں واپس دے دو۔پس تم میں سے جو کوئی اپنے حصے کے قیدی کو دینا چاہے وہ چھوڑ دے اور جو تم میں سے اپنے حصہ کی قیمت دینا چاہے تو اللہ تعالیٰ فے کے مال سے جو ہمیں سب سے پہلے عطا فرمائے گا اس میں سے انہیں دے دیا جائے گا۔سب عرض گزار ہوئے کہ یا رسول اللہ ہم برضا و رغبت چھوڑنے کو تیار ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہمیں معلوم نہیں کہ کس نے دل سے کہا اور کس نے دل سے نہیں کہا۔تم جاؤ اور گفتگو کر کے اپنے سرداروں کو ہمارے پاس بھیجو پس لوگ واپس گئے اور اپنے سرداروں سے گفتگو کی پھر سرداروں نے حاضر بارگاہ

ہوکر بتایا کہ لوگ تہ دل سے اجازت دے رہے ہیں۔ یہ ہے جو مجھے (ابن شہاب کو) ہوازن کے قیدیوں کے متعلق علم ہوا۔

۸ھ، محاصرہ طائف: طائف میں ایک مضبوط اور محفوظ قلعہ تھا دشمن کی شکست خوردہ فوج اس میں پناہ گزین ہو گئی اور سال بھر کا رسد جمع کر لیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کے مال غنیمت اور اسیران جنگ کے متعلق حکم دیا کہ جعرانہ میں محفوظ رکھے جائیں اور خود طائف کی طرف روانہ ہوئے اور طائف کے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہ محاصرہ تقریباً ۲۰ روز تک رہا لیکن فتح کی کوئی شکل نظر نہ آئی تو آپ نے محاصرہ اٹھا لیا۔ بعض لوگوں نے کہا "آپ ان کے لیے بد دعا کیجئے" آپ نے ان کے حق میں دعا کی "اے اللہ ان کو ہدایت دے اور توفیق دے کہ میرے پاس آ جائیں"۔ آپ کا کام بد دعا دینا نہ تھا بلکہ بھٹکے ہوؤں کو راہ راست پر لانا تھا، یہ ہے سیرت پاک۔

مال غنیمت

محاصرہ چھوڑ کر آپ جعرانہ تشریف لائے، غنیمت کا بے شمار ذخیرہ تھا۔ چھ ہزار اسیران جنگ چوبیس ہزار اونٹ، چالیس ہزار سے زیادہ بکریاں اور چار ہزار اوقیہ چاندی تھی۔ اسیران جنگ کے متعلق آپ نے انتظار کیا۔ ان کے عزیز و اقارب آ جائیں تو ان سے گفتگو کر لی جائے لیکن کئی دن گزرنے پر کوئی نہیں آیا۔ مال غنیمت کے پانچ حصے کئے گئے، چار حصے حسب قاعدہ فوج میں تقسیم کر دیئے گئے خمس یا (پانچواں حصہ) بیت المال اور غربا و مساکین کے لیے رکھا گیا مکہ کے اکثر رؤسا جنہوں نے حال میں اسلام قبول کیا تھا ابھی تک مذبذب الاعتقاد تھے انہیں کو قرآن میں مؤلفۃ القلوب [1] کہا گیا ہے۔ قرآن میں جہاں زکوٰۃ کے مصارف بیان کئے گئے ہیں ان لوگوں کا نام بھی ہے آنحضرت نے ان لوگوں کو نہایت فیاضانہ انعامات دیئے۔ عام تقسیم کی رو سے فوج کے حصہ میں جو آیا وہ فی کس چار اونٹ اور چالیس بکریاں تھیں لیکن چونکہ سواروں کو تگنا حصہ ملتا تھا اس لیے ہر سوار کے حصہ میں بارہ اونٹ اور ایک سو بیس بکریاں آئیں (ماخوذ انسان کامل صفحہ ۳۲، ۳۳، مولوی محمد)

[1] مذکورہ بالا مضمون میں ایک لفظ مولفۃ القلوب آیا ہے جس کا مطلب بیان کیا جاتا ہے ایمان پر قائم رکھنے کے لیے ان کو رقم دی جاتی ہے یہ غلط ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس کسی کا کوئی بڑا نقصان ہو جائے مالی یا جانی تو اس کو کچھ رقم دی جاتی ہے۔ جیسے حکومت ہند یا دوسری حکومتیں اس طرح کے نقصان پر امداد کرتی ہیں جس سے ان کا غم دور ہو جائے اور ان کے جس کام میں نقصان ہوا ہے وہ شروع ہو جائے یہ ہے موافقۃ القلوب نہ کہ رشوت دینا اگر رشوت دینا درست مان لیا جائے جیسا کہ مانا جا رہا ہے تو دوسرے جو الزامات لگا رہے ہیں وہ درست ہو سکتے ہیں (نعوذ) جب کہ اسلام نہ تو رشوت سے پھیلا ہے اور نہ تلوار کے زور سے مگر تصنیفات میں ایسا ہی لکھا ہے جو غلط ہے۔

اس باب میں تین آیات لکھی گئیں ہیں جن میں سے ایک میں ہے کہ قرآن میں تضاد نہیں جو بات

ایک جگہ کہی گئی،اس کے خلاف دوسری بات نہیں ہوگی ۔ایسے ہی اللہ کے دستور میں تضاد نہیں ۔ جب اللہ کے کلام اور دستور(سنت) میں تضاد نہیں تو رسول کے قول اور عمل میں تضاد نہیں ہوسکتا۔لیکن قرآن کے اس اصول کے خلاف یہ لکھا ملتا ہے جو قارئین نے پڑھ لیا ہے کہ بنی قریظہ کے آدمی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے کہنے یا سعد بن معاذ کے کہنے سے اتر آئے تھے تو ان کو سعد بن معاذ نے قتل کرنے اور غلام بنانے کا فیصلہ دیا جو اللہ کے حکم کے خلاف تھا اور اس غلط حکم کی تصدیق نبی یہ کہہ کر کر رہے ہیں کہ سعد بن معاذ کا فیصلہ اللہ کے حکم کے مطابق ہے یا جبرائیل کے حکم کے مطابق ۔قرآن میں تو ان کو آزاد کرنے کا حکم ہے ،قیدیوں کو قتل کرنے اور غلام بنانے کا کسی آیت میں حکم موجود نہیں ہے ۔ جنگ کے دوران تو قتل ہوتا ہے مگر قید کرنے کے بعد نہیں ۔ پھر جب جنگ بند ہو جائے اور معاہدہ امن ہو جائے تو ان قیدیوں کو آزاد کرنا ہے ۔اس لیے سعد بن معاذ کا مفروضہ فیصلہ خلاف قرآن ہے ۔اس طرح کا فیصلہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حیات ہوتے ہوئے ان کے سامنے ہونا ناممکن ہے اور نہ ہی ایسے غلط فیصلے کی تصدیق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کر سکتے تھے کہ یہ اللہ کے حکم سے یا جبرائیل کے حکم سے ہوا ۔ایسا لکھنا نبی کی کردار کشی ہے ۔دوسری بات: بخاری کی دونوں روایات میں تضاد ہے ایک میں ہے کہ بنی قریظہ کے آدمی سعد بن معاذ کے حکم سے اترے اور دوسری میں ہے نبی کے حکم سے اترے دونوں مختلف ہیں ۔اس لیے یہ فیصلہ محل نظر ہے کوئی بھی مومن ایسا فیصلہ نہیں کر سکتا مال غنیمت میں چھ ہزار اسیران جنگ کو مجاہدوں میں تقسیم کیا اور اونٹ بکریوں اور چاندی کو یہ بھی قرآن کے خلاف ہے کیا قرآن نے لوٹ کو کہا ہے قرآن نے حطۃ کا حکم دیا ہے لوٹ مار کا نہیں سورہ انفال کی جس آیت کا ترجمہ مال غنیمت یعنی لوٹ کا مال کیا ہے وہ غلط ہے وہاں تو زکوۃ کی مقدار بتائی ہے کہ زکوۃ کتنی دینی ہے اس کی تفصیل منظم مفہوم القرآن میں ملاحظہ ہو جو میں نے ہی لکھا ہے اس طرح جس نے لوٹ کا مال لکھا ہے اس نے ترجمہ غلط کیا ہے ان اسیران جنگ کو بعد میں رہا کیا گیا لکھا ہے مگر پہلے تو تقسیم ہی غلط کیا گیا تھا پہلے ہی ان کو فدیہ لیکر یا رحم کے ساتھ یا اپنے قیدیوں کے تبادلہ میں آزاد کرنا تھا ان کو تقسیم کرنے کو لکھنا بھی نبی کی کردار کشی ہے ۔قدم مقدم پر علماء کرام نے نبی کو قرآن کے خلاف کرتے لکھا ہے جو ممکن نہیں ۔اللہ ہم کو عقل دے ۔

جو بات قانون الٰہی نے جائز کر دی ہے اس کے کرنے میں نبی یا کسی انسان کے لیے کوئی حرج نہیں ہوتا ۔

اس بابت تفصیل حصہ اوّل میں درج ہے یہاں تو وہ بات لکھی جارہی ہے جو نبی کی طرف غلط منسوب کی جارہی ہے جس کو سورۃ احزاب کی آیت نمبر ۳۷ کے غلط ترجمہ سے ثابت کیا گیا ہے ۔ذیل میں وہ ترجمہ پیش ہے جس ترجمہ سے نبی پر الزام آتا ہے ۔

سورہ احزاب ۳۳: ۳۷ ۔(یاد کرو) جب کہ تو اس شخص سے کہہ رہا تھا جس پر اللہ نے بھی انعام کیا اور تو نے بھی کہ تو اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھ اور اللہ سے ڈر اور تو اپنے دل میں وہ بات چھپائے ہوئے تھا جو اللہ ظاہر کرنے والا تھا اور تو لوگوں سے خوف کھاتا تھا حالانکہ اللہ تعالیٰ اس کا زیادہ حقدار تھا کہ تو اس سے ڈرے ۔پس جبکہ زید نے اس عورت سے اپنی غرض پوری کر لی ہم نے اسے تیرے نکاح میں دے دیا تاکہ مسلمانوں پر اپنے

لے پالکوں کی بیویوں کے بارے میں تنگی نہ رہے، جب کہ وہ اپنی غرض ان سے پوری کرلیں اللہ کا حکم تو ہونے ہی والا تھا۔

ترجمہ مولانا جوناگڑھی اور تفسیری حاشیہ مولانا صلاح الدین یوسف صاحب اور سب عالموں کا یہی ترجمہ اور تفسیر ہے۔

تفسیر کیا ہے لیکن چونکہ ان کے مزاج میں فرق تھا، بیوی کے مزاج میں خاندانی نسبت شرف رچا ہوا تھا۔ جب کہ زید کے دامن پر غلامی کا داغ تھا، ان کی آپس میں ان بن رہتی تھی، جس کا تذکرہ حضرت زید نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے رہتے تھے اور طلاق کا عندیہ بھی ظاہر کرتے تھے لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم ان کو طلاق دینے سے روکتے اور نباہ کرنے کی تلقین فرماتے علاوہ ازیں اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پیش گوئی سے بھی آگاہ فرما دیا تھا کہ زید کی طرف سے طلاق واقع ہو کر رہے گی اور اس کے بعد زینب کا نکاح آپ سے کر دیا جائے گا تا کہ جاہلیت کی اس رسم تبنیت پر ایک کاری ضرب لگا کر واضح کر دیا جائے کہ منہ بولا بیٹا احکام شریعہ میں حقیقی بیٹے کی طرح نہیں ہے اور اس کی مطلقہ سے نکاح جائز ہے، اس آیت میں انہی باتوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ حضرت زید پر اللہ کا انعام یہ تھا کہ انہیں قبول اسلام کی توفیق دی اور غلامی سے نجات دلائی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ان پر یہ تھا کہ ان کی دینی تربیت کی۔ ان کو آزاد کیا اور اپنا بیٹا قرار دیا اور اپنی پھوپھی امیمہ بنت عبدالمطلب کی لڑکی سے ان کا نکاح کرادیا۔ دل میں چھپانے والی بات یہ تھی جو آپ کو حضرت زینب سے نکاح کے بابت بذریعہ وحی بتلائی گئی تھی۔ آپ ڈرتے اسی بات سے تھے کہ لوگ کہیں گے اپنی بہو سے نکاح کرلیا۔ حالانکہ جب اللہ کو آپ کے ذریعہ اس رسم بد کا خاتمہ کرانا تھا تو پھر لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ آپ کا یہ خوف اگرچہ فطری تھا اس کے باوجود آپ کو تنبیہ فرمائی گئی۔ ظاہر کرنے سے مراد یہی ہے کہ یہ نکاح ہوگا، جس سے یہ بات سب کے ہی علم میں آجائے گی۔

(۲) یعنی یہ نکاح معروف طریقہ کے برعکس تھا ۔ صرف اللہ کے حکم سے نکاح قرار پا گیا، نکاح خوانی، ولایت، حق مہر اور گواہوں کے بغیر ہی۔

نوٹ:۔ تلاش کے باوجود یہ وحی قرآن میں نظر نہیں آتی؟

نوٹ:۔ اللہ کا دستور اور سنت بدلا نہیں کرتی۔ لیکن علماء دستور اور معروف طریقے کے برعکس اس نکاح کو بتلا رہے ہیں کیا ایسا ممکن ہے۔ بشمول آپ اور علماء کرام نے ترجمہ اور تفسیر میں جتنی تاویلات کی ہیں ان کی صرف ایک ہی وجہ ہے کہ آپ حضرات نے نبی پر ایک الزام عائد کیا دل میں چھپانے اور لوگوں سے ڈرنے کا۔ اس کو درست ثابت کرنے کے لیے تاویلات کرنی پڑیں، الزام تو اور بھی ہیں جو سب جانتے ہیں مگر ان کو زبان پر نہیں لاتے حالانکہ سابق کتابوں میں وہ درج ہے پڑھنے والے پڑھتے ہیں اور وہ الزام ایسے ہیں کہ لکھتے ہوئے شرم آجاتی ہے۔ اب ذیل میں آیت ۳۷ کا متن اور مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق مفہوم پیش ہے ملاحظہ ہو

پوری تفصیل منظّم مفہوم القرآن میں درج ہے۔

سورہ احزاب ۳۳:۳۷۔ زید پر بھی اللہ کے احسان ہیں اور اے رسول آپ کے بھی بہت احسان ہیں۔ جب آپ اس سے کہہ رہے تھے کہ اپنی زوجہ کو اپنے نکاح میں رہنے دو اور قانون الٰہی نے تمہارا رشتہ جو قائم کیا ہے اس کی حفاظت کرو، اس کو ختم کرنے سے ڈرو اگر تمہیں کوئی معمولی شکایت ہو تو اس سے صرف نظر کرو اور اگر کوئی بڑی شکایت ہو تو بیان کرو چھپانے سے فائدہ نہیں اگر اب تم نے چھپانے کی کوشش کی بھی تو طلاق دینے کی صورت میں قانون الٰہی کے مطابق بتانا ہوگا یونہی گھر میں بیٹھ کر طلاق تو نہیں دی جائے گی۔ اے زید لوگوں سے تو اس خوف سے نہ ڈر کہ وہ کیا کہیں گے ڈرنے کا حق تو صرف قانون الٰہی سے ہے کہ اللہ کے قانون کے خلاف کوئی بات نہ ہو۔ لیکن زید نے اس مشورے کو نہ مانا اور اپنی زوجہ سے قطع تعلق کر لیا۔ اس کے بعد آپ نے قانون کے مطابق ہمارے حکم سے زید کی مطلقہ سے نکاح کر لیا تا کہ اسے اس حادثہ سے جو صدمہ پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے) ہم نے اس بات میں واضح ہدایت نازل کر دی ہیں۔ جب کہا تھا کہ منہ بولا حقیقی بیٹا نہیں بن جاتا (۳۳:۴) نکاح حقیقی بیٹے کی بیوی سے ناجائز ہے (۴:۲۳) منہ بولے بیٹے کی مطلقہ سے نکاح کرنے میں کوئی حرج نہیں جب کہ وہ طلاق دے دے۔ رسول اللہ کا یہ عمل (قانون الٰہی کے عین مطابق ہے کیونکہ اللہ کا حکم تو عمل میں آنا ہی تھا۔)

یہ ہے درست مفہوم متن اور مقام محمد کے مطابق اگر علماء کرام غور و فکر کرتے تو درست ترجمہ ظہور میں آتا اور اتنی تاویلات اور ہیر پھیر کی ضرورت نہ تھی۔ جن تاویلات میں اللہ اور رسول پر الزام عائد کیا گیا جو ایک غلط روش ہے اس روش کو تبدیل کرنا پڑے گا۔ اور قرآن کا ترجمہ اور تفسیر متن اور تصریف آیات سے مقام محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کرنا پڑے گا جس سے ہر بات صاف ہو جائے۔ اللہ ہم کو عقل دے (اقبال)

کیا نبی آخر وقت میں کچھ لکھنا چاہتے تھے جو حقیقت تھی

یہ واقعہ عرف عام میں واقعہ قرطاس سے موسوم ہے اور کافی متنازعہ ہے۔ اسی معاملہ میں مورخین اور محدثین دو گروہوں میں تقسیم ہیں۔ ایک گروہ جو اقلیت میں ہے اس واقعہ کو غلط بتاتا ہے لیکن اسیران روایات نے اس گروہ کو خاموش کر دیا ہے اپنے ظلم سے دوسرا گروہ جو اکثریت میں ہے اس کی صحت کی تائید کرتا ہے اور اس کا ہی بول بالا ہے۔ تائید کرنے والا گروہ کہتا ہے کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مرض سخت ہو گیا تو آپ نے لکھنے کا سامان طلب فرمایا تا کہ آپ ایک نوشتہ لکھ دیں، جس کے بعد امت گمراہ نہ ہو مگر عمر نے نہیں لکھنے دیا، اس کے برعکس پہلا گروہ اس کے وقوع کا ہی انکار کرتا ہے ذیل میں اس واقعہ پر تفصیلی نگاہ ڈالیں۔

بخاری جلد سوم کتاب الطب ص ۲۲۸، ۲۲۹، باب ۲۹۰۔ مریض کا یہ کہنا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ۔ عبداللہ بن عبداللہ کا بیان ہے حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کا

وقت قریب آیا اور کاشانۂ اقدس کے اندر بہت سے حضرات تھے جن میں عمر بن خطاب بھی موجود تھے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لکھنے کا سامان لا کر دو تا کہ میں ایسی تحریر لکھ دوں جس کے باعث میرے بعد کبھی گمراہ نہیں ہوں گے۔ حضرت عمر نے کہا کہ بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم درد کی شدت میں ایسا فرما رہے ہیں۔ حالانکہ ان کا دیا ہوا قرآن کریم تمہارے پاس ہے اور اللہ کی کتاب ہمارے لیے کافی ہے۔ اس پر اہل بیت اطہار نے اختلاف کیا ان کا جھگڑا اس بات پر تھا کہ بعض لوگ کہتے تھے کہ لکھنے کا سامان لا دیا جائے تا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایسی تحریر لکھ دیں کہ اس کے بعد تم کبھی گمراہ نہ ہوسکو اور بعض وہ کہتے تھے جو حضرت عمر نے کہا جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور بیکار کلام اور جھگڑا ہونے لگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میرے پاس سے چلے جاؤ، عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت ابن عباس فرمایا کرتے کہ یہ کتنی بڑی مصیبت پیش آئی کہ لوگوں کا شور وغل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اس لکھی جانے والی تحریر کے درمیان حائل ہو گیا۔ اس بارے میں قرآن کیا کہتا ہے، دیکھا جائے۔

سورہ مائدہ ۵:۶۷۔ اے رسول (جو کچھ تمہارے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے وہ) لوگوں تک پہونچا دو اگر تم نے ایسا نہ کیا تو اس کی رسالت کا حق ادا نہ کیا، اللہ تم کو لوگوں کے شر سے بچانے والا ہے، یقین رکھو کہ وہ کافروں کو کامیابی کی راہ ہرگز نہ دکھائے گا۔

سورہ الحجر ۱۵:۹۴۔ پس جو حکم آپ کو دیا جا رہا ہے وہ لوگوں کو سنا دو اور مشرکوں سے منھ پھیر لو۔

۱۵:۹۵۔ اور جو لوگ تمہاری ہنسی اڑاتے ہیں (ان سے بدلہ لینے کے لیے) ہم تمہاری طرف سے کافی ہیں۔

احزاب ۳۳:۸۴۔ اور کافروں منافقوں کی باتوں کو نہ ماننا اور ان کی تکلیف دینے کی پروا نہ کرنا اور ہر حال میں اللہ پر بھروسہ رکھنا اور اللہ ہی کارساز کافی ہے۔

اعراف ۷:۲۔ یہ کتاب جو تم پر نازل ہوئی ہے اس سے تمہارے دل میں کوئی جھجک نہ ہو (یہ نازل اس لیے ہوئی ہے کہ) تم اس کے ذریعہ سے ڈرسناؤ اور یہ ایمان والوں کے لیے نصیحت ہے۔

۷:۳۔ لوگو! جو کتاب تمہارے لیے تمہارے رب کی طرف سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

مذکورہ باب ۲۹۰ رسے ظاہر ہوتا ہے کہ حضور آخر وقت میں وہ بات لکھنا چاہتے تھے جس کے ہوتے ہوئے امت گمراہ نہ ہوتی۔ موئیدیں واقعہ قرطاس کہتے ہیں کہ آپ کا یہ لکھنا اللہ کے حکم کے مطابق تھا، جیسا کہ سورہ نجم کی آیت سے ظاہر ہو رہا ہے مگر حضرت عمر نے نہ لکھنے دیا اور آپ کے پاس آپس میں دو گروہ ہو کر شور کرنے لگے۔ اس وجہ سے حضور نے کہا کہ تم لوگوں کو یہاں جھگڑنا نہ چاہیے تھا باہر جاؤ۔ ابن عباس راوی یہ کہہ کر باہر نکل آئے کہ لکھنے میں کیا حائل ہو گیا، بڑی مصیبت ہے اس طرح جو حقیقت تھی وہ نہ لکھی گئی اور حضرت عمر نے نہ لکھنے دی۔

اب آیت ۵:۶۷ پرغور کریں جس میں کہا گیا کہ اے نبی جو تم پر نازل ہو رہا ہے اس کو فوراً جوں کا توں پہنچادو اگر ایسا نہ کیا تو حق رسالت ادا نہیں ہوگا۔ لوگوں سے ڈرنے کی ضرورت نہیں اور بھی دوسری آیات ہیں جن میں کچھ ایسا ہی کہا گیا ہے گویا ایک حکم ہے اور نبی نے ہر قیمت پر اللہ کا حکم پورا کیا۔ آیت کا حکم بالکل صاف ہے جو کچھ نبی پر نازل ہو رہا تھا نبی اس کو فوراً جوں کا توں پہنچا رہے تھے پورا حق ادا کر رہے تھے جو ان پر عائد ہوتا تھا۔ اگر اوپر کی روایات کو مان لیں تو یہ پہلو نکلتا ہے کہ (نعوذ) حضور کوئی ایسی بات لکھنا چاہتے تھے جو امت تک پہنچانے سے رہ گئی تھی تو گویا حق رسالت ادا نہ ہوا تھا۔ (نعوذ باللہ)

دوسری بات یہ کہ حضرت عمر اور ان کے ساتھی حضور کی اطاعت سے نکل گئے تھے کیا یہ ممکن ہے؟

تیسری بات یہ کہ جب صحابہ وہاں سے اٹھ گئے تھے تو حضور اس وقت لکھ دے کیونکہ اس وقت کوئی امر مانع نہ تھا۔ دیکھنا یہ ہے کہ واقعی حضور کچھ لکھنا چاہتے تھے؟ اور کیا کوئی کمی رہ گئی تھی جس کا پورا کرنا امت کے حق میں بہتر تھا۔ دراصل واقعہ قرطاس کی تائید میں جو روایت بیان کی گئی ہے وہ موضع ہے۔ جس وقت کا یہ واقعہ بتلایا جاتا ہے وہ نبی کی وفات کے کچھ ہی وقت قبل کا ہے۔ اس وقت سے تقریباً دو ڈھائی مہینہ پہلے نزول وحی کا اختتام ہو چکا تھا اور آیت (**الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا**) آج ہم نے تمہارے لیے دین واقتدار غالب وکامل کر دیا اور اپنی نعمتیں پوری کر دیں اور تمہارے لیے اسلام دین کو پسند کیا۔ اس آیت کے تحت قرآن اور دین مکمل اور غالب ہو چکا تھا۔ اللہ کے حکم کے مطابق نبی نے حق رسالت پوری طرح ادا کیا اور جو کچھ آپ پر نازل ہوا وہ آپ نے کما حقہ امت کو پہنچا دیا۔ جو اس وقت قرآن کی شکل میں موجود تھا اور قرآن کو کتابی شکل دی جا چکی تھی۔ اسلامی علاقہ میں ہر جگہ لکھا ہوا مجلد قرآن پہنچ چکا تھا ایسی صورت میں حضور کو مزید لکھنے کی ضرورت نہیں تھی اور نہ آپ نے لکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ حجتہ الوداع کے خطبہ میں بھی لوگوں کے سامنے کہا کہ اے لوگو! میں نے پورا پورا دین تم تک پہونچا دیا آپ لوگ گواہ ہو کیا تم لوگ گواہی دو گے، تو لوگوں نے کہا کہ ہم یہ گواہی دیں گے کہ نبی نے پورا پورا دین ہم تک پہونچا دیا تھا۔ ایسی حالت ہوتے ہوئے کچھ کہنے کی ضرورت نہ تھی مگر منافقوں نے غلط روایت کو گڑھ کر نبی کی کردارکشی کی ہے۔ مشہور مورخ علامہ ابن خلدون نے بھی واقعہ قرطاس کی بہت ہی سختی کے ساتھ تردید کی ہے اور اس کے وقوع سے قطعی انکار کیا ہے۔ دراصل یہ روایت منافقین کی گھڑی ہوئی ہے جس کو کتب روایات و تواریخ میں جگہ مل گئی ہے۔ اس کی بنیاد پر امت میں زبردست انتشار اور اختلاف پھیلا ہے۔ جو فتنہ وفساد اور خونریزی کا سبب بنا ہے۔ بہرحال منافقین اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے ہیں اور مخالفین نے اس روایت کو خوب ہوا دی ہے۔ اب ضروری ہو گیا ہے کہ واقعہ قرطاس کے وقوع کی تردید کی جائے اور اسے رسول اکرم سے منصوب نہ کیا جائے۔

حکم کس کا؟اور کس طرح کس کے ذریعہ نافذ ہوتا ہے

سورہ بقرہ ۲:۲۶ ۔اللہ اس بات سے نہیں شرماتا کہ وہ اس سے بھی ہلکی چیز کی مثال دے۔سو جن لوگوں کے دلوں میں ایمان ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ ان کے پروردگار کی طرف سے حق ہے۔لیکن وہ لوگ جن کا شیوہ انکار بغاوت کا ہے وہ کہتے ہیں کہ اس طرح کی مثال بیان کرنے سے اللہ کو کیا سروکار؟ بہت سے لوگ اپنی برائی کی وجہ سے اس طرح کی مثالوں سے گمراہ ہوں گے اور بہتوں کو اللہ کا قانون (ان کے اچھے عمل کی وجہ سے) راہ حق پر لگا دے گا(لیکن اللہ کا قانون یہ ہے کہ)وہ انہیں فاسقوں کو گمراہ کرتا ہے۔

۲:۲۷۔ جو(اپنے فسق کی وجہ سے)اللہ کے عہد کو جس کا وہ اقرار کر چکے ہیں تو ڑ ڈالیں گے اور جن رشتوں کو اللہ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے اسے کاٹ ڈالیں گے اور ملک میں فساد پھیلائیں گے۔ایسے ہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔

انعام ۶:۵۷۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے رب کی روشن دلیل پر ہوں اور تم اس کو جھٹلاتے ہو جس چیز کے لیے تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ایسا حکم تو اللہ کے اختیار میں ہے حکم اس کا ہی چلتا ہے وہ سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے۔

۶:۶۷۔پھر سب کے سب اس کی طرف لوٹائے جاؤ گے جو ان کا مالک حقیقی ہے۔یاد رکھو حکم کا اختیار صرف اسی کو ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے۔

سورہ یوسف ۱۲:۶۷ ۔جب یعقوب اپنا بیٹا ان کے ساتھ بھیجنے کو راضی ہو گئے تو نصیحت کی اور کہا کہ بیٹا ایک ہی دروازے سے داخل نہ ہونا بلکہ جدا جدا دروازوں سے داخل ہونا۔مگر اللہ کے حکم سے ہونے والی کسی بات سے میں تمہیں نہیں بچا سکتا۔بے شک حکم اس کا چلتا ہے میں اس پر بھروسہ رکھتا ہوں اور بھروسہ کرنے والوں کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔

الکہف ۱۸:۲۶ ۔ کہہ دو کیوں جھگڑتے ہو کیا اس مدت کو اللہ نہیں جانے گا وہ جانے گا جو اس نے بتا دیا ہے یعنی تین سو نو سال۔اسی کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں معلوم ہیں وہ کیا خود دیکھنے والا ہے اور سننے والا ہے۔اس کے سوا ان کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

۱۸:۲۷۔اور اپنے رب کی کتاب کو جو آپ کے پاس بھیجی جاتی ہے، پڑھتے رہا کرو اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔(اور اگر کسی نے بدلنے کا ارادہ کیا)ہرگز اس کے سوا کہیں پناہ بھی نہیں پائے گا۔مذکورہ بالا آیات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ حکم صرف اللہ کا چلتا ہے اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرنے والا نہیں ہے اور نہ ہی کوئی اس کی باتوں کو بدلنے والا ہے اگر کوئی بدلتا ہے تو اس کی پکڑ سے بچنے والا نہیں۔ایسی حالت میں کوئی نبی بھی اللہ کی باتوں شریعت کو بدلتا ہے تو اس کی پکڑ سے بچنے والا نہیں۔ایسی حالت میں کوئی بھی اللہ کی باتوں

شریعت کو بدل کر اپنی بات نہیں منوا تا ۔اور قرآن میں متعدد آیات ہیں جن میں ہے کہ اے نبی: کہہ دو میں اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی کے ذریعہ آتا ہے اور میرے اوپر یہ قرآن آتا ہے ۔ادھر یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر نبی اپنی طرف سے کوئی قانون بنا کر یہ کہیگا کہ اللہ کی طرف سے ہے تو اس کی رگ گردن کاٹ ڈالی جائے گی اور کوئی بچانے والا نہ ہوگا ۔لیکن ہمارے یہاں ایک دھوم مچا رکھی ہے کہ وحی دو قسم کی ہے ۔اور اس کا نام وحی خفی، سنت رکھا گیا اور اصطلاح رائج کی ہے قرآن دست یا قرآن وحدیث اور اس طرح قرآن کے احکام ہی بدل دئے یہ کہہ کر کہ نبی نے وحی خفی سے یہ بتایا ہے جب کہ وحی جلی میں اس کے خلاف ہے، مگر وحی جلی یعنی قرآن کو ماننے کے لیے کوئی تیار نہیں ۔ذیل میں یہ دیکھا جائے کہ سنت کیا ہے؟

سنت کیا ہے؟

سورہ الزمر ۳۹:۵۴ ۔تم اپنے پروردگار کی طرف جھک پڑو اور اس کی حکم برداری کئے جاؤ اس سے قبل کہ تمہارے پاس عذاب آجائے اور پھر تمہاری مدد نہ کی جائے ۔

۳۹:۵۵ ۔اور پیروی کرو اس بہترین چیز کی جو تمہاری طرف تمہارے پروردگار کی طرف سے نازل کی گئی ہے ۔اس سے قبل کہ تم پر اچانک عذاب آجائے اور تمہیں خبر بھی نہ ہو ۔

سورہ نور ۲۴:۵۵ ۔تم میں سے ان لوگوں سے جو ایمان لائے ہیں اور نیک اعمال کئے ہیں اللہ وعدہ فرما چکا ہے کہ انہیں ضرور زمین میں خلیفہ بنائے گا، جیسے کہ ان لوگوں کو خلیفہ بنایا تھا، جو ان سے پہلے تھے اور ان کے لیے ان کے اس دین کو جسے اس نے ان کے لیے پسند کیا ہے، مستحکم و پائیدار کرے گا اور خوف کے بعد ان کو امن بخشے گا ۔وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی کو شریک نہ بنائیں گے اور جو اس کے بعد کفر کرے گا تو ایسے لوگ بدکردار رہیں ۔

حکومت ملنے کے بعد کیا ہوتا ہے؟ ملاحظہ ہو ۔

سورہ الحج ۲۲:۴۱ ۔یہ وہ لوگ ہیں اگر ہم انہیں زمین میں اقتدار دیں گے، تو وہ نماز قائم کریں گے زکوٰۃ دیں گے نیکی کا حکم دیں گے اور برائی سے روکیں گے، تمام کاموں کا اختیار اللہ کو ہے ۔

اللہ نے حکومت کب دی؟ جب وہ نیک بنے وہ پہلے نماز بھی پڑھتے رہے ہیں اور زکوٰۃ بھی دیتے رہے ہیں، تو پھر بعد میں صلوٰۃ اور زکوٰۃ سے مراد کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ جب وہ نیک بنے تو حکومت ملی، حکومت ملنے پر وہ پورا نظام قرآن کے مطابق نافذ کریں گے ۔یہی صلوٰۃ اور زکوٰۃ ہے اور مسجد والی صلوٰۃ ہی اس صلوٰۃ اور زکوٰۃ کو سکھاتی ہے جب ہم مسجد والی صلوٰۃ میں سکرای لاشعور نہ ہوں، جو کہلایا سنا جا رہا ہے اس کو سمجھ رہے ہوں اور اس کے مطابق باہر آکر عمل کریں اور اگر باہر آکر اس کے خلاف عمل کیا تو مسجد والی صلوٰۃ میں ہم نشے کی حالت (سکریٰ) یعنی مدہوش تھے ۔جب اقتدار مل جاتا ہے تو انسان کا رُخ بدل جاتا ہے اور وہ ظلم و زیادتی کرنے لگتا

ہے، بہت کم انسان ثابت قدم رہتے ہیں ۔اس بارے میں قرآن سے کیا ظاہر ہو رہا ہے؟ دیکھیں۔

سورہ یونس ۱۰:۱۳۔تم سے پہلے کتنی امتیں گزر چکی ہیں جب انہوں نے ظلم کی راہ اختیار کی تو ہم نے انہیں ہلاک کر ڈالا ۔ان کے پاس ان کے رسول کھلی نشانیاں لے کر آئے تھے، لیکن وہ ایسے نہ تھے کہ ایمان لے آتے مجرموں کو ہم اسی طرح ان کے جرائم کا بدلہ دیتے ہیں۔

۱۰:۱۴۔پھر ان کی ہلاکت کے بعد ہم نے تم کو ان کا جانشین بنایا تا کہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

سورہ حٰم السجدہ ۴۱:۳۰۔جن لوگوں نے اقرار کیا کہ اللہ ہی ہمارا رب ہے، پھر اپنے اقرار پر ثابت قدم رہے، ان پر فرشتے نازل ہوں گے(اور کہیں گے) کہ نہ تم خوف کرو اور نہ غم کرو اور اس جنت کی بشارت سے خوش ہو جاؤ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے۔

۴۱:۳۱۔ہم دنیا کی زندگی میں تمہارے مددگار تھے اور آخرت میں بھی وہاں جس نعمت کو تمہارا جی چاہے گا وہ تمہارے لیے موجود ہوگی جو چیز تم طلب کرو گے وہ تمہارے لیے پیش کی جائے گی مزید بات کرنے سے پہلے نبی کی سنت طور طریقہ، عمل اور عادت پر غور ضروری ہے؟ سنت کا مطلب کیا ہے عادت طریقہ، اخلاق، اسواہ اور عمل وغیرہ جس کو عرف عام میں سیرت پاک کہا جائے گا۔آیات پیش ہیں۔

سورہ آل عمران ۳:۳۱۔اے رسول! کہہ دو اگر تم اللہ سے یعنی اللہ کے قانون سے محبت کرتے ہو تو میری اطاعت کرو(چونکہ میں قرآن کی پیروی کرتا ہوں اس لیے میری پیروی قرآن کی پیروی ہے)اس طرح اللہ تم پر شفقت رحمت نازل کرے گا اور تمہاری خطائیں معاف کر دے گا۔کیونکہ اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

سورہ نسا ۴:۵۹۔مسلمانو! اللہ کی اطاعت کرو رسول کے ذریعہ اور رسول کی اطاعت کرو(جیسا اللہ نے حکم دیا ہے)اور جو تم میں صاحب امر ہوں ان کی بھی اور اگر کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اس کو واپس کر دو اللہ اور رسول کی طرف ،اگر اللہ اور روز آخرت پر ایمان رکھتے ہو۔یہ بہت اچھا ہے اور اس کا انجام بھی اچھا ہے۔

آیت میں حکم ہے کہ اگر کسی بات میں اختلاف ہو جائے تو اس کو اللہ اور رسول کی طرف واپس کر دو۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ مقدمہ اختلاف عدالت میں لے جایا جاتا ہے تو اللہ اور رسول کی عدالت کہاں ہے؟ اللہ کی عدالت تو ظاہر ہے ہر آدمی کی زبان پر ہے کہ وہ قرآن ہے ،تو رسول کی عدالت بھی ہوگی، اگر ہاں تو یہ دو عدالت ہو گئیں اور دو کا ماننے والا کیا ہے، ہر آدمی جانتا ہے اس لیے اللہ اور رسول کی عدالتیں مختلف نہیں ہوں گی، تنازع کی صورت میں قرآن کی طرف رجوع کیا جائے گا، کیوں کہ قرآن میں مسائل کا حل موجود ہے۔تنازع اللہ اور رسول سے نہیں ہو سکتا، تنازع کی صورت میں صاحب امر کی اطاعت معطل ہوگی اور صرف اللہ اور رسول کی اطاعت باقی رہے گی، یہ جو روایت ہے کہ میرے صحابہ کی اطاعت کرو یہ بات بھی محل نظر ہے، بات پھر قرآن پر ہی آجاتی ہے اگر صحابہ کی بات قرآن کے مطابق ہے تب اطاعت کی جائے گی اور خلاف ہے تو نہیں، اب دیکھا جائے رسول کی عدالت کہاں ہے، آیات پیش ہیں:

سورہ مومن ۴۰:۴۹۔اور جو لوگ آگ میں جل رہے ہوں گے وہ دوزخ کے داروغاؤں سے کہیں گے کہ اپنے رب سے دعا کرو کہ ایک روز تو ہم سے عذاب ہلکا کردے۔

۴۰: ۵۰۔وہ کہیں گے کہ کیا تمہارے پاس تمہارے رسول نشانیاں لے کر نہیں آئے تھے؟ وہ کہیں گے کیوں نہیں؟ تو وہ کہیں گے کہ تم ہی دعا کرو اور کافروں کی دعا اس روز بے کار ہوگی۔

حٰم السجدہ ۴۱:۲۰۔یہاں تک کہ جب اس کے پاس پہنچ جائیں گے تو ان کے کان اور آنکھیں اور چمڑے ان کے خلاف گواہی دیں گے ان کے اعمال کی جو وہ کرتے تھے۔

۴۱:۲۱۔وہ اپنے کھالوں سے کہیں گے کہ تم نے ہمارے خلاف کیوں شہادت دی؟ وہ جواب دیں گے کہ ہمیں اس اللہ نے گویائی دی جس نے ہر شئے کو گویائی دی ہے اور اسی نے تمہیں پہلی بار پیدا کیا تھا اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے (ایسے ہی قرآن بھی اللہ سے شکایت کرے گا کہ اللہ! قوم نے مجھے مہجور بنا رکھا تھا)

۴۱:۲۲۔تم گناہ کرتے وقت جب چھپتے تھے تو تمہیں یہ گمان نہ ہوتا تھا کہ قیامت کے روز تمہارے کان تمہاری آنکھیں اور کھالیں تمہارے خلاف گواہی دیں گی، بلکہ تم نے تو سمجھ رکھا تھا کہ تمہارے بہت سے اعمال کی اللہ کو خبر بھی نہ ہوگی۔

سورہ الزخرف ۴۳:۴۵۔(اے محمد!) ہم نے تم سے پہلے جتنے رسول (بشر بھیجے تھے وہ تو زندہ نہیں ہیں) مگر ان کے ساتھ جو کتابیں ارسال کی تھیں تو وہ بھی رسول ہیں ان سے معلوم کرلو، یعنی پڑھ کر دیکھ لو کیا ہم نے اپنے علاوہ کوئی اور رحمٰن مقرر کیا ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔(۱۰:۹۴)

مذکورہ بالا آیت کا رائج الوقت ترجمہ یہ ہے کہ (اے محمد! تم سے پہلے ہم نے جتنے رسول بھیجے تو ان سب سے پوچھ کر دیکھو، کیا ہم نے خدائے رحمان کے سوا کچھ دوسرے معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی بندگی کی جائے۔اگر اس ترجمہ کو درست تسلیم کرلیا جائے تو مندرجہ ذیل بڑی پیچیدگیاں پیدا ہوں گی۔

(۱) کیا محمد سے پہلے سب نبی زندہ تھے، جو ان سے محمد معلوم کرتے؟

(۲) کیا ہم نے رحمان کے سوا اور معبود مقرر کیے تھے کہ ان کی بندگی کی جائے، گویا ''ہم'' نے تمہارے لیے ایک رحمٰن معبود مقرر کردیا ہے کہ اس کی عبادت کریں اور کی نہیں تو ''ہم'' ''خالق'' اور رحمٰن اس کی تخلیق گویا ہم مخلوق کی عبادت کر رہے ہیں۔(نعوذ)

لیکن حقیقت یہ نہیں ہے، حقیقت وہ ہے جو اوپر میں نے لکھی ہے، یعنی اللہ کی کتابیں جو رسول کے ساتھ ارسال کی گئیں تھیں وہ بھی رسول ہیں۔جب ہی تو ان سے معلوم کرنے کو کہا گیا ہے۔مطلب یہ ہوا کہ ان کو پڑھ کر دیکھ لو، اسی طرح قرآن بھی رسول ہے۔قرآن کو ارسال کیا ہے اور ارسال کیا ہوا رسول ہوتا ہے جو سورہ فرقان کی آیت ۳۰ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ''رسول شکایت کرے گا، تو کیا محمد بحیثیت رسول قیامت تک زندہ ہیں! اور سب کے اعمال کو دیکھ کر جو آج قوم کے ہیں قرآن سے دور شکایت کریں گے میدان حشر میں اور سورہ الزخرف

سے بھی ظاہر ہو رہا ہے کہ اللہ کی کتابیں بھی رسول ہیں ۔

یقیناً محمد صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نہیں ہیں بلکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا ہے اور شکایت قرآن کرے گا، سورہ مومن کی آیت ۵۰/۴۰ اور سورہ حم السجدہ کی آیات ۲۲،۲۱:۴۰ سے بھی یہی ظاہر ہوتا ہے کہ کتابیں جو اللہ نے ارسال کی ہیں وہ بھی رسول ہیں کیوں کہ فرشتے سوال کریں گے کیا تمہارے پاس رسول نہیں آئے تھے؟ تو اس سوال سے ظاہر ہو رہا ہے کہ ہر آدمی کے سامنے قیامت تک رسول ہو، مگر یہ نہیں ہو سکتا کہ ہر آدمی کے سامنے قیامت تک بشر رسول ہو، کیوں کہ آخری رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دین ان پر مکمل ہو گیا۔ اس لیے فرشتوں کے سوال کے مطابق جو رسول کے بارے میں ہے، سے اللہ کی کتاب ہی رسول ثابت ہو رہی ہے، جو ہر مسلمان کے گھر میں رکھی ہے اور قیامت تک محفوظ رہے گی مگر اس کو ہم نے مہجور بنا رکھا ہے، جس کی شکایت رسول کرے گا۔ اگر ہم کتاب کی جگہ محمد کو تسلیم کرتے ہیں تو پھر ہر آدمی کے سامنے قیامت تک محمد کو زندہ ماننا پڑے گا اور ایک ہی محمد نہیں بلکہ بہت سے رسول محمد ہوں گے جو ہر آدمی کے اعمال کو دیکھیں گے اور دیکھ کر شکایت کریں گے مگر یہ ناممکن ہے محمد کا انتقال ہو گیا، اب قرآن رسول ہے قرآن کی آیت پیش ہے ۔

سورہ مائدہ ۳:۵۔ آج کافر تمہارے دین سے ناامید ہو گئے ہیں، یعنی بیزار ہو گئے ہیں، ماننے والے نہیں ہیں اور دشمنی پر آمادہ ہیں، تو ان سے مت ڈرو اور مجھ ہی سے ڈرتے رہو، آج ہم نے تمہارا دین تمہارے لیے غالب کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں، تمہارے لیے دین اسلام کو پسند کیا ہے ۔

سورہ آل عمران ۱۰۱:۳۔ ایمان والو! تم کس طرح انکار کرو گے جب کہ تم وہ ہو کہ تم پر اللہ کی آیتیں پڑھی جاتی ہیں اور تمہارے درمیان اس کا رسول موجود ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ جو اللہ (یعنی اللہ کی کتاب) کو مضبوط پکڑے گا پس وہ بلاشبہ سیدھی راہ کی طرف چلا دیا گیا ۔

آیت میں صاف ہے کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے ۔ اس لیے انکار کفر نہیں کرو گے ۔ انکار اور کفر سے بچنے کے لیے شرط ہے رسول کا موجود ہونا اور چوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہو چکا اس لیے ان کے بعد کفر سے بچانے والا کوئی نہیں تو امت کفر میں مبتلا ہو گی، کفر سے کیسے محفوظ رہے گی اس لیے کفر سے بچانے والا رسول قرآن ہی ثابت ہو رہا ہے جو ہر گھر میں رکھا ہے ۔

فرشتوں کے سوال کے مطابق اور قرآن کی آیات کے مطابق آج ہمارے لیے دو رسول ہیں ۔ ایک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ان کا تو انتقال ہو گیا مگر ان کی سنت جو قرآن اور رسول ہے وہ موجود ہے اور محمد نے اس پر ہی عمل کیا ہے اور بتایا ہے، تو ہم پر لازم ہے کہ محمد کی سنت پر آنکھ بند کر کے عمل کریں اور یہ قرآن اللہ سے لے کر امت کو محمد نے ہی دیا ہے ۔ ویسے ہمارے لیے ہر ارسال کی ہوئی کتاب رسول اور قابل احترام ہے ۔ شروع سے آخر تک سب رسولوں اور کتابوں پر ہمارا ایمان ہے اور جو پہلی کتابوں میں تھا، وہ اب قرآن میں درج ہے تو اصل قرآن ہوا ۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت یعنی نبی کی سنت کی پیروی کیوں کریں؟ جس پیروی کے لیے متعدد آیات میں امت کو حکم دیا ہے اور یہ حکم ظاہر کرتا ہے کہ نبی کی اتباع ہی میں دین و دنیا اور آخرت کی کامیابی ہے۔ آگے بڑھنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ نبی کا عمل قولی اور فعلی کیا تھا؟ جس کی اتباع کا حکم ہے۔ اتباع نہ کرنے کی صورت میں دین سے ہی خارج بتایا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو:

سورہ الاعراف ۷:۳۔ لوگو! جو کتاب تمہارے لیے تمہارے رب کے یہاں سے نازل ہوئی ہے، اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو، مگر تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

سورہ یونس ۱۰:۱۵۔ کہیں گے تم اس قرآن کے علاوہ کوئی اور قرآن لے آؤ، کہہ دینا کہ مجھ کو اختیار نہیں ہے کہ اسے اپنی طرف سے بدل دوں۔ میں تو اس حکم کا پابند ہوں جو میری طرف وحی کیا جاتا ہے۔ (ان اتبع الا یوحیٰ الی) اگر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ مجھ پر عذاب کا بہت بڑا دن نہ آ جائے۔

یونس ۱۰:۹۴۔ اگر لوگوں کو اس کتاب میں کوئی شک ہو جو کتاب تم پر نازل کی گئی ہے تو وہ لوگ ان لوگوں سے دریافت کر لیں جو ان کتابوں کو پڑھتے ہیں، جو تم سے پہلے نازل ہوئیں اور یقین کرو کہ تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس حق آ پہنچا تو تمہارے ساتھی ہرگز شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں۔

سورہ الزمر ۳۹:۴۱۔ ہم نے انسانوں کی ہدایت کے لیے یہ کتاب سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو جو کوئی ہدایت حاصل کرے گا اس کا فائدہ اس کو ہوگا اور جو کوئی (اس کتاب کو چھوڑ کر) گمراہ ہوگا تو اس کی گمراہی کا وبال اسی پر ہوگا تم ان کے ذمہ دار نہیں ہو۔

سورہ الاحقاف ۴۶:۹۔ کہہ دو کہ میں کوئی نیا رسول نہیں آیا اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا؟ میں تو اس کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر وحی آتی ہے اور میرا کام تو کھلا ڈرانا ہے۔

سورہ انعام ۶:۵۰۔ کہہ دو کہ میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے خزانے ہیں اور نہ میں غیب جانتا ہوں اور نہ تم سے یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں، میں تو صرف اس حکم پر چلتا ہوں جو مجھ پر اللہ کی طرف سے آتا ہے، کہہ دو بھلا اندھا اور آنکھ والا برابر ہوتا ہے؟ تو پھر غور نہیں کرتے۔

الاعراف ۷:۲۰۳۔ اور جب تم ان کے پاس کوئی آیت نہیں لاتے تو کہتے ہیں کہ تم نے کیوں نہیں بنائی۔ کہہ دو میں تو صرف اس حکم کی پیروی کرتا ہوں جو میرے رب کی طرف سے میرے پاس آتا ہے، یعنی قرآن اور یہ قرآن تمہارے رب کی طرف سے دانش و بصیرت، ہدایت اور رحمت ہے، اس قوم کے لیے جو مومن ہے۔

نبی کی سنت اور کیا ہے؟ وہ یہ کہ جو نازل ہوا اس کو پورا پورا پہنچا دینا۔

سورہ یٰسین ۳۶:۱۷۔ اور ہمارے ذمہ تو صرف واضح طور پر پہنچا دینا ہے۔

یہ ہے نبی کا کام اور محمد کے لیے حکم۔ محمد پر کیا نازل ہوا وہ بھی قرآن سے جانیں۔

انعام ۶:۱۹۔ پوچھو! کونسی چیز بڑی یعنی اہم ہے شہادت کے لحاظ سے؟ کہدو کہ اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان اور میری طرف یہ قرآن وحی کیا گیا ہے (ہذا القرآن) تا کہ اس کے ذریعہ میں تمہیں اور جس شخص تک یہ پہنچ سکے آگاہ کردوں۔ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں۔ کہدو کہ میں تو شہادت نہیں دیتا کہدو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

یوسف ۱۲:۳۔ (اے رسول!) اس قرآن کے ذریعہ جسے ہم نے نازل کیا ہے، تمہیں ایک بہترین قصہ سناتے ہیں (ھذا القرآن) حالاں کہ اس سے پہلے تم اس قصہ سے بے خبر تھے۔

لوگوں کو شریک بناتے ہیں؟ ملاحظہ ہو:

سورہ شوریٰ ۴۲:۲۱۔ کیا ان لوگوں کے لیے اللہ کے علاوہ ایسے شریک ہیں جو ان لوگوں کے لیے دین کے ایسے قوانین بناتے ہیں جن کی اجازت اللہ نے نہیں دی ہے؟ اگر فیصلے کا وقت پہلے سے طے نہ کردیا گیا ہوتا تو ان کے درمیان (کبھی کا) فیصلہ کردیا گیا ہوتا۔ ان ظالموں کو یقیناً دردناک عذاب ہوگا۔

آج ہم غور کریں کہ کیا مختلف فقہ جو ہمارے لیے بنائے گئے ہیں جن پر پوری قوم عمل کررہی ہے اور جن میں بہت اختلاف ہے۔ کیا اس کی اجازت اللہ نے دی ہے اور کیا یہ سنت رسول ہے دین تو مکمل محمد پر ہوگیا، پھر کیا کمی محسوس کی ان اماموں نے جو مختلف فقہ بنا کردئے اور کافی دن بعد، اتنے عرصے تک مسلمان کس فقہ کی پیروی کررہے تھے؟ اس پہلو پر بھی غور کرنا ضروری ہے۔ مشرک کون ہے یہ بھی دیکھ لیا جائے۔

سورہ روم ۳۰:۳۱۔ اسی اللہ کے دین کی طرف دل سے متوجہ ہوجاؤ اور اللہ کی نافرمانی کرنے سے ڈرو اور نماز قائم کرو اور ان مشرکین میں سے نہ ہوجاؤ۔

۳۰:۳۲۔ جنہوں نے اپنا اپنا دین الگ بنالیا اور فرقوں میں بٹ گئے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے اسی میں مگن ہے۔

سورہ آل عمران ۳:۱۰۳۔ اور ایمان والو! اللہ کی کتاب کو سب مل کر مضبوطی کے ساتھ تھامے رہو اور آپس میں اختلاف کرکے فرقے فرقے نہ ہوجانا اور اللہ کی نعمت کو یاد کرو جو تم پر کی گئی، جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت ڈال دی پھر تم اللہ کی مہربانی کے ساتھ بھائی بھائی بن گئے۔ تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے۔ پھر اس نے تمہیں (باہمی جنگ وعداوت دنیا میں اور اسی جرم کی سزا میں دوزخ) سے آخرت میں بچالیا۔ اللہ اسی طرح تمہارے لیے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے، تا کہ تم ہدایت پاتے رہو۔

قرآن کی خلاف ورزی کرنے پر اللہ کا کیا حکم ہے؟ دیکھا جائے۔

سورہ الحاقہ ۶۹:۴۳۔ یہ قول پروردگار عالم کی طرف سے نازل کیا ہوا ہے۔

۶۹:۴۴۔ اگر یہ (رسول) ہمارے بارے میں اپنی طرف سے کوئی بات گھڑ لاتا۔

۶۹:۴۵۔تو ہم ان کو اپنے داہنے ہاتھ یعنی پوری قوت سے پکڑتے۔
۶۹:۴۶۔پھر ان کی شہ رگ کاٹ ڈالتے۔
۶۹:۴۷۔پھر تم میں سے کوئی ہمیں اس کام سے روکنے والا نہ ہوگا۔

قرآن میں اور کیا ہے؟

سورہ مائدہ ۵:۱۔اے ایمان والو! جو اقرار تم نے کسی سے کیا ہے اسے پورا کرو۔

۵:۴۹۔اور جو حکم اللہ نے نازل کیا ہے اسی کے مطابق فیصلہ کرنا اور ان کی خواہشوں کی پیروی نہ کرنا اور ان سے بچتے رہنا، کہ کسی حکم سے جو اللہ نے تم پر نازل کیا ہے وہ کہیں تم کو بہکا نہ دیں۔اگر وہ منافق نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ کا قانون چاہتا ہے کہ ان کے بعض گناہوں کے سبب ان پر مصیبت نازل کرے اور اکثر و نافرمان ہیں۔

اس سورہ میں آیت ۴۴ میں کہا گیا ہے کہ جو اللہ کے نازل فرمائے ہوئے حکم کے مطابق عمل اور فیصلے نہ کرے وہ کافر ہے اور آیت ۴۶ میں ہے کہ ایسے لوگ ظالم ہیں آیت ۴۷ میں ہے کہ ایسے لوگ فاسق ہیں۔
۵:۶۷۔میں ہے کہ اے رسول جو نازل کیا جا رہا ہے وہ جوں کا توں لوگوں تک پہنچا دو۔

سورہ نساء ۴:۱۳۵۔اے ایمان والو! انصاف پر قائم رہو اور اللہ کے لیے سچی گواہی دو خواہ تمہارا یا تمہارے ماں باپ اور رشتہ داروں کا نقصان ہی ہو۔اگر کوئی امیر ہے یا فقیر تو اللہ اس کا خیر خواہ ہے۔تو تم خواہش نفس کے پیچھے چل کر عدل کو نہ چھوڑنا۔اگر تم جھوٹی شہادت دو گے یا شہادت سے بچنا چاہو گے تو اللہ تمہارے سب کاموں سے واقف ہے۔

نساء ۴:۱۰۵۔ہم نے یہ کتاب تم پر سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تا کہ تم اللہ کے نازل کیے ہوئے فرمان کے مطابق لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو اور خیانت کرنے والوں بے ایمانوں کی طرف سے بحث نہ کرنا۔

مائدہ ۵:۱۰۸۔اے ایمان والو! اللہ کے لیے انصاف کی گواہی دینے کے لیے کھڑے ہو جایا کرو اور لوگوں کی دشمنی تم کو اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ انصاف چھوڑ دو۔انصاف کیا کرو کہ یہی پرہیز گاری کی بات ہے اور اللہ سے ڈرتے رہو، کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔

انعام ۶:۱۵۲۔اور یتیم کے مال کے پاس بھی نہ جانا مگر ایسے طریقے سے کہ بہت ہی پسندیدہ ہو، یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے اور ناپ تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو۔ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب کوئی بات کہو تو انصاف سے کہو، گو وہ رشتہ دار ہی ہو اور اللہ کے عہد کو پورا کرو۔ان باتوں کا اللہ تمہیں حکم دیتا ہے تا کہ تم نصیحت قبول کرو۔

نساء ۴:۹۔لوگوں کو اس بات کا خیال کر کے ڈرنا چاہیے، اگر وہ خود اپنے پیچھے بے بس اولاد چھوڑتے تو مرتے وقت انہیں اپنے بچوں کے حق میں کیسے کچھ اندیشے ہوتے، پس چاہیے کہ وہ اللہ کا خوف کریں اور سچی تلی بات کہا کریں۔

محمد ۴۷:۴۔ تو جب کافروں سے تمہارا مقابلہ ہو تو گردنیں مارنا یعنی کاٹنا ہے، یہاں تک کہ وہ مغلوب ہو جائیں فسادفی الارض، مخالفانہ کاروائی کرنے کی طاقت ختم ہو جائے۔ وہ ایسی حالت میں ہو جائیں کہ اپنے ہتھیار ڈال دیں تو انہیں گرفتار کرلو۔ امن ہونے کی حالت میں ان قیدیوں کو فدیہ لے کر چھوڑ دو اور اگر کسی کے پاس رقم نہیں ہے تو رحم کرکے چھوڑ دو (تیسری بات دستور زمانہ ہے کہ اگر اپنے قیدی فریق ثانی کے پاس ہوں تو ان کے بدلے ان قیدیوں کو چھوڑ دو ہر حال میں قیدیوں کو آزاد کرنا ہے) اور اگر اللہ چاہتا تو آپ ہی بدلہ لیتا مگر یہ آپس میں جنگ اس لیے ہوتی ہے کہ ایک دوسرے سے جانچے جاؤ، کہ کون مومن ہے اور کون منافق اور جو اللہ کی راہ میں جنگ کرتے ہوئے مارے جائیں گے اللہ ہرگز ان کے عمل کو ضایع نہیں کرے گا۔

انبیاء ۲۱:۱۰۷۔ اور (اے محمد!) ہم نے تمہیں تمام جہان کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔

مذکورہ بالا آیات میں نمونہ کے طور پر کچھ اہم احکام ہیں تا ہم قرآن میں زندگی گزارنے کا مکمل ضابطہ حیات موجود ہے، یہاں پر درج کرنا ممکن نہیں۔ قرآن میں دیکھا جا سکتا ہے۔ اللہ نے اس ضابطہ حیات پر عمل کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو ان احکام کی پابندی نہ کرے گا وہ اللہ کا باغی ہے۔ اس لیے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں نے اس پر جوں کا توں عمل کیا۔ اس پر عمل کرنے کا نتیجہ یہ سامنے آیا کہ بہت بڑے علاقے میں امن قائم ہو گیا۔ اس علاقے میں جہاں پر انسانیت ظلم ہونے کی وجہ سے چیخ رہی تھی، کوئی پرسان حال نہ تھا، طاقتور کمزور کا استحصال کرر ہا تھا، تب اللہ کی رحمت جوش میں آئی اور اپنا آخری نبی قرآنی ضابطہ حیات کے ساتھ مبعوث کیا۔ اس نبی نے اس پر عمل کیا جو نبی کی سنت ہے اور ساتھیوں نے بھی نبی کی سنت پر عمل کیا۔ اس پر عمل کرنے سے دنیا میں امن قائم ہو گیا اور مطلع الفجر ہو گیا اور جب بھی اس سنت پر عمل کیا جائے گا وہی نتیجہ سامنے آئے گا جو اس وقت آیا تھا اور اس سنت سے انحراف کرنے پر پھر اندھیرا ہو جائے گا۔

سنت کے بارے میں اور کیا ہے؟ وہ یہ کہ امت اختلاف نہ کرے متحد رہے، ملاحظہ ہو:

سورہ آل عمران ۳:۱۰۳۔ اللہ اور رسول کے حکم پر چلو اور آپس میں جھگڑا نہ کرو۔ ایسا کرو گے تو بزدل ہو جاؤ گے اور تمہارا اقبال جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو اور اللہ صبر کرنے والوں کا مددگار ہے۔

نبی کا طریقہ اور سنت، جب آپ مکہ میں تھے تو وہاں لوگ آپ کو بہت زدوکوب کرتے تھے، راستے میں کانٹے ڈالتے تھے، مگر آپ غریبوں، بیواؤں، یتیموں اور بے سہارا لوگوں کے کام آتے تھے۔ کبھی کسی کو بد دعا نہیں دی، کیوں کہ آپ رحمت للعالمین تھے۔ آپ کو یہاں تک پریشان کیا کہ آپ کو اور آپ کے پیروکاروں کو ہجرت کرنی پڑی۔ مدینہ پہنچ گئے۔ مگر مکہ والوں نے وہاں بھی چین سے نہیں رہنے دیا، حملہ کر دیا، جس کو جنگ بدر کہا گیا ہے۔ اس جنگ میں مسلمانوں کو کامیابی ملی بقریباً ستر دشمنوں کو قتل کیا اور اتنے ہی گرفتار کیے، مگر نبی کی رحمت نے اللہ کے حکم کے مطابق ان کو نہ قتل کیا اور نہ غلام بنایا، بلکہ فدیہ لے کر آزاد کیا۔ رحم کے ساتھ آزاد کیا اور کچھ آدمیوں کا فدیہ یہ مقرر کیا کہ ہمارے آدمیوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دو، اس کے بعد اللہ نے طاقت دی کہ مکہ بھی فتح ہو گیا۔

اس وقت اگر محمد چاہتے تو مخالفین سے پورا انتقام لے سکتے تھے لیکن ایسا نہیں کیا بلکہ رحمت للعالمین نے سب کو معاف کردیا اور بڑی محبت سے پیش آئے۔ یہ ہے سنت جب نبی زندہ تھے تو آپ دو عہدوں پر فائز تھے۔ایک نبی اور دوسرا حاکم، کیوں کہ ایک حکومت قائم ہوگئی تھی، ان کی زندگی میں کوئی دوسرا حاکم نہ تھا۔آپ کے انتقال کے بعد نبوت تو ختم ہوگئی، اس لیے کوئی نبی نہیں ہوگا۔مگر حکومت باقی رہے گی اور اس کا حاکم بھی ہوگا تو آپ کے انتقال کے بعد آپ کا جانشین حضرت ابو بکر کو بنایا گیا۔جن کو آپ نے اپنی زندگی میں ہی شوریٰ میں طے کردیا تھا لیکن وہ بھی تنہا امیر تھے۔دوسرے خلیفہ بھی اکیلے، تیسرے اور چوتھے بھی اکیلے رہے۔یہ سنت کچھ عرصے کے لیے اختلاف کے دائرے میں آگئی تھی لیکن پھر اپنی اصل حالت پر آگئی اور بنی امیہ تک قائم رہی گویہ خاندانی ہوگئی اصل سنت نہ رہی مگر تب بھی پورے عالم اسلام کا ایک ہی امیر رہا۔

رہا سوال فقہ اور مسلک کا تو فقہ اور مسلک بھی ایک تھا۔اس زمانہ میں نہ کوئی شیعہ تھا نہ سنی اور نہ ہی کوئی حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی تھا، ہر طرح سے ایک تھے۔اس راہ پر جس پر نبی قائم کر گئے تھے۔کسی نے اس سے انحراف نہیں کیا۔یہ ہے سنت اور اس سنت پر عمل کرنے سے ہی امن قائم ہوسکتا ہے لیکن آج اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے اور ہر فرقہ ایک دوسرے کو کافر بتا رہا ہے۔قتل کر رہا ہے۔جس کا نظارہ ہم روز ہر لمحہ کر رہے ہیں۔

نبی نے خالص اسلامی حکومت قائم کی تھی اور یہی سنت ہے مگر آج تقریباً ۵۷ حکومتیں ہیں اور ہر ایک اپنے کو اسلامی جمہوریہ کہتا ہے مگر یہ سنت نہیں ہے اور نہ ہی اسلام ہے۔کیا اسلام مختلف ہے؟ جو یہ حکومتیں اپنے کو اسلامی جمہوریہ کہتی ہیں؟ آپس میں جنگ کرتی ہیں۔ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں جب کہ ناحق قتل کرنے پر قرآن کہتا ہے کہ عمداً کسی مسلمان کو جس مسلمان نے قتل کردیا وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔نبی نے فرمایا ہے کہ جب دو مسلمان گھر سے ہتھیار لے کر ایک دوسرے سے لڑنے کو نکلیں تو دونوں دوزخی ہیں۔آخری خطبہ میں بھی کہا کہ میرے بعد ایک دوسرے کو قتل کر کے کافر نہ ہو جانا۔

مگر آج ہر حکومت کے پاس عالموں کی بڑی تعداد موجود ہے، ہر نشیب و فراز کو جانتے ہیں۔اتنے پر بھی عالم طبقہ اپنے حاکم کو حق پر بتا رہا ہے، دوسرے کو باطل۔کیا اس طرح سے امن قائم ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر امن قائم کرنا ہے تو ہر وہ طریقہ اپنانا ہے جو نبی نے اپنایا تھا اور وہ ہے قرآن کا طریقہ اور وہی سنت ہے۔

لیکن تفاسیر، تراجم، احادیث اور اسلامی تاریخ میں اس کے خلاف لکھا ملتا ہے، مثلاً نبی نے جنگ کے دوران مردوں، عورتوں کو قید کیا اور ان کو غلام، کنیز بنایا بغیر نکاح کے ان لونڈیوں سے مباشرت کی، بچے پیدا ہوئے، ان کی خرید و فروخت کی (نعوذ) جب کہ قرآن بغیر نکاح کے مباشرت حرام بتاتا ہے۔اس خرید و فروخت کو منع کرتا ہے۔یہاں تک کہ نبی کو بدنام کیا ہے کہ ان کے پاس بھی لونڈی تھیں جن سے آپ بغیر نکاح کے مباشرت کرتے تھے اور ایک کنیز ماریہ قبطیہ سے ایک لڑکا پیدا ہوا بھی لکھا ہے کیا یہ ممکن ہے۔اس طرح لکھ کر نبی کو بدنام کیا ہے۔

دوسری بات یتیم پوتے یا کسی بھی یتیم پر اللہ رحم کرنے کو کہتا ہے اس کا حق نہ کھایا جائے اور اللہ کے حکموں کی خلاف ورزی سے ڈرا جائے تو نبی نے اس پر عمل کیا لیکن آج ہمارے فقہ میں یتیم پوتے کو دادا کے ترکہ سے محروم یعنی محجوب الارث کر دیا ہے۔ جب کہ اس یتیم پوتے کے انتقال پر اس کے ترکہ سے باپ کا چھٹا حصہ دادا کو ملنا طے ہے۔ تو ایسا ہی پوتے کے لیے کیوں نہیں؟ اقرب فالاقرب، کیا حضور یتیم کو اپنے حق سے محروم کر سکتے تھے؟ اور یتیم کو اپنے حق سے محروم کرنے کے لیے علماء نے وصیت والی آیت کو ہی منسوخ کر دیا ہے یہ کہہ کر کہ حضور نے ہی اس آیت کے بارے میں بتایا کہ یہ آیت میری اس حدیث سے منسوخ ہو گئی یعنی وارث کو وصیت نہیں، کیا نبی ایسا کر سکتے ہیں؟

تیسری بات جنگی قیدیوں کو رہا کرنے کا حکم ہے۔ اس لیے اس حکم کے ہوتے ہوئے نبی جنگی قیدیوں کو قتل نہیں کر سکتے تھے اور نہ ہی نبی نے ایسا کیا۔ کتب روایات اور تاریخ بتاتی ہیں کہ نبی نے ایسا کیا۔ اسی کتاب میں بنی قریظہ کے بارے میں لکھا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے کو سپرد کر دیا مگر سعد بن معاذ نے ان کو قتل کرنے اور ان کی عورتوں کو کنیز بنانے کا حکم دیا اور نبی نے اس حکم کو اللہ کی طرف سے بتایا جو جائز ہے۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کہ نبی ایسا کریں۔ نبی تو ایک نمونہ ہیں اور آپ کے اخلاق بہت بلند اور آپ سارے جہانوں کے لیے رحمت ہیں۔ نبی نے ہر میدان میں قرآن کے مطابق عمل کیا لیکن بعد والوں نے ہر میدان میں نبی کی سنت کی دھجیاں اڑا دیں اور نبی پر الزام عائد کر دیا کہ نبی نے ایسا ہی کیا اور یہ وحی خفی ہے جو دین اور سنت ہے۔ وحی خفی بھی نازل شدہ بتائی جاتی ہے لیکن قرآن میں ایسی کوئی آیت موجود نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ وحی خفی یعنی روایات بھی اللہ نے قرآن کی طرح نازل کی تھیں، قرآن تو صرف قرآن کے نازل ہونے کی بات کرتا ہے نبی کو اللہ کا اور کیا حکم ہے، دیکھا جائے۔

سورہ ابراہیم ۱:۱۴۔ اے محمد! یہ ایک پرنور کتاب ہے جو ہم نے آپ پر نازل کیا ہے (مقصد یہ ہے) تا کہ آپ لوگوں کو ان کے رب کے حکم سے (کفر کی) تاریکیوں سے نکال کر (ایمان کی) روشنی میں لے آؤ، یعنی ان کو غالب اور لائق حمد (اللہ) کے راستہ پر چلاؤ۔ (قدر ۹:۷)

حدید ۹:۵۷۔ (اے رسول! ان سے کہو) وہی تو ہے جو اپنے بندے (محمد) پر کھلی اور (واضح) آیتیں نازل کرتا ہے تا کہ تم کو جہالت اور کفر کی تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لے آئے اور یقین کرو اللہ تم پر بڑا شفیق اور حد سے زیادہ مہربان ہے۔

فرقان ۵۲:۲۵۔ اور تم ان کافروں کی بات ہرگز نہ مانو اور اس قرآن کے ذریعہ پوری قوت سے ان کا مقابلہ کرو یعنی جد وجہد جہاد کرو، ان آیات میں بھی قرآن کا ذکر ہے۔ وحی خفی کا ذکر نہیں آیا۔ کیا اللہ کو بھول ہو گئی (نعوذ) ایسا نہیں بلکہ وحی خفی کا الگ سے کوئی وجود نہیں۔ آیات کی حکمت مصلحت اور ان آیات میں کیا پوشیدہ ہے جو بین السطور اور تصریف آیات سے ظاہر ہوتا ہے وہ وحی خفی ہے۔ جن روایات کو وحی خفی کہا جاتا ہے وہ خفی نہیں

ہیں۔خفی کا معنی ہے پوشیدہ۔اس لیے اس کا ظاہر کرنا مناسب نہیں اور وحی جلی کو ظاہر کرنا ہے مگر آج وحی خفی جس کا معنی پوشیدہ ہے وہ تو وحی جلی ہے اور جو وحی جلی یعنی قرآن ہے اس کو چھپا رکھا ہے۔

اس کے باوجود بعد والوں نے نبی پر ایسے ایسے الزام لگائیں ہیں جن کو پڑھ کر گردن شرم سے جھک جاتی ہے اور دنیا مذاق بناتی ہے اور ہم غصہ کرتے ہیں، بدامنی ہوتی ہے بہت آدمی پولیس کی گولی کا شکار ہوتے ہیں، کرفیو لگتا ہے، انسان بھوکے پیاسے مرتے ہیں اور معصوم بچے پریشان ہوتے ہیں، اس لیے ہم کو نبی کی اصل سنت کو دیکھنا چاہیے اور وہ ہے قرآن۔اس سنت پر عمل کرتے ہوئے ہر انسان چاہے اس کا مذہب کچھ ہو اس کی مدد کرنی ہے۔اس کے ساتھ انصاف کرنا ہے، مسلم ہونے کا یہی مطلب ہے۔ایک اہم بات یہ ہے کہ امن قائم کرنے کے لیے طاقت کی ضرورت ہے اور اس طاقت کو ایمانداری کے ساتھ استعمال کیا جائے گا، اگر ایمانداری نہ کی تو اللہ ان کو مٹادے گا۔کسی دوسرے کو لائے گا، یا ایک ظالم کو دوسرے ظالم سے ختم کرادے گا یہ ہے امن قائم کرنے کا نسخہ اور یہی سنت ہے۔

طاقت ہر ملک اور قوم کو حاصل کرنا چاہیے اور اس کا استعمال ایمانداری سے کرنا چاہیے۔بھید بھاؤ نہ ہو۔

نبوت ملنے سے پہلے نبی کو امید نہ تھی میں نبی بنایا جاؤں گا یا کتاب نازل کی جائے گی

اس کے بارے میں اس کتاب کے پہلے حصہ میں آیات درج ہیں۔القصص۲۸:۶۸،نساء۴:۱۱۳، ھود:۹:۴۹، یوسف۱۲:۳،عنکبوت۲۹:۴۸،الشوریٰ۴۲:۵۲،قرآن میں اور بھی آیات ہیں ان کو پڑھنے سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ نبوت ملنے سے پہلے نبی کو علم نہ تھا کہ میرے اوپر کتاب نازل ہوگی یا مجھے نبی بنایا جائے گا،لیکن روایات کیا کہتی ہیں ملاحظہ ہو: روایات نے بھی اللہ کی بات کو غلط ثابت کر دیا۔اللہ کچھ بھی کہتا رہے اس کا کوئی اعتبار نہیں، راوی جو کہتا ہے وہ درست ہے اور نبی نے بھی بتایا ہے (نعوذ) کیا یہ ممکن ہے؟

تاریخ اور سیرت کی کتابیوں میں اس بارے میں کیا لکھا ہے، تحریر کیا جاتا ہے۔

(۱) ''جب آپ پچیس سال کے ہوئے تو حضرت خدیجہ بنت خویلد نے جو کہ قریش میں ایک مالدار بی بی تھیں اور تاجروں کو اپنا مال اکثر مضاربت پر دیتی تھیں آپ کے صدق و امانت و حسن معاملہ اور اخلاق کی خبر سن کر آپ سے درخواست کی کہ میرا مال مضاربت پر شام کی طرف لے جایئے اور میرا غلام میسرہ آپ کے ساتھ جائے گا۔آپ نے قبول کیا یہاں تک کہ آپ شام میں پہنچے اور کسی موقع پر آپ ایک درخت کے نیچے اترے وہاں ایک راہب کا صومعہ (خانقاہ) تھا، اس راہب نے آپ کو دیکھا اور میسرہ سے پوچھا یہ کون شخص ہیں؟ میسرہ نے کہا کہ قریش اہل حرم میں سے ایک شخص ہیں، راہب نے کہا کہ اس درخت کے نیچے بجز نبی کے کوئی کبھی نہیں اترا۔آپ شام سے خوب نفع لے کر واپس ہوئے اور میسرہ نے دیکھا کہ جب دھوپ تیز ہوتی تھی تو دو فرشتے

آپ پر سایہ کرتے تھے۔اس راہب کا نام نسطورا تھا۔''

(ماخوذ از نشر الطیب ذکر النبی الحبیب ص۲۹،۳۰۔مولفہ مولوی اشرف علی تھانویؒ)

قابل غور یہ ہے کہ جب میسرہ کو وہ فرشتے نظر آرہے تھے تو دوسروں کو بھی آنے چاہیے تھے اور محمد کو بھی ضرور نظر آتے ہوں گے۔

(۲) پہلا سفر شام آپ کی عمر ۱۲ رسال تھی کہ ابو طالب ایک تجارتی قافلہ کے ہمراہ کچھ مال تجارت لے کر شام کی طرف جانے لگے اور آپ کو مکہ میں ہی چھوڑنا چاہا، چونکہ آپ ابو طالب کی کفالت میں آکر ہمہ وقت ان کے ساتھ رہتے تھے۔اس جدائی کو برداشت نہ کر سکے۔ابو طالب نے بھتیجے کی دل شکنی گوارا نہ کی اور آپ کو اپنے ہمراہ ملک شام کی طرف لے گئے۔ملک شام کے جنوبی حصہ میں ایک مقام بصریٰ ہے جب قافلہ وہاں پہنچا تو ایک عیسائی راہب نے جو وہاں رہتا تھا اور جس کا نام بحیرا تھا آپ کو دیکھا اور پہچان لیا کہ یہی آخر الزماں ہیں۔ بحیرا ابو طالب کے پاس آیا اور کہا کہ یہ تمہارا بھتیجا نبی مبعوث ہونے والا ہے۔اس کے اندر وہ علامات موجود ہیں جو آخر الزماں کے متعلق توریت وانجیل میں لکھی ہیں۔لہٰذا مناسب یہ ہے کہ تم اس کو آگے نہ لے جاؤ اور یہودیوں کے ملک میں داخل نہ ہو۔مبادا اس کو کوئی گزند پہنچے۔ابو طالب نے بحیرا راہب کی یہ باتیں سن کر اپنا مال جلدی جلدی وہیں فروخت کر دیا اور آپ کو لے کر مکہ معظمہ کی طرف واپس چلے آئے۔ابو طالب کو باوجود اس کے ما لک شام کے شہروں میں داخل نہیں ہوئے تھے،اس سفر میں بہت منافع ہوا۔ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ ابو طالب نے بحیرا راہب کی باتیں سن کر آپ کو وہیں سے مکہ کی طرف واپس بھجوادیا اور خود قافلہ کے ہمراہ آگے چلے گئے۔

(تاریخ اسلام ۹۳،۹۴: مصنف مولوی اکبر شاہ خان صاحب)

(۳) چنانچہ آپ خدیجہ کے مہتمم مال تجارت ہو کر شام کی طرف روانہ ہوئے۔اس سفر میں خدیجہ کے غلام میسرہ اور حضرت خدیجہ کے ایک عزیز خزیمہ ابن حکیم بھی آپ کے ہمراہ تھے۔یہ تجارتی قافلہ جس کے ہمراہ آپ حضرت خدیجہ کا مال لے کر روانہ ہوئے تھے ملک شام میں داخل ہو کر ایک صومعہ خانقاہ کے قریب ٹھہرا، اس صومعہ میں ایک راہب رہتا تھا جس کا نام نسطورا تھا،نسطورا نے آنحضرت کو دیکھا تو آپ صومعہ سے بعض کتب سماویہ لے کر آئے۔اس نے آپ کے جسم اور چہرے کی دیکھ بھال شروع کی۔کبھی آپ کو دیکھتا کبھی کتب سماویہ کو پڑھتا اور مقابلہ کرتا،اس عجیب کیفیت کو دیکھ خزیمہ کے دل میں شک پیدا ہوا اور اس نے بلند آواز سے ''یا آل غالب'' کہا یعنی آل غالب جلد مدد کرو،یہ آواز سن کر قافلہ کے تمام قریش دوڑ پڑے نسطورا اس طرح قریش کو آتے دیکھ وہاں سے بھاگا اور اپنے صومعہ کی چھت پر جا کر بیٹھا۔وہاں سے قافلہ والوں کو بتلایا کہ خطرہ کی کوئی بات نہیں تھی میں اس شخص کا جو تمہارے ساتھ ہے،کتب سماویہ کو دیکھ دیکھ کر معائنہ کر رہا تھا۔نبی آخر الزماں کے جو جو علامات اور خدوخال ہماری کتابوں میں لکھے ہیں وہ سب اس میں موجود ہیں۔یہ سن کر سب کو اطمینان ہوا۔

(تاریخ اسلام :ص ۹۵،۹۶) مصنف مؤرخ اسلام اکبر شاہ خان صاحب۔

نسطورا سے منسوب ایک واقعہ پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ایک درخت کے نیچے اترے، آپ کو دیکھ کر نسطورا نے بتلایا کہ یہ نبی ہیں کیوں کہ اس درخت کے نیچے نبی ہی ٹھہرتا ہے؟ اور یہاں نسطورا سے متعلق واقعہ دوسری طرح درج ہے جو پہلے سے متضاد ہے۔

روایات بالا کو پڑھ کر یہ بات سامنے آتی ہے کہ محمد کو پہلے ہی علم ہو گیا تھا کہ میں نبی آخرالزماں ہونے والا ہوں اور اس قافلے میں جتنے لوگ شامل تھے بشمول ابو طالب سب کو علم ہو گیا تھا کہ محمد نبی ہوں گے۔ اس پیشگی علم کے بعد سب کو وقت آنے پر مسلمان ہو جانا چاہیے تھا، مگر کتب تاریخ میں ابو طالب کو آخر وقت تک اسلام سے خارج لکھا ہے؟ اب قرآن کی وہ آیات ملاحظہ کریں جن میں کہا گیا ہے کہ حضور کو یہ امید نہ تھی یعنی علم کہ آپ نبی ہوں گے یا آپ پر قرآن نازل ہوگا۔

القصص ۲۸:۸۶۔ اور آپ کو تو کبھی اس کا خیال بھی نہ گزرا تھا کہ آپ کی طرف کتاب نازل فرمائی جائے گی۔ (۱۱۳:۴، ۱۱:۴۹، ۱۲:۳، ۴۹:۴، ۵۲:۴۲وغیرہ)

تاریخ اور سیرت کی کتابوں میں درج مذکورہ بالا روایات میں کہا گیا ہے کہ حضور کو پہلے علم ہو گیا تھا۔ راہبوں کے کہنے سے کہ میں نبی بنایا جاؤں گا۔ اگر یہ بات صحیح مان لی جائے تو مخالفین یہ اعتراض کرنے میں حق بجانب ہوں گے کہ اس علم کی بنا پر محمد نے وقت آنے پر اعلان کر دیا کہ میں نبی ہوں مگر یہ روایات نہ صرف بعید از قیاس ہیں بلکہ قرآن کے اس واضح بیان کے خلاف ہیں جو مندرجہ بالا آیات میں مذکور ہے۔ قرآن میں کہا گیا ہے کہ بعثت سے پہلے محمد کو اس امر کا کوئی علم نہیں تھا کہ ان کو آئندہ نبی بنایا جائے گا، یہ تو اللہ کی رحمت ہے کہ آپ کو منتخب فرمایا اور نبی بنایا۔ اب غور کرنا ہمارا فرض ہے کہ کیا مانیں۔ حقیقت میں محمد کو نبوت ملنے سے پہلے یہ علم نہ تھا کہ میں نبی بنایا جاؤں گا۔ یہ علم تو اللہ نے چالیس سال کی عمر میں دیا۔ جب آپ کو نبوت عطا فرمائی، مزید یہ کہ قرآن کا بیان ہی حرف آخر ہے اور حق ہے اور اس کے برعکس جتنی بھی روایتیں ہیں وہ سب قابل رد ہیں۔

کیا نبی بھول جاتے تھے

سورہ اعلیٰ ۸۷:۶۔ ہم تم کو ابھی پڑھائیں گے پھر تم نہ بھولو گے۔

۸۷:۷۔ یقیناً جو چاہا اللہ نے اور اللہ نے یہی چاہا کہ آپ ہرگز نہ بھولیں گے، ایسا پکا یاد ہو جائے گا، بے شک وہ جانتا ہے ہر کھلے اور چھپے کو۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ ظاہر ہو رہا ہے کہ نبی کا حافظہ اتنا مضبوط تھا کہ جو سنا وہ پکا یاد ہو جاتا تھا اور جو کام کیا اور جو نہ کیا وہ بھی یاد رہتا تھا۔ تب ہی آپ حافظ قرآن تھے اور پکے حافظ تھے، بھولنے کا سوال ہی نہ تھا۔ جو ایک بار سن لیتے تھے وہ پکا یاد ہو جاتا تھا اور اللہ بھی ایسے ہی آدمی کو نبی بناتا تھا جو ہر اعتبار سے اکمل ہو، جن کے اندر کوئی کمی ہو اس کو نبی بنانے کا سوال ہی نہیں تھا اور نہ ہی نبی بھولنے والے تھے لیکن روایات اور تراجم میں لکھا ملتا

ہے کہ نبی بھول جاتے تھے اوراللہ بھلا دیتا تھا (نعوذ) کیا یہ ممکن تھا؟

ذیل میں قرآن کا ترجمہ اورروایات پیش ہیں جن میں لکھا گیا ہے کہ اللہ نبی کوقرآن بھلا دیتا تھا۔

سورہ اعلیٰ ۸۷:۶ ۔ہم تمہیں پڑھوا دیں گے پھرتم نہیں بھولو گے سوائے اس کے جواللہ چاہے۔

تفسیر: یعنی جس طرح ہم نے اپنی تربیت سے ہر چیز بتدریج اس کوکمال مطلوب تک پہنچایا ہے تم کو آہستہ آہستہ کامل قرآن پڑھادیں گے اورایسایاد کرادیں گے کہ اس کا حصہ بھولنے نہ پاؤ گے، بجزان آیات کے کہ جن کا بالکل بھلا دینا ہی مقصود ہوگا کہ وہ بھی ایک قسم نسخ کی ہے۔ یہ ترجمہ مودودی صاحب اورتفسیر محمود حسن صاحب کی ہے اورسب عالموں نے یہی لکھا ہے۔

بخاری جلداول کتاب الغسل صفحہ ۱۹۰، حدیث ۲۶۹ ۔ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ ایک بارنماز کھڑی ہوئی اورصفیں برابر کی گئیں۔اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری جانب تشریف لے آئے۔ جب آپ جانماز پر کھڑے ہوئے تو آپ کو یاد آیا کہ وہ جنبی ہیں (آپ نے) ہم سے فرمایا کہ تم یہیں رہو اورآپ لوٹ گئے، غسل کیا بعدازاں تشریف لائے اورآپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا، پھرآپ نے تکبیر کہی اورہم سب نے آپ کے ساتھ نماز ادا کی۔

بخاری جلداول کتاب اذان صفحہ ۲۹۹، حدیث ۶۰۸ ۔ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد سے باہر تشریف لے گئے حالانکہ اقامت کہی جاچکی تھی اورصفیں درست کرلی گئی تھیں، جب آپ (واپس آکر) مصلیٰ پر کھڑے ہوئے، ہم انتظار میں تھے کہ آپ تکبیر کہیں گے تو آپ (دوبارہ) چلے گئے اورفرمایا یہیں کھڑے رہو، ہم کھڑے رہے، آپ واپس آئے تو آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔آپ نے غسل کیا۔

۶۰۹ ۔حضرت ابوہریرہ روایت کرتے ہیں کہ نماز کے لیے اقامتیں کہی جاچکیں اورصفیں درست کرلی گئی تھیں، رسول اللہ باہر نکلے اورآگے بڑھے (تاکہ نماز پڑھائیں) آپ حالت جنابت میں تھے (لیکن یاد نہ رہا) فرمایا تم یہیں ٹھہرو اور چلے گئے، غسل کیا، پھر برآمد ہوئے، آپ کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا اورلوگوں کونماز پڑھائی۔

مذکورہ بالا روایات میں ہے کہ نبی پر غسل واجب تھا اوروہ بھول گئے اورمسجد میں آکر جانماز پر کھڑے ہوگئے تب یاد آیا اورواپس جاکر غسل کیا تب آکر نماز پڑھائی۔کیا یہ ممکن ہے؟ اگر ہے تو نہ معلوم کیا کیا بھولے ہوں گے، یہاں تک کہ وحی کوبھی بھول گئے ہوں گے۔(نعوذ) اگر یاد نہ آتا تو نماز اسی حالت میں پڑھا دی جاتی۔ایسا بھی ہوگیا ہوگا کہ یاد نہ آیا اورنماز پڑھادی اوراللہ نے وحی کے ذریعہ قرآن اتاردیا اورپھر بعد میں اس کا کچھ حصہ بھلا دیا۔اگر اللہ کو بھلانا مقصود تھا تو نازل ہی کیوں کیا تھا؟ اس طرح نہ معلوم کتنا قرآن بھلا دیا ہوگا جس کونسخ کہا گیا ہے، کیا یہ ممکن ہے؟ ہرگز نہیں۔نہ تو نبی یہ بھولے کہ میں جنبی ہوں، وہ مباشرت کے بعد فوراً غسل سے فارغ ہوجاتے تھے۔پھر غسل واجب ہوتے ہوئے مسجد میں آکر جانماز پر کیسے کھڑے ہوجاتے؟

اس طرح جاءنماز پر کھڑا کرنا نبی کی کردارکشی ہے اور نہ ہی اللہ نے نازل شدہ قرآن کو بھلایا۔اللہ نے اتنا ہی قرآن نازل کیا جتنا ضروری تھا اوراس کو پکایا دکرایا۔ نبی نازل شدہ وحی کو کبھی نہیں بھولے۔ نہ بھلانا ہی اللہ کو مطلوب تھا۔اگر اس کو درست مان لیا جائے تو قرآن بھی شک کے دائرے میں آجاتا ہے جیسے لکھا ہے کہ سورہ احزاب سورہ بقرہ سے بڑی یا برابرتھی ۔مگراس کو اٹھالیا گیا۔(نعوذ)

یہ ہے حقیقت کہ نبی بھولنے والے نہ تھے اور نہ ہی اللہ کو بھلانا مقصود تھا،اللہ ہمیں عقل دے۔(اقبال)

امت محمد یہ کا عقیدہ ہے کہ نبی پر جادو کا اثر ہوا، کیا یہ حقیقت ہے؟

ہر خاص وعام کی زبان پر یہ الفاظ ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر ہوگیا تھا۔روایات اورتفاسیر میں یہی درج ہے اورجن راویوں سے یہ روایات ملی وہ ثقہ اور قابل اعتبار ہیں۔قرآن میں متعدد آیات ہیں جن میں ہر نبی کی امت نے اپنے نبی کو جادوزدہ، دیوانہ اورشاعر کہاہے۔امت محمد بھی انہی کے نقش قدم پر چلی ہے، کیوں؟اس لیے کہ اس امت کے استاد بھی محمد نہ ہوتے ہوئے پہلے لوگ ہی اس مقام پر نظر آتے ہیں جن پر اسرائیلیات کا اثر صاف نظر آرہاہے (نعوذ)۔ہونا تو یہ تھا کہ قرآن کی دی ہوئی معلومات کے مطابق محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا رہبر مانا جاتا۔جیسے قرآن نے کہاہے ویسے ہی قوم کا عقیدہ ہوتا مگرایسا نہ ہوا، جو ایک افسوس ناک بات ہے۔قرآن کی جن آیات میں یہ ذکر ہے میں ان سب کو نہیں لکھ رہا، قارئین کرام سے اپیل ہے کہ ان کو قرآن میں دیکھ لیں۔ان کا حوالہ لکھ رہا ہوں، یہاں پرصرف کچھ آیات کا ترجمہ لکھوں گا جن کا حوالہ ہے، وہ ذیل میں ہیں۔

۷:۱۸۴؛ ۱۵:۶، ۱۷:۴۷؛ ۲۳:۲۵، ۷۰؛ ۲۵:۸؛ ۲۶:۱۸۵، ۱۶۸؛ ۵۱:۵۳؛ ۲۸:۶۸؛ ۸۱:۲۲ ۔ان کے ساتھ اور بھی ہیں جو قرآن میں درج ہیں۔ذیل میں کچھ آیات لکھ رہا ہوں جن میں اللہ کیا فرماتا ہے ان لوگوں کے لیے جو محمد پر جادو کا اثر بتارہے ہیں اور بڑے فخریہ انداز میں کہتے ہیں کہ ایسا ہوا اور یہ بھی ایک معجزہ ہے۔

بنی اسرائیل ۱۷:۴۷۔اور جب بیٹھ کر باہم سرگوشیاں کرتے ہیں تو کیا کہتے ہیں، یہ ظالم آپس میں کہتے ہیں کہ یہ تو ایک سحر زدہ آدمی ہے، جس کے پیچھے تم لوگ جارہے ہو۔

سورہ بنی اسرائیل ۱۷:۴۸۔غور کروان لوگوں نے تمہاری نسبت کیسی کیسی باتیں بنائی ہیں جس کی وجہ سے وہ گمراہی میں پڑ گئے ہیں۔اب راستہ نہیں پاسکتے۔

الفرقان ۲۵:۹۔(اے رسول!) دیکھوتو وہ تمہارے بارے میں کس کس طرح کی باتیں کرتے ہیں، سوگمراہ ہو گئے ہیں راستہ نہیں پاسکتے۔

الذاریات ۵۱:۵۳۔کیا وہ لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح کی وصیت کرتے آئے ہیں بلکہ وہ شریر لوگ ہیں۔

القلم ۶۸:۲۔اے محمد آپ اپنے اللہ کے فضل سے دیوانے یا جادو زدہ نہیں ہیں۔
الفرقان ۸:۲۵۔یا اس کی طرف آسمان سے خزانہ اتارا جاتا یا اس کے لیے کوئی باغ ہوتا کہ اس میں سے کھایا کرتا اور ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک جادو زدہ شخص کی پیروی کرتے ہو۔
۹:۲۵۔(اے رسول) دیکھو تو وہ تمہارے بارے میں کس کس طرح کی باتیں کرتے ہیں، سو گمراہ ہو گئے ہیں اور رستہ نہیں پا سکتے۔
الذاریات ۵۲:۵۱۔اسی طرح ان سے پہلے لوگوں کے پاس جو رسول آتا وہ اس کو جادوگر یا دیوانہ کہتے۔
مذکورہ بالا آیات میں کہا گیا ہے کہ اے محمد آپ پر جادو کا کوئی اثر نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے کیوں کہ آپ اللہ کی حفاظت میں ہیں اور جو آپ کو جادو زدہ کہتے ہیں وہ گمراہ ہو گئے ہیں، ان کو راستہ نہیں مل سکتا تو اللہ کے اس فرمان کے مطابق جو بھی مسلم قوم میں سے یہ تسلیم کرتا ہے کہ محمد پر جادو کا اثر ہو گیا تھا، وہ گمراہ ہے۔آیت ۵۲:۵۱ میں یہ بھی ہے کیا وہ لوگ ایک دوسرے کو اسی طرح وصیت کرتے چلے آئے ہیں۔حقیقت تو یہی نظر آ رہی ہے، جسے پہلی قوموں نے اپنے رسولوں کے لیے کہا ایسے ہی امت مسلمہ نے اپنے رسول کو کہا۔تو ثابت ہوا، پہلوں کی وصیت کو امت مسلمہ نے قبول کیا۔اس لیے پہلے استاد ہیں امت مسلمہ شاگرد ہے۔جب کہ امت مسلمہ کا استاد محمد اور قرآن کو ہونا چاہیے۔ذیل میں حدیث پیش ہیں۔ان میں کیا لکھا ہے:
بخاری جلد دوم کتاب الجہاد ص ۱۳۹، حدیث ۴۰۹۔حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک مرتبہ جادو کیا گیا، یہاں تک کہ آپ کو (اس جادو کے اثر سے) یہ خیال ہو گیا تھا کہ آپ نے ایک کام کیا ہے۔حالانکہ آپ نے نہ کیا ہوتا۔
مخالف لوگ جانتے تھے کہ نبی پر جادو کا اثر نہیں ہے مگر مخالف نبی کو دیوانہ یعنی جادو کا مارا بتلاتے تھے، جو آیات میں ان کا قول درج ہے، لیکن ان کا یہ قول محض جملہ ہائے معترضہ استفہام کے طور پر تھے، جن میں استہزا کا پہلو شامل تھا، وہ بخوبی جانتے تھے کہ نبی پر جادو کا کوئی اثر نہیں مگر نبی کی صداقت کو عوام کی نظر میں مشتبہ بنانے کے مقصد سے اس طرح کی بہتان تراشی کرتے تھے۔
بہر حال ان آیات میں اللہ نے ان کے اس قول کی تردید کرتے ہوئے اعلان کیا کہ یہ نبی جس کو تم دیوانہ کہتے ہو دیوانہ نہیں ہے۔اس پر جادو کا اثر نہیں ہے جو ایسا کہتا ہے وہ گمراہ ہے۔اس کو راستہ نہیں مل سکتا۔اس واضح اعلان کے بعد اس بات کی گنجائش کہاں نکلتی ہے کہ ہمارے محدثین یہ روایت کریں کہ نبی پر جادو کا اثر تھا اور مفسرین اور علماء اپنی تحریروں میں اس کو جگہ دیں، خواہ راوی کتنے ہی ثقہ بتلائے جائیں۔ان کی یہ بات غلط ہے اور یقیناً اللہ ہی کی بات درست ہے۔وہ یہ کہ نبی پر جادو نہیں ہوا۔بخاری کی ایک حدیث کو اور پڑھا جائے۔
بخاری جلد سوم: ص ۲۷۷۔۲۷۸: حدیث ۷۱۳ کتاب الطب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بنی زریق کے ایک آدمی نے جادو کیا جس کو لبید بن اعصم کہا جاتا تھا، چنانچہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہوگئی کہ آپ نے ایک کام کیا نہیں ہوتا تھا لیکن خیال یہ گذرتا کہ میں نے یہ کام کرلیا ہے۔ایک روزیا کسی رات جبکہ آپ میرے پاس تھےتو آپ نے بار بار دعا کی اورپھر فرمایا کہ اے عائشہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ جو کچھ میں معلوم کرنا چاہتا تھا وہ مجھے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا ہے۔میرے پاس دو شخص آئے ان میں سے ایک میرے سرہانے اوردوسرا پیروں کی جانب کھڑا ہوگیا۔ایک نے اپنے ساتھی سے دریافت کیا کہ اس مردِ حق آگاہ کوکیا تکلیف ہے؟ دوسرے نے کہا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے۔پوچھا کس نے کیا ہے؟ جواب دیا کہ لبید بن اعصم نے،پوچھا کہ کس چیز پر کیا ہے، جواب دیا کہ کنگھی پر، کنگھی سے جڑے ہوئے بالوں اور کھجور کی جھلی پر،پوچھا کہ یہ چیزیں کہاں ہیں؟ جواب دیا کہ ذروان کنویں کے اندر، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کوساتھ لےکراس کنویں پرتشریف لے گئے، جب واپس ہوئےتو فرمایا: اے عائشؓاس کنویں کا پانی گویا مہندی کے پانی کی طرح تھااور وہاں کی کھجوریں شیطان کی سروں جیسی ہیں، میں نے عرض کیا: رسول! آپ نے انہیں نکلوا کیوں نہ لیا؟ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شفا بخش دی ہے۔لہٰذا میں نے ناپسند کیا کہ اس شر کومشتہر کروں۔اس کے حکم سے انہیں دفن کروا دیا ہے۔اسی طرح ابواسامہ، ابوضمرہ اورابن ابی الزناد نے ہشام بن عروہ سے روایت کی ہے۔لیث اورابن عیینہ نے ہشام سے روایت کرتے ہوئے کہا کہ کنگھی اور کنگھی سے جھڑے ہوئے بالوں پر کہتے ہیں کہ المشاطۃ وہ بال ہیں جو کنگھی کرنے سے جھڑیں اورالمشاقۃ روئی سے بنائے ہوئے دھاگے کو کہتے ہیں۔

اللہ کی تردید کے باوجود افسوس صد افسوس بخاری کی روایات جو اوپر لکھی ہیں میں کہا گیا ہے کہ نبی پر جادو ہوگیا تھا اوراتنا اثر ہوگیا تھا کہ آپ کوئی کام کرتے تھے مگران کو لگتا تھا کہ نہیں کیا، یا کوئی کام نہیں کیا ہوتا مگر لگتا تھا کہ کیا (نعوذ) ان باتوں کو پڑھ کر مخالفین اسلام ورسول بھلا الزام تراشی سے رُک جائیں گے؟ وہ ضرور الزام لگائیں گےاور لگا رہے ہیں اور ہماری تحریروں سے ہی اپنے الزام کی تائید کرر ہے ہیں۔

مسلماں کو مشرک بنا دیا یلغارِ علما نے　　　　صنم خانے کو سند دے دی تصنیفِ علماء نے

اگران روایات کو درست مان لیا جائے کہ نبی پر جادو کا اثر ہوسکتا تھا اور روایات کے مطابق ہوگیا تھا تو پھر نبوت، قرآن، اسلام اورشریعت کی صداقت ہی شبہات کے گھیرے میں آجائے گی ۔اس صورت حال میں نہیں کہا جاسکتا کہ دشمنوں اورمخالفوں نے جادو کے زور سے نبی سے کیا کیا کہلوا لیا ہو اور کیا کیا کروا لیا ہو، جبکہ روایات کے مطابق نبی کی یادداشت متاثر ہوگئی تھی،تو ہوسکتا ہے کہ اللہ نے جو وحی نازل فرمائی تھی اسے نبی بھول گئے ہوں اور وہ قرآن میں شامل ہونے سے چھوٹ گئی ہو؟اور جادو کے اثر نے بھی بھلا دیا ہو اور کچھ ایسی باتیں جو اللہ نے نازل نہیں کیں انہیں آپ نے وحی سمجھ کر قرآن میں شامل کر دیا ہو؟ اور نہیں کہا جاسکتا کہ قرآن میں کتنی آیات اللہ کی طرف سے ہوں اور کتنی جادو کے اثر سے مخالفین نے شامل کرا دی ہوں؟ یہی نہیں بلکہ یہاں تک کہا جاسکتا ہے کہ جادو کے زیراثر ہی محمد کو نبوت کا دعویٰ کرنے پر اکسایا ہو؟ (نعوذ باللہ)

دیکھا کہ نبی پر جادو کے اثرات مرتب ہونے کی روایات کو درست مان لینے میں کتنے مضمرات مفسدات اورخرابیوں سے دوچار ہونا پڑے گا۔ زمین ہمارے پیروں تلے سے کھسک جائے گی اور ہم کوکھڑے ہونے کے لیے ایک حل بھر بھی جگہ میسر نہ ہوگی۔

مزید افسوس اس بات کا ہے کہ احادیث کی کتابوں میں ایسی بہت سی روایات موجود ہیں جن میں کہا گیا ہے کہ رسول نے جھاڑ پھونک اور عملیات کے ذریعہ علاج کرنے کی اجازت دی ہے۔ان روایات کے سبب بھولے بھالے بہت سے پڑھے لکھے مسلم عوام کے ذہن میں یہ بات گھر کرگئی ہے کہ جادو ٹونے کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔جھاڑ پھونک اور عملیات کے ذریعہ بہت سے امراض کا علاج ہوسکتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کا ایک بڑا طبقہ جادو ٹونے میں یقین رکھتا ہے اور بہت سے عاملین تعویذ، گنڈے اور جھاڑ پھونک کی دوکانیں لے کر بیٹھ گئے ہیں اور وہ عام مسلمانوں کو نہ صرف لوٹ رہے ہیں بلکہ ان کے عقائد کو بھی خراب کر رہے ہیں،لوگ کہتے ہیں کہ نبی پر جادو ہوسکتا ہے تو ہم پر کیوں نہیں ہوسکتا؟

اب ہمارے لیے لازم ہے کہ ہم بانگ دہل اعلان کریں کہ نبی پر جادو نہیں ہوسکتا تھا اور نہ ہی ہوا۔ نبی کی ذات ان باتوں سے پاک ہے۔اس لیے ان روایات کی سختی سے تردید کریں، جو کتب احادیث میں جگہ پاگئی ہیں۔

بخاری کی ایک روایت کا مفہوم: حضور نے فرمایا کہ جو میری امت میں جھاڑ پھونک نہ کرے گا وہ بغیر حساب کتاب جنت میں داخل ہو جائے گا۔

پھر جھاڑ پھونک کی گنجائش کہاں ہے؟ قرآن نے کہا کہ نبی پر جادو نہیں ہوا۔اس کے خلاف جو یہ کہتا ہے کہ نبی پر جادو ہوا وہ گمراہ ہوگیا ہے اس کو صحیح راہ نہیں مل سکتی،لیکن اس تردید اور حکم کے باوجود ہمارے یہاں ہر خاص و عام یہی کہتا ہے کہ نبی پر جادو ہوا اور احادیث اس بات کو آگے بڑھا رہی ہیں ۔اب فیصلہ ہونا چاہیے کہ حق پر کون ہے؟ قرآن یا محدث، عالم، راوی یا مفسر، یقیناً حق اللہ کی بات ہے اور سب لغو اور بکواس ہیں جو غلط روایت کو مانے گا وہ دوزخ میں جائے گا، بات قرآن اور صحیح حدیث کی ہی درست ہے اللہ ہم کو حق بات تسلیم کرنے کی توفیق دے۔(تقبل)

کیا نبی اختلاف کو حق بتا سکتے ہیں؟

اللہ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے اپنے چنے ہوئے بندوں کو نبی بنایا اور ان کے ساتھ کتابیں بھی نازل کیں جن کتابوں کے ذریعہ رسول انسانوں میں پیدا شدہ اختلافی امور جو انہوں نے کر لیے ہوتے ہیں ان کو ختم کر دیں جس کی شہادت قرآن دے رہا ہے۔(بقرہ:۲۱۳) جو پہلے حصہ میں لکھا گیا ہے،مگر افسوس نبی کے ماننے والے علما،محدثین و مفسرین وغیرہ نے نبی کو کس مقام پر کھڑا کیا ہے جو قرآن کے خلاف ہے،پیش ہے۔

بخاری جلد سوم ص ۹۰۶،۱۲۸۴،۱ ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ قرآن مجید سے جتنا تمہیں آسان ہو پڑھو، حدیث نمبر ۲۳۹۶ ص ۹۰۷، عروہ بن زبیر نے حضرت مسور بن مخزمہ اور حضرت عبدالرحمٰن بن عبدالقاری سے روایت کی کہ ان دونوں حضرات نے حضرت عمر بن خطابؓ کو فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے حضرت ہشام بن حکم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ میں سورہ فرقان پڑھتے ہوئے سنا جب میں نے ان کی قرأت سنی تو وہ کتنے ہی ایسے حروف کے ساتھ پڑھ رہے تھے جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے نہیں پڑھائے تھے، قریب تھا کہ میں نماز میں ہی ان پر حملہ کر دیتا، لیکن میں نے صبر کیا، یہاں تک کہ انہوں نے سلام پھیر دیا، میں نے ان کی چادر ان کے گلے میں ڈال کر کہا کہ جو سورت میں نے آپ کو پڑھتے ہوئے سنا یہ آپ نے کس سے پڑھی؟ کہا کہ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھائی ہے میں نے کہا کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں، جس طرح آپ پڑھ رہے ہیں مجھے تو اس سے الگ انداز پڑھائی ہے، پس میں انہیں کھینچتا ہوا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے چلا۔ میں عرض گزار ہوا کہ میں نے انہیں سورہ الفرقان ایسے انداز پر پڑھتے ہوئے سنا ہے جس طرح آپ نے مجھے نہیں پڑھائی۔ ارشاد فرمایا کہ انہیں چھوڑ دو، اے ہشام پڑھو! چنانچہ انہوں نے اسی طرح پڑھی جیسے میں نے ان سے سنی تھی، چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے، پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے عمر! تم پڑھو پس میں نے اسی طرح پڑھی جیسے مجھے پڑھائی تھی فرمایا کہ اسی طرح نازل ہوئی ہے بے شک یہ قرآن مجید سات طریقوں پر نازل ہوا ہے پس اس طریقے سے پڑھو جس کے لیے جو طریقہ آسان ہو۔

حضرت عمر خلیفہ راشد فرما رہے ہیں کہ ہشامؓ سورہ فرقان کو کتنے ہی مختلف حروف کے ساتھ پڑھ رہے تھے جو عمر کو نہیں بتائے گئے تھے ان کو لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کی قرأت کو سنا جو مختلف حروف پر تھی مگر افسوس جس اختلاف کو ختم کرنے کے لیے رسول کو مبعوث کیا گیا تھا وہ کام نہ کر سکے بلکہ جو اختلافات رونما ہو گئے تھے اور (نعوذ) نبی کے فرمان سے ہی پیدا ہو گئے تھے۔ ان کو درست بتایا، کیا یہ ممکن ہے؟ ہرگز نہیں، نبی نے ہر ایک کو اس طرح سے ہی قرآن بتایا جس طرح نازل ہوا اور وہ ہے عربی مبین قریش کی زبان میں، اس لیے مختلف قرأت مختلف حروف پر درست بتانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

اس طرح مختلف حروف کے ساتھ پڑھنے کو درست بتانا نبی کی کردار کشی ہے۔ جس کردار کشی کرنے کی قوم عادی ہو گئی ہے۔

ہماری کتابوں میں بہت اختلافات لکھے ہیں جن کو نبی کی طرف منسوب کیا گیا ہے اور بڑے فخریہ انداز میں علماء کہتے ہیں کہ اگر یہ اختلاف نہ ہوتے تو مجھے بڑا افسوس ہوتا اس لیے کہ ان اختلافات کے ہوتے ہوئے نبی کی ہر اختلافی سنت پر عمل ہو رہا ہے (نعوذ باللہ) نبی نے قرآن کے ذریعہ ہر اختلاف کو ختم کیا اور اختلاف کرنے کو برا بتایا اور کہا کہ اگر اختلاف کرو گے تو تمہاری ہوا اکھڑ جائے تم بزدل اور ذلیل ہو جاؤ گے، یہ ہے حقیقت اس کے علاوہ اور سب بکواس ہے۔

کیاواقعہ افک ہوا؟

کوئی آدمی جب کبھی سفر پر جاتا ہےاوراس کے ساتھ اس کے بیوی بچے بھی ہوتے ہیں تو وہ آدمی اپنے بیوی بچوں کا ہر طرح سے خیال رکھتا ہے اگر سفر میں بیوی یا کسی بچے کو حوائج ضروریہ کی حاجت ہوتی ہے تو اپنے بڑے سے کہہ کر جاتے ہیں اوراس بڑے کی ذمہ داری ہو جاتی ہے کہ ان کا انتظار کرے اگر دیر ہو جاتی ہے تو تلاش کرنا بھی پڑ سکتا ہے، یہ عقل کا تقاضہ ہے،اس کے خلاف ایسا نہیں ہو سکتا کہ اس جانے والے کے آنے سے پہلے ہی وہ اپنے سفر پر روانہ ہو جائے لیکن میرے نبی جو ہر معاملہ میں ایک مثالی بشر تھے ان کے بارے میں اس کے خلاف لکھا ہے اوراس خلاف لکھے کو بڑے فخریہ انداز میں پیش کرتے ہیں اور ساتھ میں قرآن کی آیات کا ترجمہ بھی غلط کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟ ذیل میں وہ واقعہ پیش ہے جو حضرت عائشہؓ سے متعلق ہے جس کو افک کہا گیا ہے۔قرآن میں ایک لفظ ''افک'' آیا ہے جس کا مطلب ہے جھوٹ، بہتان،غلط الزام لگانا،اس کے بارے میں قرآن میں کیا ہےاور کیا سزا ہے؟ دیکھا جائے۔

سورہ نور ۲۴:۴۔اور جولوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں اور پھر ثبوت میں چار گواہ نہ لائیں تو انہیں اسّی کوڑے مارنا اور کبھی ان کی گواہی قبول نہ کرنا اور وہی پکے فاسق ہیں۔

۲۴:۵۔ہاں جو اس جرم کے بعد توبہ کرلیں اوراپنی حالت سنوار لیں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۲۴:۶۔اور جولوگ اپنی عورتوں پر بدکاری کا الزام لگائیں اور خود ان کے سوا ان کے گواہ نہ ہوں تو ہر ایک کی شہادت یہ ہے کہ پہلے چار بار اللہ کی قسم کھائے کہ بے شک وہ سچا ہے۔

۲۴:۷۔اور پانچویں بار یہ کہیگا کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

۲۴:۸۔اورعورتوں سےاس طرح سزا ٹل سکتی ہے کہ وہ پہلے چار مرتبہ اللہ کو گواہ ٹھہرا کر قسم کھائے کہ یہ شخص (اپنے الزام میں) جھوٹا ہے۔

۲۴:۹۔اور پانچویں مرتبہ کہے کہ اگر یہ شخص سچا ہو تو مجھ پر اللہ کا غضب ٹوٹے۔

۲۴:۱۱۔جولوگ بہتان باندھیں گے وہ تم میں سے ہی ایک جماعت ہیں جو منافق ہیں (جو تم میں رہ رہے ہیں) مگر ان کے بہتان باندھنے کو اپنے حق میں برا نہ سمجھنا، بلکہ وہ تمہارے لیے اچھا ثابت ہوگا (وہ اس لیے کہ جب تم اپنے خلاف غلط باتیں سنو گے تو ان کا علاج اللہ کی آیات کی روشنی میں تلاش کرو گے اور تم کو یہ معلوم ہو جائے گا کہ کون منافق ہے اور کون مومن؟ جو منافق چھپے ہوئے ہیں وہ ظاہر ہو جائیں گے اور تم ان سے ہوشیار ہو جاؤ گے) اور یہ سمجھ لو کہ تمہارا کوئی نقصان نہیں، فائدہ ہی فائدہ ہے،نقصان ان منافقین کا ہے جو اس طرح کے بہتان میں جتنا حصہ لے گا اس کے لیے اتنا ہی وبال ہوگا اور ان میں سے جو کوئی بڑے ہنگامے میں زیادہ حصہ لے گا اس کے لیے اتنا ہی بڑا عذاب ہوگا۔

۲٦:۲۴ ۔ناپاک کام ناپاک انسانوں کے لیے ہیں اور ناپاک آدمیوں سے ناپاک کام ہی ہوتے ہیں اور اچھے کام اور اچھی باتیں اچھے لوگوں کے لیے ہیں اور اچھے لوگ اچھے کام ہی کرتے ہیں۔ وہ کبھی بری باتوں کے پاس نہیں جاتے اور مومنوں کا دامن پاک ہے ان باتوں سے جو بنانے والے بناتے ہیں ۔ان کے لیے بخشش ہے اور رزق کریم۔

سورہ نور کی مذکورہ بالا آیات بہت اہم ہیں اور اہم امور کی طرف رہنمائی کرتی ہیں، اگر ان پر عمل کیا جائے تو امت محمدیہ بہت سی پریشانیوں سے بچ جائے ،مگر ان کا مطلب اور تفسیر اس طرح کی گئی ہے جس سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم ازواج مطہرات اور صحابہ کرام کی عزت داغدار ہوتی ہے ۔وہ ایسے کہ ان آیات کے ذریعہ ایک ایسا قصہ بیان کیا جاتا ہے جو حضرت عائشہؓ سے متعلق بتایا جاتا ہے اور محمد بھی اس کی زد میں آتے ہیں اور اس بہتان کو لگانے والے کچھ صحابی بھی بتائے جاتے ہیں جن کو اللہ صادق بتا رہا ہے، مگر یہ سارا قصہ ایک فرضی قصہ ہے حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ۔آیت میں کہیں نہ تو عائشہؓ کا نام ہے اور نہ ہی واحد ضمیر مؤنث نظر آتی ہے ۔آیات میں جو بھی بیان ہے جو تصریف آیات سے ظاہر ہوتا ہے جو ان آیات میں بین السطور پوشیدہ ہے جس کو وحی خفی بھی کہا جا سکتا ہے وہ ان غلط واقعات کے بارے میں ہے جن کو منافقوں نے مسلمانوں سے منسوب کر دیا تھا اور ان آیات میں ان غلط باتوں کا علاج بھی بتایا گیا ہے اور آیت ۲٦ میں کہا گیا ہے کہ یہ جملہ مومنین مرد اور عورت ایسے غلط کاموں سے پاک ہیں جو غلط بہتان یہ منافق ان پر لگاتے ہیں، سورہ نور کا یہ ترجمہ بھی پڑھ لیا جائے جس میں کہا گیا ہے کہ خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لائق ہیں اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لائق ہیں ۔یہ ترجمہ غلط ہے صحیح ترجمہ یہ ہے ۔اور پاک عورتیں پاک مردوں کے لائق ہیں اور پاک مرد پاک عورتوں کے لائق ہیں ۔ایسے پاک لوگوں کے لیے بخشش ہے اور عزت والی روزی۔

مولانا محمد جونا گڑھی اور سب کا یہی ترجمہ ہے اگر اس ترجمہ کو درست مان لیا جائے تو اس کی زد میں کچھ معصوم بزرگ بھی آ جاتے ہیں جن کے بارے میں ایسا گمان نہیں کیا جا سکتا جیسے حضرت لوطؑ ،حضرت نوحؑ جو معصوم اور نیک نبی تھے لیکن ان کی بیویاں قرآن کی شہادت کے مطابق بد تھیں اور فرعون بد تھا مگر اس کی بیوی مومن اور پاک تھیں ۔قرآن شہادت دے رہا ہے ۔اس لیے خبیث مرد و عورت والا ترجمہ غلط ہے ۔اس آیت پر عالموں نے جو تفسیر درج کی ہے، جس کی شہادت بخاری کی حدیث سے بھی ملتی ہے، پیش ہے ۔

تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی، ص ۴٦۷، ف ۳۰ ۔یہاں سے اس طوفان کا ذکر ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ پر اٹھایا گیا تھا ۔واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ٦ ھ میں غزوہ بنی المصطلق سے واپس مدینہ تشریف لا رہے تھے ۔حضرت عائشہ صدیقہ بھی ہمراہ تھیں ۔ان کی سواری کا اونٹ علیحدہ تھا ۔وہ ہودے میں پردہ چھوڑ کر بیٹھ جاتی ، جمال ہودے کو اونٹ پر باندھ دیتے ۔ایک منزل پر قافلہ ٹھہرا ہوا تھا، کوچ سے ذرا پہلے حضرت عائشہ کو قضائے حاجت کی ضرورت پیش آئی، جس کے لیے قافلہ سے علیحدہ ہو کر جنگل کی طرف تشریف لے گئیں، وہاں

اتفاق سے ان کا ہار ٹوٹ کر گر گیا۔اس کی تلاش میں دیر لگ گئی۔یہاں پیچھے کوچ ہو گیا۔جمال حسب عادت اونٹ پر ہودہ باندھنے آئے اور اس کے پردے پڑے رہنے سے گمان کیا کہ حضرت عائشہ اس میں تشریف رکھتی ہیں۔اٹھاتے وقت بھی شبہ نہ ہوا کہ کیوں کہ ان کی عمر تھوڑی تھی اور بدن ہلکا پھلکا تھا؟ غرض جمال نے ہودہ باندھ کر اونٹ کو چلتا کر دیا۔

حضرت عائشہؓ واپس آئیں تو وہاں کوئی نہ تھا۔نہایت استقلال سے انہوں نے یہ رائے قائم کی کہ یہاں سے اب جانا خلاف مصلحت ہے۔جب آگے جا کر میں نہ ملوں گی تو یہیں تلاش کرنے آئیں گے۔آخر وہیں قیام کیا۔رات کا وقت تھا،نیند کا غلبہ ہوا وہیں لیٹ گئیں،حضرت صفوان بن معطلؓ گرے پڑے کی خبر گیری کی غرض سے قافلہ کے پیچھے کچھ فاصلے سے رہا کرتے تھے۔وہ اس موقع پر صبح کے وقت پہنچے، دیکھا کوئی آدمی پڑا سو رہا ہے قریب آ کر پہچانا کہ حضرت عائشہؓ ہیں۔کیونکہ پردے کا حکم آنے سے پہلے انہوں نے ان کو دیکھا تھا۔دیکھ کر گھبرا گئے اور ''انا للّٰہ وانا الیہ راجعون'' پڑھا جس سے ان کی آنکھ کھل گئی۔فوراً چہرا چادر سے ڈھانک لیا۔حضرت صفوان نے اونٹ ان کے قریب لا کر بٹھلا دیا۔یہ اس پر پردے کے ساتھ سوار ہو گئیں۔انہوں نے اونٹ کی نکیل پکڑ کر دوپہر کے وقت قافلہ سے جا ملایا۔عبداللہ بن ابی بڑا خبیث بدباطن اور دشمن رسولؐ تھا اسے ایک بات ہاتھ لگ گئی اور بدبخت نے واہی تباہی بکنا شروع کر دیا اور بعض بھولے بھالے مسلمان (مثلاً مردوں میں حضرت حسان،حضرت مسطح اور عورتوں میں سے حضرت حمنہ بنت جحش) منافقین کے مغویانہ پروپیگنڈہ سے متاثر ہو کر اس قسم کے افسوس ناک تذکرے کرنے لگے۔عموماً مسلمانوں کو اور خود جناب رسول کریم کو اس قسم کے واہیات تذکروں اور شہرتوں سے سخت صدمہ تھا۔ایک مہینہ تک یہی چرچہ رہا۔حضور صلی اللہ علیہ وسلم سنتے اور بغیر تحقیق کچھ نہ کہتے۔مگر دل میں خفا رہتے۔ایک ماہ بعد ام المومنین عائشہؓ کو اس شہرت کی اطلاع ہوئی،شدت غم سے بیتاب ہو گئیں،شب و روز روتی تھیں،ایک منٹ کے لیے آنسو نہ تھمتے تھے،اسی دوران میں بہت سے واقعات پیش آئے اور گفتگوئیں ہوئیں، جو صحیح بخاری وغیرہ میں مذکور ہیں اور پڑھنے کے قابل ہیں۔آخر حضرت صدیقہ کی برأت خود حق تعالیٰ نے قرآن کریم میں سورہ نور کی آیتیں ''والذین جاؤوا بالافک'' سے دور تک نازل فرمائیں،جس پر عائشہ صدیقہ فخر کیا کرتی تھیں اور بلاشبہ جتنا فخر کریں تھوڑا تھا۔

اور وہ آیتیں بھی پڑھی ہوں گی،جن کی طرف اشارہ کیا گیا ہے،کیا ان میں حضرت عائشہؓ کا نام ہے یا ضمیر واحد مؤنث ہے؟ غور کرو! یا افک والا الزام عائشہ پر ہی نہیں تھا بلکہ دوسرے صحابی بھی اس کی زد میں تھے۔ان کو پڑھ کر فیصلہ کرو کہ یہ الزام کسی پر تھا؟ آیات افک کے حوالے سے روایات کثرت سے درج ہیں جو تفسیر حواشی اور صحاح کی کتابوں میں درج ہیں ان کے پڑھنے سے یہ علم ہوتا ہے کہ ایک جنگ سے واپسی کے موقع پر حضرت عائشہ کے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے دشمنوں کو الزام تراشی کا موقع مل گیا۔یہاں تک کہ اس الزام نے مسلم معاشرے میں ایک خطرناک حالات پیدا کر دیئے اور خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں حضرت

عائشہؓ کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے۔ بظاہر تو ایسا لگتا ہے کہ یہ قصہ حضرت عائشہ کو بے گناہ ثابت کرتا ہے، تاہم اس قصہ سے ایک ایسے انسان کی تصویر سامنے آتی ہے جو بہتان تراشی کے طوفان سے کافی دنوں تک پریشان رہتا ہے، جو تصویر ایک فہیم نبی بشرا کمل کی نہیں ہو سکتی، اگر یہ بہتان تراشی درست تھی اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اس کی زد پڑ رہی تھی تو آیات کے مطابق رسول اس قصہ کا فیصلہ کرتے۔ یعنی الزام لگانے والوں سے چار گواہ طلب کرتے اور غلط ہونے پر ان کو سزا دی جاتی؟ منافق الزام لگانے والے ظاہر تھے مگر ایسا نہیں ہوا اور یہ قصہ ایک ماہ تک چلتا رہا جس کو اللہ نے مداخلت کر کے طے کیا۔

اس واقعہ کا ایک رخ اور بھی ہے جو ماریہ قبطیہ سے متعلق ہے، جس سے حضرت ابراہیم پیدا ہوئے، بتائے جاتے ہیں۔ غور کرنے سے یہ کردار ایک فرضی سامنے آتا ہے تاہم ان پر یہ الزام لگایا ہے کہ وہ نومولود دراصل جریج قبطی کا بیٹا ہے جب یہ خبر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچ مان کر حضرت علی کو حکم دیا کہ ماریہ کا چچا زاد بھائی (جریج) جہاں ملے اس کی گردن اڑا دو۔ حضرت علی اس کام کے لیے چلے مگر خبر یہ ہو گئی کہ علی کو معلوم ہو گیا کہ یہ مقطوع الذکر یا مخنث ہے۔ اس لیے جریج قتل ہونے سے بچ گیا۔ یہ مسلم میں درج ہے مگر اس روایت کے جھوٹ ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر تحقیق کے ایک آدمی کے قتل کا حکم دیا جو ناممکن ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم بغیر تحقیق کے قتل کا حکم نہیں دے سکتے تھے اور جب محمد تحقیق کرتے تو ان پر ہی یہ ثابت ہو جاتا جو علی پر ثابت ہوا کہ یہ مخنث ہے۔ اس واقعہ کی مختلف تفصیلات جو مسلم، مستدرک، حاکم اور دوسری کتابوں میں درج ہیں، ان میں بہت تضاد ہے، اس لیے بھی یہ قصہ غلط ہے۔

محمد بن اسحاق بن یسار جن کو سیرت رسول کا اصل مصنف کہا جاتا ہے، انہوں نے افک کا پس منظر حضرت ام سلمہؓ کو قرار دیا ہے جو مصنف کے بقول عثمان طلحہ کی معیت میں مکہ سے مدینہ آ رہی تھیں اور جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ منافقین نے طرح طرح کے قصے گڑھ کر انہیں متہم کرنے کی کوشش کی تھی۔

صحیح مسلم ہی کی ایک اور روایت (کتاب الرضاع، باب العمل بالحاق القائف الولد) میں آیت افک کا پس منظر ام ایمن کو بتایا گیا ہے۔ اس کے مطابق شر پسندوں نے حضرت ایمنؓ پر یہ الزام لگایا کہ ان کا بیٹا اسامہ، زید سے نہیں ہے، لیکن قیافہ شناس نے ان کو پہچان کر حضرت زید سے بتایا، بعض روایتوں میں افک کا موضوع حضرت علی ہیں، کہا جاتا ہے کہ حضرت علیؓ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن بھیجا کہ حضرت خالدؓ سے مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو مرکز کا ہوتا ہے، وصول کرلائیں، حضرت علی نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ وصول کیا اور اس سے حاصل ایک لونڈی سے مباشرت کی، جس پر عبداللہ بن بریرہ نے اعتراض کیا، یہ بھی ایک روایت ہے کہ واپسی پر ان میں سے چار صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس غلط بات کی شکایت کی۔ ترمذی کے مطابق جو اس روایت کو حسن غریب بتاتے ہیں۔ ان شکایتوں پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سخت غضب ناک ہوئے اور کہا علی مجھ سے ہے اور میرے بعد علی مومنین کا ولی ہے۔

بعض راویوں نے اس آیت کو حضرت فاطمہؓ کی برأت کے سلسلہ میں نازل ہونا بتایا ہے بلکہ شیعہ روایتوں کے مطابق تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ افک کا سرکاری جرم چوں کہ حضرت عائشہؓ سے سرزد ہوا تھا اس لیے امام مہدی کے ظہور کے بعد حضرت عائشہؓ کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا اور ان پر حد جاری کی جائے گی۔ اس قسم کے بہت سے غلط بیانات شان نزول کے حوالے سے تفسیر کی مختلف کتابوں کے حاشیوں میں محفوظ ہیں۔ اس واقعہ کو اگر قرآن کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ بالکل غلط اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کردارکشی کرتا نظر آتا ہے، جو ستم ہے۔ مگر روایات کے پجاریوں نے اس کو صحیح تسلیم کر کے قرآن کو مجبور بنادیا ہے۔ اس لیے ایسے فرضی قصے گڑھنا ایک بہت بڑا ظلم ہے۔

اب غور یہ کیا جائے کہ ان آیات کا غلط ترجمہ کر کے ایک ایسا واقعہ کیوں ان آیات سے ثابت کیا گیا جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم ازواج اور صحابہ کرام کی کردارکشی نظر آرہی ہے، یہ اس لیے کہ روایات کی کتابوں میں ایک فرضی قصہ افک درج ہے، جس میں حضرت عائشہؓ پر تہمت لگائی گئی ہے اور اس تہمت کی برأت (۲۶:۲۴) میں کردی گئی ہے۔ یہ تو صحیح ہے کہ (۲۶:۲۴) میں تہمت بری باتوں کی تردید کی گئی ہے۔ مگر کیا ترجمہ صحیح کیا ہے؟ اور نہ ہی عائشہ پر الزام صحیح ہے سیاق وسباق میں کسی جگہ بھی نہ تو عائشہ کا نام ہے اور نہ ہی ضمیر واحد مؤنث ہے بلکہ صیغہ جمع کا ہے اس لیے یہ واقعہ افک عائشہ والا بالکل غلط ہے۔ جس کی تفصیل میں نے کتاب ناموس رسول اور منظم مفہوم القرآن اردو ہندی میں لکھی ہے، ملاحظہ ہو۔

حقیقت میں منافقین نے مسلمانوں میں اختلاف اور جھگڑا کرانے کے لیے کچھ ایسے الزام مومن مردوں اور عورتوں پر لگائے یا لگائیں گے جو غلط ہوں گے، سادہ مسلمان ان کی تصدیق نہ کرتے ہوئے آپس میں چرچہ کرنے لگیں اس غلط اور خطرناک بات سے بچانے کے لیے اللہ نے مسلمانوں کو یہ بتایا کہ اے مسلمانو! ایسے حالات میں ایسا عمل کرنا ٹھیک نہیں ہے بلکہ کرنا یہ ہے کہ اگر کوئی غلط بات سنو تو اس کو اپنے بڑوں کے پاس لے جاؤ وہ اس کی تحقیق کریں گے اور حقیقت کو پالیں گے اور تہمت لگانے والوں سے کہیں گے کہ تم اپنے چار گواہ لاؤ، یہ طریقہ بتایا ہے۔ اگر وہ گواہ نہیں لاتے تو ان کو تہمت کی سزا دو۔ اس طرح منافقین کی ہمت شکنی ہوگی۔ اس طرح عمل کرنے کو اللہ نے اپنا فضل اور رحمت کہا ہے اور سورہ نور کا نام ہی نور اس لیے ہے کہ اس میں سب باتیں وہ ہیں جن پر عمل کرنے سے ایک بہترین نورانی معاشرہ وجود میں آجاتا ہے اور نور ہی نور ہو جاتا ہے۔

پوری سورہ میں کسی بھی لفظ سے یہ ظاہر نہیں ہو رہا ہے کہ یہ الزام حضرت عائشہ پر تھا جو ایک جنگ سے واپسی پر گھڑا گیا۔ اس الزام کی زد میں تو پورے مومن آتے تھے جن کی تردید (۲۶:۲۴) میں کردی گئی ہے اور بڑے صاف الفاظ میں کہا گیا ہے کہ مومن جو ہوگا وہ کبھی غلط کام نہیں کرے گا وہ ہمیشہ صحیح کام کرے گا۔ اس لیے ان کی طرف یہ الزام غلط ہے اور منافقین کا یہ ایک غلط پروپیگنڈہ ہے ان کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ کسی طرح شکوک پیدا کیے جائیں جس سے یہ سیدھے سادھے انسان ایک دوسرے کو شک کی نظر سے دیکھنے لگیں اور آپس میں

لڑ جائیں، ان لڑائیوں سے بچانے کے لیے اللہ نے کچھ اصول بتا دیے جن پر عمل کرنا نور ہے۔

افک سے متعلق جو روایات بیان کی جاتی ہیں ان پر غور کرنے سے یہ واقعہ بالکل غلط ثابت ہوتا ہے کیوں کہ روایات میں بہت کچھ تضاد اور ان ہونی باتیں درج ہیں، مثلاً غزوہ سے واپسی پر لشکر رات میں قیام کر رہا تھا، عائشہ حوائج ضروریہ سے فارغ ہونے کے لیے لشکر سے باہر گئیں اس دوران لشکر نے کوچ کر دیا، عائشہ چھوٹ گئیں اور بعد میں ایک صحابی ان کو لے کر دوپہر کے وقت لشکر میں آئے۔

قابل غور بات یہ ہے، کیا لشکر میں صرف عائشہ ہی تنہا عورت تھیں اور نہ تھیں؟ جب کہ اور بھی ضرور ہوں گی، ایسی حالت میں دستور کے مطابق عائشہؓ عورتوں کے ساتھ جاتیں جیسا عورتوں کا قاعدہ ہے، اگر مان لیا جائے کہ صرف وہی تنہا تھیں تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بتا کر جانا تھا یا محمد ان کے ساتھ جاتے یا محمد ان کا انتظار کرتے، اگر یہ بھی ممکن نہیں تو فراغت کے لیے لشکر سے دور نہ جاتیں، کہیں پاس میں ہی بیٹھ جاتیں، رات ہی تو تھی اور جب لشکر چلتا تو آ جاتیں، ایسا تو نہیں تھا کہ لشکر میں نہ تو کچھ سامان تھا اور آدمی بھی تھوڑے تھے اور بغیر کسی آہٹ کے چل دیئے۔ عائشہ کو خبر نہ ہوئی؟ ایسا نہیں ہے بلکہ پورا لشکر تھا اور اونٹ گھوڑے، خچر وغیرہ ساتھ تھے، ان پر ساز باندھ کر سامان لادھنا تھا، ایسی حالت میں گھوڑے ہنہناتے اور اونٹ بلبلاتے، آدمی چلتے پھرتے آواز دیتے، ایک دوسرے کو، عائشہ کو خبر ہو جاتی اور وہ آ جاتیں۔

سب باتوں کو چھوڑو صرف ایک رکھو کہ چلتے وقت محمد تو ضرور ہی عائشہؓ کو دیکھتے؟ علاوہ ازیں ڈولی اٹھانے والے بھی اندازہ نہ کر سکے کہ ڈولی خالی ہے یا بھری، ایسا تو نہیں تھا کہ عائشہ میں کچھ وزن ہی نہ تھا، کتنی بھی ہلکی تھیں تو تیس پینتیس کلو سے کم ہونے کا سوال ہی نہ تھا، پھر کیوں اندازہ نہ ہوا۔ پھر کیا محمد (نعوذ) ایسے بے خبر تھے کہ اپنی زوجہ کو بھی معلوم نہ کر سکے اور چل دیئے اور دوپہر تک خبر نہ لی۔ ارے راستے میں کہیں تو نماز فجر پڑھی ہوگی، وہاں دیکھتے مگر یہ کچھ نہ ہوا اور لشکر چلتا رہا؟ محمد بغیر عائشہ کو ساتھ لیے نہیں چل سکتے تھے کیوں کہ آپ ایک مثالی بشر اکمل تھے۔ ہم کو اللہ عقل دے۔

اس لیے یہ واقعہ بالکل غلط ہے، الزام تراشی ہے اور آگے سنو، منافقین نے عائشہ کو ایک صحابی کے ساتھ تنہا آتے دیکھ کر الزام تراشی شروع کر دی۔ الزام لگانے والے جانے پہچانے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے بتائے قانون کے مطابق ان سے چار گواہ طلب نہیں کیے اور تقریباً ایک ماہ تک یہ باتیں ایسے ہی گردش کرتی رہی، تب کہیں جا کر محمد نے مسجد میں مسلمانوں سے کہا کہ میری مدد کرو۔ اس تحقیق کے وقت انصار کے دو قبیلوں میں جھگڑا ہوا۔ ان جھگڑا کرنے والوں میں ایک نام سعد بن معاذ کا بھی ہے کہ اس نے کھڑے ہو کر کہا کہ اے اللہ کے رسول اگر الزام لگانے والا میرے قبیلہ کا آدمی ہے تو میں اسے قتل کر دوں مگر کیا سعد بن معاذ اس وقت زندہ تھے؟ وہ تو تقریباً دس گیارہ ماہ پہلے جنگ خندق میں زخمی ہو کر انتقال کر گئے تھے، پھر وہ کہاں سے آ گئے؟ سعد نے کہا اگر دوسرے قبیلہ سے ہو تو آپ جو حکم دیں اس بات پر دونوں قبیلوں میں جھگڑا ہوا، تلواریں نکل آئیں،

اس جھگڑے کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھا کر ختم کیا اور تحقیق پوری نہ ہو سکی۔ جب مسجد میں کہا تھا تو پورے یقین کے ساتھ کہا تھا کہ عائشہ بے قصور ہے لیکن جب یہی تحقیق عائشہ سے کی تو کہا اگر عائشہ ایسا ہوا ہے تو بتاؤ۔ یہ بھی تضاد ہے۔

پھر حضرت نے علیؓ سے معلوم کیا تو انہوں نے کہا عائشہ کو چھوڑ دو ان کے سوا اور بہت عورتیں ہیں ان سے نکاح کر لو۔ اسامہ بن زید سے معلوم کیا۔ حضرت زینب بنت جحش سے معلوم کیا، انہوں تعریف کی، پھر آپ نے بریرہ خادمہ سے معلوم کیا اس نے بھی کچھ کمی کے ساتھ تعریف کی۔ مگر بریرہ خادمہ اس وقت آپ کے پاس نہیں تھی، پھر معلوم کہاں اور کس سے کیا۔ بریرہ فتح مکہ کے بعد مدینہ آئی، عائشہؓ سے بھی سوال کیا، انہوں نے کیا سوال کیا، بہت آدمیوں نے پڑھا ہوگا کتابوں میں لکھا ہے۔ یہ معاملہ تقریباً ایک ماہ تک چلتا رہا۔ اس دوران وحی بھی نہیں آئی۔ جب محمد زیادہ پریشان ہو گئے تو اللہ نے آیت (۲۶:۲۴) نازل کر کے عائشہ کی برأت کا اعلان کیا اور سب کو بڑی خوشی حاصل ہوئی۔ اگر آیت ۲۶:۲۴ کو غور و فکر سے دیکھا جاتا تو اس آیت کو حضرت عائشہؓ کی برأت سے نہ جوڑا جاتا۔ اس آیت کو حضرت عائشہ سے جوڑنے سے یہ ثابت ہو رہا ہے کہ علماء کرام قرآن پر غور نہیں کرتے، غالباً ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں اور غلط روایتون سے استدلال کر کے نبی پر شتم کرنے کے عادی ہو گئے ہیں۔

عجیب بات ہے یہ قصہ کافی دنوں تک چلتا رہا اور اللہ کے قانون کے مطابق کوئی عمل نہیں ہوا۔ ان سب باتوں پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ یہ قصہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے حضرت عائشہ غزوہ سے واپس آنے پر پیچھے نہیں رہ گئی تھیں تو پھر کسی صحابی کے ساتھ بعد میں آنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دانشوروں سے میری اپیل ہے کہ غور کریں اور اعلان کریں کہ افک بالکل غلط اور شتم ہے۔

اس قصہ میں لکھا ملتا ہے کہ حضرت علی نے کہا کہ عائشہ کو چھوڑ دیجئے اور بہت عورتیں آپ کو مل جائیں گی۔ اس بات کو لے کر منافقین نے اس واقعہ کو کھڑا کیا اور اس کی کڑی جنگ جمل سے ملانے کی کوشش کی ہے یعنی حضرت عائشہؓ نے اس بات کو یاد رکھا اور حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی کے خلاف جنگ کی جو اس بات کا انتقام تھا جو حضرت علی نے کہا تھا، اس لیے میں پھر اہل علم حضرات سے درخواست کرتا ہوں کہ قصہ افک اور جنگ جمل اور جنگ صفین پر غور کریں کیا ہے، قرآن کی روشنی میں ہو سکتی ہیں، یا نہیں۔ اللہ ہم کو غور و فکر کرنے کی توفیق دے۔ (اقبال)

کیا حضرت ابراہیم جھوٹ بولے؟

امت مسلمہ کا عقیدہ بظاہر دو چیزوں پر ہے۔ (۱) قرآن (۲) حدیث۔

حدیث وہ کتاب ہے جو قیامت تک کے لیے اللہ نے دی ہے جس میں کوئی اختلاف نہیں اور مکمل

ضابطہ حیات ہے اور ہر مسئلہ کا تفصیلی بیان ہے قرآن کسی کا محتاج نہیں یعنی اس پر کوئی قاضی نہیں، یہ سب پر قاضی ہے۔ رہا سوال حدیث کا تو حدیث کے لیے مشہور یہ ہے کہ یہ قولِ رسول ہیں۔ اور رسولؐ فرماتے تھے اس کو راوی یاد کر لیتے تھے زبانی، کیوں کہ اس وقت کے لیے لکھا یہ ملتا ہے کہ کاغذ نہیں تھا اس لیے زبانی یاد کر لیتے تھے اور بعد میں اپنے حافظہ سے ان کو کئی راویوں کے بعد لکھا اور ان کے ذریعہ محدثین نے حدیث کی کتابیں لکھیں۔ جن کی تعداد کافی ہے اور ان کو صحیح مانا جاتا ہے مگر ان میں کافی تضاد ہے۔ اس تضاد کو کم کرنے کے لیے عالموں نے یہ کیا کہ ان کی تعداد جن کو بالکل درست مانا گیا ہے وہ چھ ہیں۔ جن کا نام صحاح، ستہ لکھا گیا ہے اور ان میں بھی دو کو سب سے زیادہ معتبر مانا مگر بات پھر بھی نہ بنی تو کہا گیا کہ بخاری بالکل درست ہے۔ اور کتاب اللہ کے بعد یہ ایک کتاب صحیح ہے۔ اس صحیح میں کیا ہے وہ میں نے بھی دوسرے حصہ میں لکھا ہے اور بہت سے عالم لکھتے رہتے ہیں۔

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایک قول یہ مشہور ہے کہ آپ نے حج کے خطبہ میں فرمایا اس فرمان کے بارے میں بھی تین قول ہیں درست کیا ہے اس کا فیصلہ آج تک نہ ہوسکا۔

(۱) فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میں تمہارے لیے ایک کتاب چھوڑ رہا ہوں یعنی قرآن جو اس کو پکڑ لے گا وہ گمراہ نہ ہوگا۔

(۲) میں تمہارے درمیان کتاب اللہ اور اپنی عترت یعنی اپنی آل چھوڑ رہا ہوں اس کو مضبوط پکڑ لینا تو کامیاب ہو جاؤ گے۔

(۳) میں تمہارے لیے کتاب اللہ اور اپنی حدیث چھوڑ رہا ہوں جو ان کو پکڑ لے گا وہ گمراہ نہ ہوگا۔

اب فیصلہ کرو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا فرمایا تھا۔

آج پوری دنیا میں مسلمانوں میں متعدد فرقے ہیں اور ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ آپس میں خونریزی ہوتی ہے ایک دوسرے کو کافر بتاتا ہے۔ مساجد الگ ہیں، ہر ایک کے پاس الگ الگ مختلف روایات ہیں جن کو قولِ رسول بتا کر پیش کیا جاتا ہے اور ان سے مسالک بنے ہیں وہ مسالک بھی مختلف ہیں جن کو اللہ نے شرک بتایا ہے۔ لیکن امت بضد ہے کہ یہ روایات اور فرقے بالکل درست ہیں۔

اب عترت پر بات کر لی جائے۔ عترت حضرت فاطمہؓ کی اولاد کو کہا گیا ہے یعنی حسنؓ و حسینؓ اور ان کی اولاد۔ مگر یہاں بھی اختلاف نظر آیا ہے۔ کوئی امامت حضرت حسنؓ کی اولاد سے مانتا ہے اور کوئی حضرت حسینؓ کی اولاد سے۔ کسی کے یہاں بارہ امام ہیں، کسی کے یہاں سات۔ آخر یہ کیا ہے۔

پھر دیکھا جائے کہ روایات کس حد تک قابلِ اطمینان ہیں جن میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ منسوب کر رکھا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین جھوٹ بولے کیا۔ حضرت ابراہیمؑ جھوٹے تھے کیا قرآن سے جھوٹے ثابت ہو رہے ہیں۔ پیش ہے کیا حضرت ابراہیمؑ نے جھوٹ بولا؟

بخاری جلد دوم کتاب الانبیاء، ص ۲۶۴، حدیث نمبر ۵۸۴۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول

خدا نے فرمایا: حضرت ابراہیم نے کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ سوائے تین مواقع کے جو بظاہر کذب معلوم ہوتے ہیں۔ جن میں سے دو اللہ تعالیٰ کے متعلق ہیں جب کہ آپ نے فرمایا میں بیمار ہوں۔ بلکہ یہ ان کے بڑے نے کیا ہوگا۔ تیسرے جب کہ آپ اپنے ساتھ حضرت سارہ کو لے کر ملک چھوڑ کر جا رہے تھے تو ایک ظالم بادشاہ کے شہر سے آپ کا گذر ہوا۔ کسی نے اسے بتا دیا کہ ایک ایسا آدمی آیا ہوا ہے جس کے ساتھ ایسی عورت ہے جو سب سے زیادہ حسین ہے۔ اس نے آپ کو بلا بھیجا اور پوچھا کہ یہ عورت کون ہے؟ فرمایا یہ میری بہن۔ پھر آپ حضرت سارہ کے پاس آ کر کہنے لگے، اے سارہ! اس وقت روئے زمین پر میرے اور تیرے سوا کوئی مومن نہیں ہے۔ اس بادشاہ نے مجھ سے دریافت کیا تو میں نے بتایا کہ تم میری بہن ہو۔ لہٰذا تم مجھے جھوٹا نہ کر دینا۔ بادشاہ نے حضرت سارہ کو بلا بھیجا۔ جب یہ اس کے پاس پہنچیں تو اس نے دست درازی کرنا چاہی تو خدا کی پکڑ میں آ گیا۔ کہنے لگا، میرے لیے دعا کرو اب میں کوئی ضرر نہیں پہنچاؤں گا۔ انہوں نے اللہ سے دعا کی تو وہ چھوڑ دیا گیا۔ دوسری بار پھر دست درازی کرنے لگا تو پھر پکڑا گیا، جیسے پہلے پکڑا گیا تھا بلکہ اس سے بھی سخت، کہنے لگا میرے لیے دعا کرو میں اب تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچاؤں گا۔ انہوں نے دعا کی تو وہ چھوڑ دیا گیا۔ اس نے اپنے ایک درباری کو بلایا اور کہنے لگا: تم میرے پاس انسان کو نہیں لائے بلکہ شیطان کو لائے ہو۔ اس نے حضرت سارہ کی خدمت کے لیے حضرت ہاجرہ دے دیں۔ پس یہ اس (حضرت ابراہیم) کے پاس پہونچیں تو وہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ رہے تھے۔ انہوں نے ہاتھ اٹھا کے اشارے سے دریافت کیا کہ کیا گزری؟ جواب دیا! اللہ تعالیٰ نے اس کافر جابر کا فریب اسی کی جانب لوٹا دیا اور خدمت کے لیے حضرت ہاجرہ دلوا دیں۔ حضرت ابو ہریرہؓ فرمایا کرتے، یہی تم سب کی ماں ہیں۔

مذکورہ بالا روایت میں درج ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ حضرت ابراہیم تین بار جھوٹ بولے تو ظاہر ہے کہ یہ قول آپ نے وحی کے ذریعہ ہی بولا ہوگا کیوں کہ آپ کا بولنا اور عمل وحی کے مطابق ہوتا تھا۔ تو اس بارے میں قرآن میں کوئی آیت ہونی چاہیے تھی مگر تلاش بسیار کے بعد بھی اس بارے میں کچھ نہیں ملا۔ قرآن میں کیا ملا، وہ پیش ہے۔

سورہ مریم ۱۹:۴۱۔ اللہ کی کتاب (قرآن) میں ابراہیم کو یاد کرو یعنی ذکر کرو بے شک وہ ہمارے نہایت سچے رسول تھے۔

یہ رہا قرآن، اس آیت نے حضرت ابراہیم کو سچا بتایا ہے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس آیت کے خلاف کیسے فرما سکتے تھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا کچھ نہیں فرمایا بلکہ بالا روایت موضوع ہے اور اس سے نبی کی کردار کشی ہو رہی ہے، اس لیے ایسی ہر روایت کو اپنی کتابوں سے خارج کر دیا جائے اور اعلان کیا جائے، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا۔

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا

مہذب معاشرہ اور خاص طور پر مسلم معاشرہ میں کھڑے ہوکر پیشاب کرنا معیوب تصور کیا جاتا ہے۔ ہاں اگر کوئی مجبوری ہوتو الگ بات ہے۔ایسے ہی اور بھی بہت کام ایسے ہیں جن کو مسلم پسند نہیں کرتے ہاں مغرب کی تقلید میں کچھ ترقی پسند عناصر اس کام کو کرنے میں فخر محسوس کرتے ہیں اور دوسروں کو کمتر سمجھتے ہیں۔لیکن افسوس صد افسوس محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بخاری نے کھڑے ہوکر پیشاب کرتے لکھا ہے، کیا یہ ممکن ہے؟

ذیل میں روایات درج ہیں، ملاحظہ ہو۔

بخاری جلد اول کتاب الوضو باب ۱۵۸۔کھڑے ہوئے اور بیٹھ کر پیشاب کرنا ص ۱۷۷ حدیث ۲۲۱۔

''حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کسی قوم کی کوڑی (یعنی جہاں کوڑا کرکٹ ڈالا جاتا ہے) پر تشریف لائے اور کھڑے ہوکر پیشاب کیا پھر پانی منگوایا، میں پانی لایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا۔''

باب ۱۵۹۔اپنے ساتھی کے ساتھ پیشاب کرنا اور دیوار کی آڑ لینا۔ص ۱۷۷، حدیث ۲۲۲۔

''حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں مجھے یاد ہے کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ چلا آ رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی کوڑی پر دیوار کے پیچھے یوں کھڑے ہوئے جیسے تم میں سے کوئی کھڑا ہوتا ہے (گویا سب ہی کھڑے ہوکر پیشاب کرتے تھے نعوذ) پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پیشاب کرنے لگے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ذرا ہٹ گیا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اشارہ کیا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایڑیوں کے قریب کھڑا ہو گیا یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم (پیشاب) سے فارغ ہو گئے۔''

باب ۱۶۰۔کسی آبادی کی کوڑی پر پیشاب کرنا۔ص ۱۷۷، حدیث ۲۲۳۔

''ابووائل کہتے ہیں کہ ابوموسیٰ اشعری پیشاب کرنے کے بارے میں متشدد تھے کہ بنی اسرائیل میں جب کسی کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تو وہ حصہ کتر ڈالتا۔حذیفہؓ کہتے ہیں کہ کاش! ابوموسیٰ اس قدر سختی سے باز رہیں (کیونکہ) رسول اللہ صلی اللہ علیہ ایک قوم کے گھوڑے پر آئے اور وہیں کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔

مذکورہ بالا بخاری کی تین حدیثوں میں درج ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی قوم کے کوڑے پر کھڑے کھڑے پیشاب کیا۔اور راوی پانی لے کر پاس گیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو کیا ظاہر ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضو بھی کھڑے کھڑے وہاں ہی کیا ہوگا۔استنجا کے لیے نہیں لکھا مگر یہ مان لیا جائے گا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا بھی کیا ہوگا۔

(۱) کیا کوڑے کے علاوہ کوئی خالی جگہ اور نہ تھی جس پر بیٹھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے استنجا بھی کیا ہوگا۔

(۲) کھڑے ہوکر پیشاب کرنے پر چھینٹیں اُڑ کر ضرور پیروں پر آئی ہوں گی۔

(۳) پیشاب کرتے وقت تہبند اوپر اٹھایا ہوگا اور اگر پاجامہ تھا تو اس کو بھی کھولا ہوگا تو اس کام سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر کھلا ہوگا۔

(۴) جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ستر کو غیر کے سامنے نہیں کھولتے تھے۔

ایک واقعہ یہ ملتا ہے کہ خانہ کعبہ کی تعمیر ہو رہی تھی اس وقت آپ پتھر اٹھا رہے تھے تو آپ کے کاندھے پریشان ہو رہا تھا تو حضرت عباس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تہبند کھول دیا کہ کاندھے پر رکھ لیں مگر اس عمل سے آپ بے ہوش ہو گئے شرم کی وجہ سے تو پھر پیشاب کرتے وقت کیسے اپنا ستر کھول لیتے؟

(۵) اب سوال استنجے کا آتا ہے کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود استنجا کیا تو ایسی صورت میں ایک ہاتھ میں لوٹا ہوگا اور ایک ہاتھ شرم گاہ پر تو تہبند یا پاجامہ کو کسی نے سنبھالا ہوگا تو ظاہر ہے تہبند کو پکڑنے کے لیے حذیفہ ہی کام میں لگے ہوں گے۔

باتیں تو اور بھی ہیں مثلاً نبی تو پیشاب پاخانہ کی فراغت کے لیے کسی ایسی جگہ پر تشریف لے جاتے تھے جہاں پر بے پردگی نہ ہو۔ اور آج بھی جو شریف انسان ہوتا ہے وہ بھی اس کام کو کسی ایسی جگہ پر کرتا ہے جہاں بے پردگی نہ ہوتی ہو اور کہاں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو سب شریفوں سے زیادہ شریف تھے۔ پھر راوی نے یہ کیا لکھ دیا اور اگر راوی نے بیان بھی کیا تھا تو بخاری جیسے نیک متقی انسان کو ایسی روایات اپنی کتاب میں نہیں لکھنی چاہئے تھیں۔ مگر افسوس ایسی روایات کو لکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کردار کشی کی گئی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کھڑے ہو کر کھلی جگہ کوڑی وغیرہ پر پیشاب نہیں کیا۔ اللہ ہمیں عقل دے۔

کیا سورج چھپتا ہے؟

سورج عنوان چھپنے کے بارے میں قرآن کیا جانکاری فراہم کرتا ہے؟ دیکھا جائے۔

سورہ یٰسین ۳۶:۳۷۔ اور ایک نشانی ان کے لیے رات ہے اس پر سے ہم دن کی روشنی ہٹا لیتے ہیں تو ان پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔

۳۶:۳۸۔ اور سورج اپنی منزل کی طرف جا رہا ہے۔ یہ اللہ غالب اور دانا کا مقرر کیا ہوا اندازہ ہے۔

۳۶:۳۹۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دی، یہاں تک کہ وہ گھٹتے گھٹتے کھجور کی سوکھی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔

۳۶:۴۰۔ نہ آفتاب کی یہ مجال ہے کہ مقررہ راہ کی مخالفت کرے گا یعنی اپنی رفتار تیز کر کے چاند کو جا پکڑے اور چاند بھی اسی راہ پر چلتا ہے یعنی وہ بھی وہیں پہونچے گا نافرمانی نہ کرے گا اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے وہ بھی پابند ہے اور سب (سیارے، ستارے) اپنے اپنے محور پر گردش کر رہے ہیں گویا ایک بحر ناپید کنار میں تیر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا آیات میں بڑی تفصیل کے ساتھ اللہ نے بتا دیا کہ ہر سیارہ ستارہ اپنے مدار پر گردش کر رہا ہے وہ کبھی چھپتا نہیں۔ اللہ کا نظام یہی ہے۔ اس لئے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کو پڑھا اور قوم کو بتایا ان کو علم ہو گیا تھا کہ ہر ایک ستارہ تیر رہا ہے چھپتا نہیں مگر افسوس، راویوں نے کیا کہا ہے اور اماموں نے کیا لکھا ہے اس لکھے کو پڑھنے کے بعد یہ ظاہر ہوتا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بارے میں کوئی علم نہیں تھا وہ یہی جانتے تھے کہ سورج رات میں چھپ جاتا ہے اور فرما دیا جو ذیل میں درج کیا جا رہا ہے، ملاحظہ ہو۔

بخاری جلد دوم باب ۴۸۸، کتاب بدأ الخلق ص ۴۱۰۔ شمس قمر اور رات کی گردش کا بیان۔

بخاری جلد دوم حدیث ۴۳۲، ص ۴۱۱۔ حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ غروب آفتاب کے وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ سورج کہاں جاتا ہے؟ میں عرض گذار ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتے ہیں۔ فرمایا، بیشک یہ جا کر عرش الٰہی کے نیچے سجدہ کرتا ہے پھر طلوع ہونے کی اجازت مانگتا ہے تو اسے اجازت مل جاتی ہے۔ عنقریب ایسا وقت بھی آئے گا کہ وہ سجدہ کرے گا لیکن قبول نہ ہوگا، پھر طلوع ہونے کی اجازت طلب کرے گا لیکن نہیں ملے گی۔ اس سے کہا جائے گا کہ جدھر سے آیا ہے ادھر ہی لوٹ جا، تو وہ مغرب سے طلوع ہوگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور سورج چلتا ہے اپنے ایک ٹھہراؤ کے لیے، یہ حکم ہے زبردست علم والے کا (سورہ یٰسین، آیت ۳۸) حدیث میں ہے کہ سورج عرش کے نیچے سجدہ کرتا ہے اور طلوع ہونے کی اجازت مانگتا ہے گویا سورج غروب ہو گیا۔ کیا یہ درست ہے سورج کبھی غروب نہیں ہوتا وہ ہر وقت طلوع رہتا ہے اور قیامت تک طلوع رہے گا جب قیامت آئے گی تو یہ سب سیارے ٹوٹ پھوٹ جائیں گے اس کا علم قرآن نے دیا ہے جس کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پڑھا کیونکہ یہ آیات آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی نازل ہوئیں ان کو پڑھ کر نبی کیسے فرما دیتے کہ سورج عرش کے نیچے جا کر سجدہ کرتا ہے۔ اس فرمانے سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اللہ کا کوئی عرش ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے وہ کہاں ہے؟ اس کو بھی ظاہر کرنا تھا۔ جس سے جگہ کی نشاندہی ہو جاتی۔ اب فیصلہ صاحب علم حضرات پر ہے کہ وہ بتائیں حقیقت کیا ہے؟ کیا نبی صلی اللہ علیہ وسلم خلاف قرآن کچھ فرما سکتے تھے؟

غسل واجب بھی اور نہیں بھی

قرآن کے اندر آیت ہے کہ اگر یہ قرآن غیر اللہ کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت کچھ تضاد ہوتا مگر یہ اللہ کی طرف سے ہے اس لیے اس میں تضاد نہیں (۸۲:۴) جب اللہ کی بات میں تضاد نہیں تو رسول کی بات میں بھی تضاد نہیں لیکن روایات سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول کی بات میں تضاد ہے کیا یہ ممکن ہے؟ ذیل میں روایات پیش ہیں۔ ملاحظہ ہو:

بخاری جلد اول حدیث ۱۷۷، ص ۱۶۴۔ زید بن خالد کہتے ہیں میں نے حضرت عثمان سے پوچھا

فرمایئے کوئی شخص جماع تو کرے مگر انزال نہ ہو تو؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا وضو کرے اور آلہ تناسل دھو ڈالے۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا میں نے یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا پھر میں نے یہ مسئلہ حضرت علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ و ابی بن کعبؓ سے پوچھا تو انہوں نے بھی یہی فرمایا۔

حدیث ۱۷۸۔ حضرت ابو سعیدؓ خدری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک انصاری کو بلا بھیجا جس وقت وہ آئے تو ان کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ تم ہمارے بلانے پر جلدی چلے آئے ہو، وہ بولے ہاں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایسا موقع ہو جب تمہیں جلدی ہو یا انزال نہ ہو تو (صرف) وضو کر لیا کرو۔

بخاری جلد اول باب ۲۰۱۔ جب مرد عورت کے ختنے مل جائیں حدیث ۲۸۴، ص ۱۹۵

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی مرد عورت کی چوکڑی کے درمیان بیٹھے اور زور لگائے تو اس پر غسل واجب ہو گیا۔

حدیث ۲۸۶۔ ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ جب کوئی مرد اپنی عورت سے صحبت کرے اور منی کا اخراج نہ ہو (تو وہ کیا کرے؟) فرمایا جو حصہ عورت کے جسم سے مس ہوا سے دھو لے پھر وضو کرے اور نماز پڑھے۔

مذکورہ بالا روایات میں تضاد نظر آتا ہے اور بات صاف بھی نہیں الجھانے والی ہے تو کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی امید کی جا سکتی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم متضاد اور الجھی ہوئی بات کہیں۔

روایات میں تضاد

بخاری جلد اول باب ۱۰۶، پاخانہ پیشاب کے وقت قبلہ کی طرف رُخ نہ کرے (ہاں) مگر عمارت یا دیوار ہو۔

حدیث ۱۴۴، ص ۱۵۵۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب کوئی تم میں سے پاخانہ میں جائے تو قبلہ کی طرف منہ نہ کرے اور نہ اس کی طرف پشت، مشرق کی طرف منہ کرے یا مغرب کی جانب (واضح رہے یہ حکم مدینہ والوں کے لیے ہے کیونکہ ان کا قبلہ جنوب کی طرف بنتا ہے، مترجم)

باب ۱۰۷، دو اینٹوں پر بیٹھ کر پاخانہ کرنا۔ حدیث ۱۴۶، ص ۱۵۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ جب تم (رفع حاجت) کے لیے بیٹھو تو نہ کعبے کی طرف منہ کرو اور نہ بیت المقدس کی طرف، عبداللہ بن عمر فرماتے ہیں ایک دن میں اپنے گھر کی چھت پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کیے (کچی اینٹوں پر) رفع حاجت کے لیے بیٹھے ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں کسی کام کی غرض سے حفصہؓ (ام المؤمنین) کے گھر کی چھت پر چڑھا، میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبلہ کی طرف پیٹھ اور شام کی طرف منھ کیے رفع حاجت کرتے دیکھا۔

مذکورہ بالا روایت میں تضاد نظر آتا ہے۔ایک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کعبہ کی طرف منھ اور پیٹھ کر کے رفع حاجت نہ کرنا دوسری میں کعبہ کی طرف پیٹھ کر کے خود رفع حاجت کر رہے ہیں۔ دیکھنے والے نے روایت کی۔جب کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عادت یہ تھی کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے کھلی جگہ میں نہیں بیٹھتے تھے۔پردے والی جگہ میں رفع حاجت کرتے تھے اور دوسروں کے لیے بھی یہی فرمایا لیکن راوی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ اس کے خلاف کرتے تھے۔کیا یہ ممکن ہے، ہرگز نہیں۔اس طرح لکھ کر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی کردارکشی کی گئی ہے۔

دوزخ دوبار سانس لیتی ہے

بخاری جلد اول حدیث نمبر ۵۰۷ ص ۲۷۱۔ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب گرمی کی شدت بڑھ جائے تو نماز کو ٹھنڈے وقت میں پڑھا کرو اس لیے کہ گرمی کی شدت جہنم کے جوش سے ہوتی ہے اور آگ نے اپنے پروردگار سے شکایت کی،میرے پروردگار میرے ایک پہلو نے دوسرے کو کھالیا،اللہ تعالیٰ نے اسے دو مرتبہ سانس لینے کی اجازت دی،ایک سردی اور ایک گرمی میں اور وہی سخت گرمی ہے جسے تم محسوس کرتے ہو،اور سخت سردی ہے جو تمہیں لگتی ہے۔

مذکورہ بالا روایت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا گیا ہے،آپ نے فرمایا کہ گرمی اور سردی کا موسم دوزخ کے دوبار سانس لینے سے ہوتے ہیں۔کیا قرآن کی کوئی آیت اس عقیدے کی تائید کرتی ہے؟یقیناً کوئی آیت تائید نہیں کرتی بلکہ اس کے خلاف یہ علم حاصل ہوتا ہے کہ زمین کی بناوٹ ہوا کی گردش اور سورج کی گرم کرنوں سے موسم گرم ہوتا ہے۔اگر غور کیا جائے تو قرآن میں اس بارے میں کافی جانکاری موجود ہے اس کے لیے جو قرآن کو تدبر کے ساتھ کھلے دماغ سے پڑھے مگر ہمارے دلوں پر تالے لگ گئے ہیں اور غور وفکر و تدبر کرنے سے مجبور ہیں۔

روایت میں موسم گرم ٹھنڈے کو دوزخ کے سانسوں سے منسوب کیا ہے اگر اس کو درست مان لیا جائے تو دوزخ جب گرم سانس لے تو پوری دنیا میں گرمی ہو اور جب ٹھنڈا سانس لے تو پوری دنیا ٹھنڈی ہو۔مگر ہوتا اس کے خلاف ہے یعنی اس زمین پر بہت علاقے ایسے ہیں جہاں پر پورے سال گرمی رہتی ہے اور بہت علاقوں میں پورے سال ٹھنڈا اور بہت علاقے ایسے ہیں جہاں پر گرم ٹھنڈا موسم بدلتا رہتا ہے۔گرمی کے بعد سردی اور سردی کے بعد گرمی۔اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی بے تکی بات نہیں فرما سکتے تھے نہ ہی انہوں نے

فرمایا یہ ایسی روایات موضوع ہیں جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں ۔ان کو اپنی کتابوں سے خارج کرنا ضروری ہے ۔

اونٹ کے پیشاب سے علاج

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پاکی آدھا ایمان ہے ۔اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گندگی پیشاب، پاخانا اور دوسری ناپاک چیزوں سے پرہیز تھا اور امت کو بھی پاک رہنے کو کہا۔ کتاب الٰہی میں پاکی کے لیے کافی ہدایات ہیں ۔جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کیا اور فرمایا ۔مگر افسوس بخاری میں کیا لکھا ہے ،وہ پیش ہے ۔

بخاری جلد سوم باب ۱۴۰ ،ص ۲۵۴ ۔اونٹ کے پیشاب سے علاج کرنا ۔

حدیث ۶۴۲ ،ص ۲۵۴ ۔قتادہ نے حضرت انسؓ سے روایت کی ہے کہ کچھ لوگوں کو مدینہ کی آب وہوا موافق نہ آئی تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم فرمایا کہ اس چرواہے کے پاس چلے جائیں جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹوں کے لیے مقرر فرمایا ہے، پس وہاں اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیا، پس وہ اس چرواہے سے جا ملے، پھر اونٹوں کا دودھ اور پیشاب پیتے رہے ۔یہاں تک کہ ان کے بدن درست ہو گئے ۔تو انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہانک کر لے گئے ۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک یہ بات پہنچی تو ان کی تلاش میں آدمی بھیجے گئے ۔ جو انہیں لے کر آ گئے ۔لہٰذا ان کے ہاتھ پیر کٹوا دیے گئے اور ان کی آنکھوں میں سلائی پھروا دی گئی ۔قتادہ کا بیان ہے کہ جب میں نے محمد بن سیرین سے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ حدود کے نازل ہونے سے پہلے کی بات ہے ۔

مذکورہ بالا روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب پینے کو کہا۔ پیشاب تو ناپاک ہوتا ہے اور ناپاک کھانا اور پینا منع ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسا نہیں فرما سکتے تھے ،یہ روایت موضوع ہے ۔

یاجوج ماجوج کیا ہے؟

یاجوج ماجوج کے بارے میں روایت سے کیا ظاہر ہو رہا ہے جس کو راوی نے حضرت محمد صلعم سے منسوب کیا ہے ذیل میں پیش ہے ۔

بخاری جلد سوم کتاب الطلاق ،حدیث ۲۷۱ ،ص ۱۳۱ ۔عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلعم نے اپنے اونٹ پر سوار ہو کر طواف کیا اور جب آپ رکن (حجر اسود) کے پاس آئے تو اس کی جانب اشارہ کر کے تکبیر کہتے ۔حضرت زینب سے روایت ہے کہ نبی کریم صلعم نے فرمایا کہ یاجوج وماجوج کی دیوار میں اتنا شگاف آ گیا ہے اور انگشت ہائے مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نوے کی طرح حلقہ بنایا کہ اتنا ۔

بخاری جلد سوم کتاب الفتن ،حدیث ۱۹۴۰ ،ص ۷۱۶ ۔زینب بنت امّ سلمہ نے حضرت ام حبیبہ سے

اورانہوں نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا: نبی کریم آپ صلی اللہ علیہ وسلم نیند سے بیدار ہوئے تو آپ کا پرنور چہرہ سرخ تھا، فرمارہے تھے نہیں کوئی معبود مگر اللہ کے، جس شرارت کے اندر عرب کی تباہی ہے وہ قریب آ گئی۔ آج یا جوج ماجوج کی دیوار میں اتنا سوراخ ہوگیا ہے اور سفیان راوی نے نوے یا سو کا حلقہ بنایا۔ کہا گیا کہ کیا ہم ہلاک کر دیے جائیں گے اور ہم میں نیک آدمی بھی ہوں؟ فرمایا کہ ہاں جب کہ برائی کی کثرت ہو جائے۔

ذیل میں قرآن کی آیات کا ترجمہ اوراس کی تفسیر بھی پڑھ لی جائے، ترجمہ محمد جونا گڑھی کا ہے۔

سورہ کہف ۱۸:۹۴، انہوں نے کہا کہ اے ذوالقرنین یا جوج ماجوج اس ملک میں (بڑے بھاری) فسادی ہیں تو کیا ہم آپ کے لیے کچھ خرچ کا انتظام کریں؟ (اس شرط پر کہ) آپ ہمارے اوران کے درمیان ایک دیوار بنادیں۔

۹۵: اس نے جواب دیا کہ میرے اختیار میں میرے پروردگار نے جو دے رکھا ہے وہی بہتر ہے۔ تم صرف قوت وطاقت سے میری مدد کرو۔

۹۶: میں تم میں اوران میں مضبوط حجاب بنا دیتا ہوں۔ مجھے لوہے کی چادریں لا دو۔ یہاں تک کہ جب ان دونوں پہاڑوں کے درمیان دیوار برابر کر دی تو حکم دیا کہ آگ تیز جلاؤ تاوقتیکہ لوہے کی ان چادروں کو بالکل آگ کر دیا، تو فرمایا میرے پاس لاؤ اس پر پگھلا ہوا تانبا ڈال دوں۔

۹۷: پس تو ان میں اس دیوار کے اوپر چڑھنے کی طاقت تھی اور نہ اس میں کوئی سوراخ کر سکتے تھے۔

۹۸: کہا یہ صرف میرے رب کی مہربانی ہے۔ ہاں جب میرے رب کا وعدہ آئے گا تو اسے زمین بوس کر دے گا۔ بیشک میرے رب کا وعدہ سچا اور حق ہے۔

۹۹: اس دن ہم انہیں آپس میں ایک دوسرے میں گڈمڈ ہوتے ہوئے چھوڑ دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا پس سب کو اکٹھا کر کے ہم جمع کریں گے۔ اس ترجمہ پر تفسیر مولوی صلاح الدین یوسف صاحب کی پیش ہے:

یا جوج ماجوج یہ دو قومیں ہیں اور حدیث صحیح کے مطابق نسل انسانی میں سے ہیں اوران کی تعداد دوسری انسانی نسلوں کے مقابلے میں زیادہ ہوگی اور انہیں سے جہنم زیادہ بھرے گی۔ (صحیح بخاری تفسیر سورہ الحج والرقاق)۔

بخاری جلد دوم کتاب التفسیر باب ۶۸۷، ص ۸۵۲۔ وتری الناس سکریٰ کی تفسیر حدیث ۱۸۵۲، ص ۸۵۳۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اے آدم! وہ عرض کریں گے کہ اے رب میں تیری بارگاہ میں حاضر ہوں اور حکم

ماننے کے لئے تیار ہوں۔ پس ایک آواز آئے گی کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد میں سے جہنمیوں کو علیحدہ کردو، وہ عرض کریں گے کہ اے رب! جہنم کی طرف کس کو بھیجوں؟ فرمایا جائے گا ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے کو۔ پس اسوقت حاملہ کا حمل گرجائے گا اور بچے بوڑھے ہوجائیں گے اور تو لوگوں کو دیکھے گا جیسے وہ نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے مگر ہوگا یہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہے۔ صحابہ کرام کو اس کا بڑا صدمہ ہوا! اور ان کے چہروں کا رنگ بدل گیا۔ پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہزار میں نوسو ننانوے یاجوج ماجوج میں سے ہوں گے اور ایک جنت میں جانے والا تم میں سے ہوگا۔ پھر فرمایا کہ تم لوگوں میں اس طرح ہوں گے جیسے سفید بیل کے پہلو میں کالا بال یا کالے بیل کے پہلو میں سفید بال ہوتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ تم اہل جنت میں چوتھائی ہوں گے۔ پس ہم نے (خوشی میں) تکبیر کہی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اہل جنت کا تہائی حصہ۔ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ پھر فرمایا کہ اہل جنت کے نصف۔ ہم نے پھر تکبیر کہی۔ ابواسامہ نے اعمش سے روایت کی ہے کہ تو لوگوں کو دیکھے گا کہ وہ نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے اور کہا کہ ہر ہزار میں سے نوسو ننانوے۔ جریر اور عیسیٰ بن یونس اور ابومعاویہ کی روایت میں ہے کہ نشہ میں ہیں اور وہ نشہ میں نہ ہوں گے۔ تفسیر صلاح الدین یوسف صاحب: یعنی یہ دیوار اگرچہ بڑی مضبوط بنادی گئی۔ جن کے اوپر چڑھ کر یا اس میں سوراخ کرکے یاجوج ماجوج کا باہر آنا ممکن نہیں ہے۔ لیکن جب میرے رب کا <u>وعدہ</u> آجائے گا تو وہ اسے ریزہ ریزہ کرکے زمین کے برابر کردے گا۔ اس وعدہ سے مراد قیامت کے قریب یاجوج ماجوج کا ظہور ہے جیسا کہ احادیث میں ہے۔ مثلاً ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دیوار میں تھوڑے سے سوراخ کو فتنے کے قریب ہونے سے تعبیر فرمایا (صحیح بخاری نمبر ۳۳۴۶، مسلم نمبر ۲۲۰۸) ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ وہ ہر روز اس دیوار کو کھودتے ہیں اور پھر کل کے لیے چھوڑ دیتے ہیں۔ لیکن جب اللہ کی مشیت ان کے خروج کی ہوگی تو پھر وہ کہیں گے کل ان شاءاللہ اس کو کھودیں گے اور پھر دوسرے دن وہ اس سے نکلنے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ زمین میں فساد پھیلائیں گے حتیٰ کہ لوگ قلعہ بند ہوجائیں گے، یہ آسمانوں پر تیر پھینکیں گے جو خون آلودہ ہوکر لوٹیں گے، بالآخر اللہ تعالیٰ ان کی گدیوں پر ایسا کیڑا پیدا فرمائے گا جس سے ان کی ہلاکت واقع ہوجائے گی۔ صحیح مسلم میں نواس بن سمعان ؓ کی روایت میں صراحت ہے کہ یاجوج ماجوج کا ظہور حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد ان کی موجودگی میں ہوگا (کتاب الفتن واشراط الساعۃ، باب ذکر الدجال) جس سے ان حضرات کی تردید ہوجاتی ہے، جو کہتے ہیں کہ تاتاریوں کا مسلمانوں پر حملہ یا منگول ترک جن میں سے چنگیز بھی تھا یا روسی یا چینی قومیں بھی یاجوج ماجوج ہیں، جن کا ظہور ہوچکا، یا مغربی قومیں ان کا مصداق ہیں کہ پوری دنیا میں ان کا غلبہ وتسلط ہے۔ یہ سب باتیں غلط ہیں کیوں کہ ان کے غلبے سے سیاسی غلبہ مراد نہیں ہے بلکہ قتل وغارت گری اور شروفساد کا وہ عارضی غلبہ ہے جس کا مقابلہ کرنے کی طاقت مسلمانوں میں نہیں ہوگی، تاہم پھر وبائی مرض سے سب کے سب آن واحد میں لقمۂ اجل بن جائیں گے۔ مذکورہ بالا ترجمہ تفسیر اور روایات میں کچھ باتیں سامنے آئیں جس کو ذیل میں درج کیا جارہا ہے۔

(۱) سوراخ ہوگیا

(۲) یا جوج ماجوج بڑے بھاری فسادی ہیں

(۳) نہ دیوار پر چڑھ سکتے ہیں اور نہ سوراخ کر سکتے ہیں یہ قرآن نے کہا۔لیکن اس کے خلاف روایت میں ہے کہ محمد صلعم نے فرمایا کہ اتنا سوراخ کرلیا ہے۔

(۴) جب وعدہ آئے گا تو زمین بوس کر دے گا وعدے سے مراد قیامت ہی ہے۔

(۵) اس دن ایک دوسرے میں گڈمڈ کر دیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا۔

(۶) یا جوج ماجوج دوقومیں ہیں اور نسل انسانی میں سے ہیں ان کی تعداد زیادہ ہے۔

(۷) ان کی تعداد دوزخ میں جانے والوں میں ایک جنتی کے مقابلہ میں نوسو ننانوے (۹۹۹) ہوگی۔

(۸) ہر روز دیوار کو کھودتے ہیں مگر ختم نہیں ہوتی جب وعدہ آئے گا تو وہ ختم ہو جائے گی اور وہ نکل آئیں گے اور زمین میں فساد پھیلائیں گے وغیرہ وغیرہ۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا یا جوج ماجوج نسل انسانی سے ہیں اور ان کی تعداد بہت ہوگی اور قیامت میں ختم ہو جائے گی اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ اس زمین پر ہی کسی علاقے میں آباد ہوں گے اور آباد رہیں گے اور زندہ رہنے تک فساد بھی پھیلائیں گے۔تو ظاہر ہے ان کو دوسرے انسان دیکھتے بھی رہیں گے اور مقابلہ بھی کریں گے۔مگر آج تک ایسا نہیں ہوا نہ تو کسی نے ان کو دیکھا اور نہ ہی انہوں نے کسی علاقے میں حملہ کر کے فساد مچایا۔ انسانوں کی انسانوں سے تو جنگ ہوتی رہتی ہے لیکن آج تک یا جوج ماجوج کی جنگ کا ذکر نہیں ملا۔اور اللہ تو سوراخ کو منع کرتا ہے کہ وہ نہ چڑھ سکتے ہیں اور نہ سوراخ کر سکتے ہیں مگر رسول فرماتے ہیں کہ اتنا سوراخ کرلیا دونوں باتیں مختلف ہوگئیں اب یہ بتاؤ سچ کیا ہے کیا اللہ کا فرمانا غلط ہے یا رسول کا (نعوذ) جب کہ اللہ اور رسول کے فرمان میں فرق نہیں ہو سکتا اس لیے راوی جھوٹا ہے اور یہ روایات موضوع ہیں۔اب ذیل میں قرآن کی آیات سے معلوم کیا جائے۔حقیقت کیا ہے پہلے یا جوج ماجوج کا معنی معلوم کیا جائے،یا جوج ماجوج کا مادہ 'ا ج ج' ہے اور اس کا معنی سخت کڑوا پانی۔"وھذا ملح اجاج"۔اور یہ میٹھا ہے پیاس بجھاتا ہے پینے میں خوشگوار ہے،اور یہ دوسرا کھاری ہے کڑوا (۱۲:۳۵،۵۳:۲۵) ایک معنی آگ کا بڑھکنا، مشتعل ہونا بھی ہے گرمی کی شدت اس لیے قرآن میں اس کے معنی،سخت کھاری کڑوا پانی دیا ہے جو حقیقت ہے ذیل میں آیات کا ترجمہ لکھنے سے پہلے سورہ کہف میں یا جوج ماجوج کے بارے میں عالموں نے کیا لکھا ہے،وہ پیش ہے۔

عالموں اور محدثوں نے جو لکھا ہے اس میں اختلاف نظر آتا ہے۔بعض ان کو تاتاری یا منگول (ترک) چنگیزی، روسی یا چینی قومیں لکھتے ہیں اور ان کو ہی یا جوج ماجوج مانتے ہیں۔بعض کا کہنا ہے کہ مسلم کی روایت میں ہے کہ یا جوج ماجوج کا ظہور حضرت عیسیٰ کے نزول کے بعد ہوگا۔تاہم اس اختلاف کے ہوتے ہوئے ان کو انسانی قوم ہی مانتے ہیں اور بڑے خونخوار لکھتے ہیں کہ ان کو ذوالقرنین نے ایک دیوار بنا کر بند کر دیا

اور وہ پچھلی کے زمانے میں نکلیں گے اور بڑا فساد پھیلائیں گے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ بڑے فسادی اور خونخوار ہیں تو ذوالقرنین نے ان کو ختم کیوں نہ کیا۔ جب کہ وہ ذوالقرنین سے کمزور تھے اگر ذوالقرنین سے طاقت ور تھے تو انہوں نے دیوار کیوں بنانے دی وہ دیوار کو نہ بننے دیتے اور ذوالقرنین کو مار بھگاتے اور کہا جاتا ہے کہ یاجوج ماجوج اس دیوار پر نہ چڑھ سکیں گے اور نہ سوراخ کر سکیں گے؟ جب وہ انسان ہیں تو اس دیوار پر کیوں نہیں چڑھ سکتے جبکہ آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ انسان ہر دیوار پر پہاڑ یہاں تک کہ آسمان میں بھی چڑھ رہا ہے اور زمین اور پہاڑوں میں چھید کر رہا ہے، سرنگ بنا رہا ہے، بور کر رہا ہے۔ تو پھر وہ کیوں نہیں چڑھ سکتے اور کیوں سوراخ نہیں کر سکتے۔ دوسری بات یہ کہ جب ان کو ایک خاص مقام میں بند کر دیا ہے تو اس جگہ میں تو چلتے پھرتے ہوں گے تو آج تک کسی تلاش کرنے والے نے ان کو تلاش کیوں نہ کیا۔ ان کی تعداد بھی بہت بتائی جاتی ہے تو ان کے لیے کوئی کم زمین کی ضرورت نہ ہوگی بلکہ بہت بڑے علاقے میں وہ قید ہوں گے۔ یا جس قوم کے کہنے پر ذوالقرنین نے وہ دیوار بنائی تھی آج تک انہوں نے کسی سیاح سے نہ بتایا کہ دیکھو جن کو ہمارے بزرگوں کے کہنے سے ذوالقرنین نے بند کیا تھا وہ قوم وہ ہے اور وہ اپنے علاقے میں ہی غلہ پیدا کر کے کھاتے ہیں ضرورت کا ہر سامان خود بناتے ہیں ان کے کارخانے ہیں آنے جانے کا نظام بھی ہے جیسے ہم کرتے ہیں چلتے پھرتے ہیں دیکھو وہ چل رہے ہیں کارخانوں سے دھواں نکل رہا ہے وہ دیکھو وہ ان کی گاڑی ہے۔ کیا کسی نے یہ بتایا ہے؟ نہیں بتایا اور نہ ہی کسی نے ان کو دیکھا تو سامنے یہ حقیقت آئی کہ یاجوج ماجوج کوئی جیتی جاگتی چلتی پھرتی مخلوق نہیں، اس کے ہاتھ پیر آنکھ کان ہوں۔ جب ہاتھ پیر کان وغیرہ نہیں تو فسادی کیسے ہو سکتے ہیں؟

رہا سوال چینی، تاتاری، روسی اور منگولی قوم کو بتانا تو کیا اب تک بھی ہم کو عقل نہ آئی کہ جس قوم یاجوج ماجوج کو ہم قیامت کی نشانی بتا رہے ہیں کہ قیامت کے قریب نکلیں گے اور بڑا فساد پھیلائیں گے، مگر وہ قومیں تو اور انسانوں کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ آسمان پر پرواز کر رہے ہیں دوسرے ملکوں کے رہنے والوں سے ملتے جلتے ہیں۔ ان سب باتوں کو دیکھ کر ہی علماء کرام اپنے ترجمے اور تفسیر کو بدل لیتے، مگر نہیں بدلتے اور پہلی بات کو ہی صحیح بتا رہے ہیں۔ کیا درست ہے؟ مگر حقیقت کچھ اور نظر آرہی ہے۔

مفسروں، مؤرخوں نے یاجوج ماجوج کی جگہ بتانے کی بھی کوشش کی ہے مگر آیات کے مطابق درست ثابت نہیں ہوتی۔ آیات میں ہے کہ ذوالقرنین نے تین سفر کئے ایک سفر میں وہ اس جگہ پہنچے جہاں سورج کیچڑ میں غروب ہو رہا ہے۔ دوسرا سفر کرتے کرتے وہ اس مقام پر پہنچے جہاں سورج طلوع ہو رہا تھا یعنی ان مقاموں سے آگے پانی تھا تو ذوالقرنین کا چلنا پھرنا خشک زمین میں رہا۔ پانی میں وہ اس لیے نہیں گئے کیوں کہ ان کے پاس پانی میں سفر کرنے کے ذرائع نہیں تھے اور نہ ان کو پانی میں جانے کی ضرورت تھی۔ پھر اس نے تیسری مہم کا ارادہ کیا اور جب وہاں پہنچے تو وہاں کے رہنے والوں نے ان سے ایک درخواست کی تو اس سفر سے

بھی ثابت ہو رہا ہے کہ یہ مہم بھی خشکی میں تھی اور جن علاقوں میں انہوں نے دیوار بنائی وہ بھی اس خشک زمین سے ملا علاقہ ہے اور جس جگہ وہ دیوار بنائی اس جگہ کا نام دربند ہے۔ جو بحر کیپسن (قزوین) کے کنارے پر ہے اٹلس میں دیکھا جا سکتا ہے۔ جب وہ علاقہ خشکی میں ہے تو پھر آج تک اس خشکی سے ملے کسی علاقے میں وہ قوم کیوں نہ ملی۔

یاجوج ماجوج کا معنی پہلے لکھا گیا ہے۔ سخت گرم کڑوا پانی یعنی پانی کی لہریں جن کو موج درموج بھی کہا گیا ہے۔ اس سے پہلے کہ ان آیات کا مطلب لکھا جائے اور سورہ کہف میں لفظ وعدے کے بارے میں کچھ لکھا جائے۔ قرآن میں جہاں یہ لفظ آیا ہے تو اس کا مطلب قیامت ہے اس لیے قیامت کب آئے گی۔ اس کا علم تو اللہ کو ہے اور قیامت اچانک آئے گی یعنی قیامت آنے سے پہلے انسان کو علم نہ ہوگا کہ قیامت آ رہی ہے وہ تو اچانک آئے گی جس کی اطلاع قرآن نے دی ہے۔ تاہم کچھ اشارات قیامت کے بارے میں ضرور درج ہیں جن پر غور کیا جانا ضروری ہے اور اس وعدے کا تعلق یاجوج ماجوج سے بھی ہے اس لیے ذیل میں لکھا جا رہا ہے اہل علم حضرات کے لیے کہ غور کریں۔

سورہ تکویر ۸۱: ۶۔ اور جب سمندر بھڑکا دئے جائیں گے۔

سورہ انفطار ۸۲: ۳۔ اور جب سمندر بہہ نکلیں گے یعنی ایک دوسرے میں مل جائیں گے تب یاجوج ماجوج یعنی سخت گرم کڑوے پانی کی لہریں بھی ابل کر بہہ نکلیں گی یہ کب ہوگا اس کے لیے ابھی غور و فکر کی ضرورت ہے وہ یہ کہ اس زمین جس پر اللہ کی لاتعداد مخلوق رہتی ہے اس زمین کا ٹمپریچر جب تک ان مخلوق کے لیے بہتر ہے اس وقت تک یہ مخلوقات زندہ رہیں گے اور جب ٹمپریچر زیادہ گرم ہو جائے گا تو مخلوق ختم ہو جائے گی اور زمین بھی اس ٹمپریچر کو قابو میں رکھنے کے لیے زمین کے اندر پانی کی مقدار وافر یعنی کافی موجود رہنی چاہیے۔ جس سے اس کی گرمی کو اعتدال پر رکھا جائے۔ مگر جب پانی کی مقدار کم ہو جائے گی اور زمین کی گرمی کو قابو نہ کر سکے گا تو زمین کا ٹمپریچر بڑھ جائے گا اور آج سائنس داں خبردار کر رہے ہیں کہ زمین سے پانی زیادہ نکالا جا رہا ہے اندر کم جا رہا ہے۔ اس لیے ٹمپریچر بڑھ رہا ہے اس کی وجہ سے گرمی بڑھ رہی ہے اگر پانی کی کمی کو پورا نہ کیا گیا تو ٹمپریچر قابو سے باہر ہو جائے گا اور زمین اتنی گرم ہو جائے گی کہ سمندر کھول جائیں گے اور جب یہ وقت آئے گا گرمی کی شدت اتنی ہوگی کہ انسان کو یہ محسوس ہوگا کہ سورج نیچے آ گیا ہے جس کو حدیث میں سوا تیزہ کہا ہے لیکن سورج نیچے نہیں آئے گا بلکہ گرمی اتنی بڑھ جائے گی کہ انسان کو یہی محسوس ہوگا لیکن یہ گرمی بڑھتی رہے گی اور سمندر کھول جائیں گے اور اپنی حدوں سے باہر بہنے لگیں گے تو اس وقت وہ گرم پانی کی لہریں جو مد و جزر سے اٹھتی تھیں جن کو ذوالقرنین نے بند کر دیا تھا بحر قزوین میں جس جگہ کو دربند کہا ہے وہ بھی پھر باہر آ کر ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائیں گی۔ موج درموج اور اس گرمی کی وجہ سے زمین کا توازن بگڑ جائے گا اور جب ایک سیارے کا توازن بگڑے گا تو سب ہی سیاروں ستاروں کا توازن بگڑ جائے گا اور سب ٹوٹ پھوٹ جائیں گے کیوں کہ ہر سیارے ایک دوسرے کی ثقل و کشش سے مربوط ہیں جس کو اللہ نے کہا ہے کہ زنجیروں سے بندھے ہیں۔ اور اس کے بارے میں سورہ قمر میں

بھی کہا گیا ہے کہ قیامت قریب آ گئی تب چاند پھٹ جائے گا اس لیے کہ زمین کا توازن بگڑنے کے بعد سب ہی ٹوٹ جائیں گے۔ یہ ہے قیامت کی نشانی اس کے بعد سورہ انبیاء کی آیات پیش ہیں جن میں بتایا گیا ہے کہ اس قیامت کے وعدے میں گرم کڑوی لہریں یعنی یاجوج ماجوج ابل پڑیں گی اور ایک دوسرے میں گڈمڈ ہو جائے گی اور جو انسان مر چکے ہیں وہ بھی ہر بلندی سے نکل پڑیں گے حساب کتاب کے لیے۔

سورہ انبیاء ۲۱: ۹۵۔ اور ہم جن بستیوں کو فنا کر چکے ہیں ان کے لیے یہ بات ناممکن یعنی حرام ہے ان پر روک لگی ہے کہ وہ لوٹ کر آئیں قیامت سے پہلے۔

۲۱:۹۶۔ یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج یعنی کڑوے اور سخت تیز گرم پانی کی لہریں کھول دی جائیں گی۔ یعنی دریا ابل پڑیں گے قیامت میں۔ تب ہلاک شدہ انسان ہر بلندی سے دوڑتے ہوئے آئیں گے۔

۲۱:۹۷۔ اور قیامت کا سچا وعدہ قریب ہے تو اس کے آنے پر کافروں کی آنکھیں کھلی رہ جائیں گی اور کہیں گے ہائے شامت ہم اس سے غفلت میں رہے بلکہ ہم ظالم تھے۔

اتنا لکھنے کے بعد اب وہ لکھا جا رہا ہے جس کو آیات نے ظاہر کیا ہے جب ذوالقرنین تیسرے سفر میں ایک علاقے میں پہنچے جو بحر قزوین کے قریب ہے تو وہاں کے رہنے والوں نے حضرت سے اپنی پریشانی ظاہر کی وہ یہ کہ پہلے زمانہ میں پانی کے لیے زمین سے نکالنے کا کوئی ذریعہ نہ تھا۔ جب بارش ہوتی تھی تو اس پانی کو تالابوں میں جمع کر لیتے تھے یا کسی دریا کے کنارے آباد ہو کر اس دریا سے اپنی ضرورت پوری کرتے تھے۔ ایسے ہی بحر قزوین کے پاس آبادی تھی اور وہاں میٹھا پانی کا تالاب وغیرہ بھی تھا مگر بحر قزوین سے مدوجزر سے لہریں جو کڑوی اور گرم ہوتی تھی اٹھ کر ان کے پانی کو بھی کڑوا کر دیتی تھیں اس سے وہ پریشان تھے اس سے بچنے کے لیے ان کے پاس کچھ نہ تھا جب ذوالقرنین گئے تب انہوں نے ان سے اپنی بات رکھی کہ حضرت یاجوج ماجوج کی لہریں سمندر سے اٹھ کر باہر آتی ہیں اور ہمارے پانی کو کڑوا کر دیتی ہیں آپ کچھ انتظام کر دیجئے۔ جس کا ذکر آیات میں ہے جو ذیل میں پیش ہیں۔ ملاحظہ ہو:

سورہ کہف ۱۸:۹۳۔ یہاں تک کہ جب دو پہاڑوں کے درمیان پہونچا تو دیکھا کہ ان پہاڑوں کی وادیوں میں کچھ لوگ ہیں اور وہ بات کو اچھی طرح سمجھنے کے قابل نہ تھے۔

۱۸:۹۴۔ ان لوگوں نے کہا کہ ذوالقرنین بہت کڑوا اور سخت تیز گرم پانی کی لہریں جو بڑی فسادی ہیں (یاجوج ماجوج جو مدوجزر سے اٹھتی ہیں) ہمارے علاقے میں آ کر بہت فساد پھیلا دیتی ہیں (یعنی وہ ہمارے میٹھے پانی میں مل کر اس کو بھی کڑوا اور گرم کر دیتی ہیں۔ ہم بہت پریشان ہیں) کیا ہم آپ کے لیے خرچ کا انتظام کر دیں کہ آپ ہمارے اور ان کے درمیان ایک دیوار بنا دیں۔

۱۸:۹۵۔ اس نے کہا جس پر مجھے میرے رب نے قدرت دی ہے وہ بہتر ہے بس تم میری مدد کرو قوت سے۔ میں بنا دوں گا تمہارے اور ان کے (لہروں کے) درمیان مضبوط آڑ۔

۱۸:۹۶ ۔ مجھے لوہے کے تختے لادو یہاں تک کہ جب اس نے برابر کر دیا دونوں پہاڑوں کے درمیان اس نے کہا اب دھونکو یہاں تک کہ جب دھونک کر اسے آگ کر دیا اس نے کہا میرے پاس لاؤ میں اس پر پگھلا ہوا تانبہ ڈالوں ۔

۱۸:۹۷ ۔ پھر وہ بہت کڑوے اور سخت تیز گرم پانی کی لہریں یعنی یاجوج ماجوج اس پر نہ چڑھ سکیں گی اور نہ اس میں نقب لگا سکیں گی ۔

۱۸:۹۸ ۔ اس نے کہا یہ میرے رب کی رحمت ہے پس جب میرے رب کا وعدہ آئے گا اس کو ہموار کر دے گا اور میرے رب کا وعدہ سچا ہے ۔

یہ ہے یاجوج ماجوج کا مفہوم یعنی بہت کڑوا اور سخت تیز گرم پانی کی لہریں جو مدوجزر سے اٹھ کر خشکی میں آجاتی تھیں اور میٹھے پانی کو کڑوا کر دیتی تھیں ۔ جن کو ذوالقرنین نے بند بنا کر بند کر دیا اور وہ لہریں پھر ابل پڑیں گی جب قیامت کا وقت آئے گا جس قیامت کا وعدہ کا ذکر ان آیات میں ہے ۔ ان لہروں میں اس بند کے بعد یہ طاقت نہ رہی کہ اس دیوار یا پہاڑ پر چڑھ سکیں و لہریں ایسی ہی طاقت سے اٹھتی تھیں جیسے ۲۶ دسمبر ۲۰۰۴ کو سونامی لہریں اٹھیں اور لاکھوں آدمیوں کو ختم کر گئیں ۔ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جن کو وہ ظاہر کرتا رہتا ہے ۔ اس لیے کہ انسان ان سے عبرت حاصل کرے اور قرآن کو سچ مان کر ایمان لائے اور عمل کرے جس کے لیے اللہ نے سورہ حٰم سجدہ ۴۱:۵۳ ، میں کہا ہم جلد اپنی آیات انہیں اطراف عالم میں اور خود ان کی ذات میں دکھا دیں گے یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہو جائے کہ قرآن حق ہے ۔

یہ ہے یاجوج ماجوج کا مفہوم ۔ آج بھی مدوجزر یعنی جوار بھاٹہ کو انسان دیکھتے ہیں اور سب سے بڑا مدوجزر سونامی کی شکل میں سب نے دیکھ لیا اور دیکھتے رہیں گے ۔ ان سب حقیقتوں کو دیکھ کر ہم عقل سے کام لیں اور قرآن کے مفہوم کو جو صحیح ہو دنیا کے سامنے پیش کریں اور کھلی آیات کے ہوتے ہوئے جن کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا اور بتایا کو دیکھ کو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ایسی غلط باتیں منسوب نہ کریں جو اس باب یا دوسرے بابوں میں منسوب کر رکھی ہیں ۔ اللہ سے دعا ہے کہ ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر غلط الزام نہ لگائیں ۔ (اقبال)

کیا عورت کی پیدائش کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آدمی کی پسلی سے بتایا ہے؟

بخاری جلد دوم کتاب الانبیاء حدیث ۵۵۸ ص ۲۵۱ ۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: عورتوں سے اچھا سلوک کرو کیونکہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی کا اوپر والا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ ڈالو گے اور اگر چھوڑ دو گے تو ہمیشہ ٹیڑھی رہے گی ۔ پس عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرتے رہنا ۔

مذکورہ بالا روایت میں درج ہے کہ رسول صلعم نے فرمایا کہ عورت کو مرد کی پسلی سے پیدا کیا ہے ۔

قرآن کا ترجمہ کیا ہے اور اس کی کیا تفسیر ہے؟ ذیل میں ملاحظہ ہو۔

سورہ نساء ۴:۱۔ اے لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کر کے ان دونوں سے بہت سے مرد اور عورتیں پھیلائیں اس اللہ سے ڈرو جس کے نام پر ایک دوسرے سے مانگتے ہو اور رشتے ناطے توڑنے سے بھی بچو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم پر نگہبان ہے۔ (ترجمہ محمد جوناگڑھی)

کیا تفسیر ہے وہ بھی ملاحظہ ہو (مولوی صلاح الدین یوسف)

ایک جان سے مراد ابوالبشر حضرت آدم علیہ السلام ہیں اور خلق منھا زوجھا سے وہی جان یعنی آدم علیہ السلام مراد ہیں۔ یعنی آدم علیہ السلام سے ان کی زوج (بیوی) حوا کو پیدا کیا۔ حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام سے کس طرح پیدا ہوئیں اس میں اختلاف ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے قول مروی ہے کہ حضرت حوا مرد (یعنی آدم علیہ السلام) سے پیدا ہوئیں۔ یعنی ان کی بائیں پسلی سے۔ ایک حدیث میں کہا گیا ہے۔

کہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں سب سے ٹیڑھا حصہ اس کا بالائی حصہ ہے۔ اگر تو اسے سیدھا کرنا چاہے تو توڑ بیٹھے گا اور اگر تو اس سے فائدہ اٹھانا چاہے تو کجی کے ساتھ ہی فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

بعض علماء نے اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے حضرت ابن عباسؓ سے منقول رائے کی تائید کی ہے۔ قرآن کے الفاظ خلق منھا سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔ حضرت حوا کی تخلیق اسی نفس واحدہ سے ہوئی ہے جسے آدم کہا جاتا ہے۔

حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ اللہ نے حضرت آدمؑ کو بنا کر اس میں روح ڈالی اور کہا کہ اس جنت میں رہو۔ لیکن جنت میں آدمؑ اکیلے رہنے کی وجہ سے اداس رہتے تھے تب ایک دن اللہ نے جب وہ سو رہے تھے تو ان کی بائیں پسلی نکالی اور اس سے ایک عورت بنا کر ان کے پاس چھوڑ دی جس کا نام حضرت حوا ہوا۔ اور وہی آدمؑ کی بیوی بنی۔ ان کو دیکھ کر حضرت آدمؑ خوش ہو گئے اس لیے کہ ان کی تنہائی دور ہو گئی۔ یہ رہا علماء کا فرمان، ذیل میں اس واقعہ کے بارے میں لکھا جا رہا ہے۔ ملاحظہ ہو:

حدیث میں درج ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت پسلی سے پیدا کی ہے اور پسلی ٹیڑھی ہوتی ہے اس لیے عورت بھی ٹیڑھی ہی رہے گی اور اس قول کی تائید آیت میں درج لفظ خلق منھا سے کی ہے یعنی حضرت آدمؑ کی پسلی سے حضرت حوا کو جنت میں بنایا اور حضرت آدمؑ کو پہلے داخل کیا گیا بعد میں حوا کو بنایا۔ اب دیکھا جائے کیا اس قول کی تائید قرآن کرتا ہے؟

لفظ خلق منھا میں ھا کو دیکھا جائے یہ کس کے لیے آئی ہے۔ سورہ طلاق آیت ۱۲ میں ضمیر مؤنث جمع ھن آئی ہے جس کا واحد ھا ہوتی ہے۔ آیت پیش ہے:

سورہ طلاق ۶۵:۱۲۔ اللّٰہ الذی خلق سبع سمٰوٰت ومن الارض مثلھن یتنزل الامر بینھن

کہو وہ اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کیے اور ویسی ہی زمین بنائی ان میں احکام نازل ہوتے رہتے ہیں تا کہ تم لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اللہ ہر چیز کے اندازے قانون مقرر کرنے والا ہے۔

عربی قاعدہ یہ ہے کہ غیر عقل والی اشیاء کے لیے ضمیر مؤنث آتی ہے۔اس آیت میں ضمیر مؤنث جمع ھُن زمین کے لیے آئی ہے۔اس لفظ خلق منھا میں ضمیر ھا مؤنث واحد ہے اگر حضرت حوا حضرت آدم سے پیدا ہوئی تو لفظ اس طرح ہوتا یعنی خلق منہ مرد سے پیدا کیا اس عورت کو۔زوجہا میں بھی ضمیر مؤنث واحد ہے جو راجع ہے عورت کی طرف۔اور خلق منھا کی ضمیر ھا راجع ہو رہی ہے اس مٹی کی طرف جس مٹی سے حضرت آدمؑ کو پیدا کیا اور اللہ نے آدم وحوا کو ایک ساتھ ہی پیدا کر کے ساتھ ہی جنت میں داخل کیا۔اللہ نے نر و مادہ جوڑے کو ایک ساتھ پیدا کیا۔آیات پیش ہیں:

سورہ روم ۳۰:۲۱۔اور اس کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے ہی جنس سے تمہاری جیسی بیویاں بنائیں۔تا کہ تم ان کے پاس سکون حاصل کرو اور تمہارے درمیان محبت اور رحمت پیدا کر دی۔

سورہ یٰسین ۳۶:۳۶۔پاک ہے وہ ذات جس نے جملہ اقسام کے جوڑے پیدا کئے خواہ وہ زمین کی نباتات میں سے ہوں یا خود ان کی اپنی جنس میں سے یا ان اشیاء میں سے جن کو وہ جانتے تک نہیں۔

سورہ الذاریات ۵۱:۴۹۔اور ہم نے ہر چیز کے جوڑے بنائے تا کہ تم غور و فکر سے کام لو۔

سورہ الیل ۹۲:۳۔اور شاہد ہے نر و مادہ کی پیدائش

سورہ النباء ۷۸:۸۔اور ہم نے تمہیں جوڑا جوڑا پیدا کیا۔

سورہ بقرہ ۲:۳۵۔پھر ہم نے آدمؑ سے کہا تم اور تمہاری بیوی دونوں جنت میں رہو اور یہاں بفراغت جو چاہو کھاؤ۔مگر اس شجر کا رخ نہ کرنا ورنہ ظالموں میں شمار ہو گا۔

سورہ النجم ۵۳:۴۵۔اور یہ کہ اسی نے نر و مادہ پیدا کیا۔

مذکورہ بالا آیات سے یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ غیر عقل والی اشیاء کو ضمیر مؤنث سے ظاہر کیا جاتا ہے۔اس لیے مٹی میں عقل وحس نہیں۔اس لیے ضمیر ھا کہا گیا۔اور اللہ نے نر و مادہ ایک ساتھ پیدا کیے نہ کہ الگ الگ۔اس لیے حضرت آدمؑ کو جس مٹی سے پیدا کیا اسی مٹی سے اسی وقت حضرت حواؑ کو پیدا کیا اور دونوں کو ایک ساتھ پیدا کر کے ایک ساتھ جنت میں داخل کیا نہ کہ جنت میں بنایا اس واقعہ کی تفصیل منظّم مفہوم القرآن میں دیکھنے کی مہربانی کریں جو میں نے ہی لکھا ہے۔اب ذیل میں سورہ نساء کی آیت کا مفہوم درج ہے۔

سورہ نساء:لوگو! اپنے رب کی نافرمانی سے ڈرو جس نے تم کو اکیلی جان سے پیدا کیا اور وہ اس طرح کہ اسی جنس سے یعنی اس جوہر (مٹی سے) اسی جنس مٹی سے اس کا جوڑا حواؑ کو پیدا کیا اور صرف ان دونوں سے بہت سے مرد و عورت دنیا میں پھیلا دیئے اور اس اللہ کے قانون کی مخالفت سے ڈرو جس کے نام سے سوال کرتے ہو اور قرابت داری کے معاملہ میں بدسلوکی سے پرہیز کرو۔یاد رکھو اللہ تمہارے سب اعمال دیکھ رہا ہے۔

یہ رہا آدمؑ وحواؑ کی پیدائش کا معاملہ۔یعنی آدمؑ کی پسلی سے حواؑ کونہیں بنایا بلکہ اسی مٹی سے جس سے آدم کو بنایا حوا کو بنایا اور دونوں کوایک ساتھ بنا کرایک ساتھ ہی جنت میں داخل کیا۔یہ ہے حقیقت اس کے خلاف جولکھ رکھا ہے۔جس کومحمد صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کیا گیا ہے وہ غلط ہے اور نبی کی کردارکشی ہے۔اللہ ہم کوعقل دے۔(تقبل)

تمت بالخیر

سکندراحمدکمال

نگر پٹواری،بروولی روڈ،علی گڑھ۔۲۰۲۰۰۲

M.: 9319593020